اردو شرح

مراح الارواح

مؤلف

شیخ احمد بن علی بن مسعود رحمہ اللہ تعالی

مترجم وشارح

مولانا ابو حمزہ محمد شریف

مکتبہ رحمانیہ

اُردو شرح

مراح الارواح

مؤلف

شیخ احمد بن علی بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم وشارح

مولانا ابو حمزہ محمد شریف

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

نام کتاب: .... اردو شرح مراح الارواح

مترجم و شارح: .... مولانا ابو حمزہ محمد شریف

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

((قَالَ الْمُفْتَقِرُ اِلَى اللّٰهِ الْوَدُوْدِ اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَسْعُوْدٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِمَا وَاِلَيْهِ))

''درخواست کی محتاج بندے احمد بن علی بن مسعود نے اللہ کی بارگاہ میں کہ جو دوست (بہت محبت رکھنے والا) ہے۔ اللہ اس کی اور اس کے والدین کی بخشش فرمائے اور ان دونوں کی طرف اور اس کی طرف بھلائی کا معاملہ کرے۔''

تشریح: مصنف رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب کو طرق مشہورہ معروفہ کی اتباع کرتے ہوئے شروع کیا، یعنی کتاب اللہ، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف وصالحین کے طریقہ کی، کتاب اللہ کی اتباع اس وجہ سے کی کہ اس کی ابتداء بھی تسمیہ سے ہوتی ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس وجہ سے کی کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم ہے کہ ''جو کام بھی کرو شروع میں بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔'' جبکہ سلف وصالحین کے طریقہ کی اتباع اس وجہ سے کی کہ وہ جب بھی کوئی کام کرتے یا کوئی کتاب لکھتے تو اس کی ابتداء تسمیہ ہی سے کرتے تھے۔

تسمیہ کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے اپنے مقصود کو بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرتے ہوئے یہ دعا مانگی کہ اللہ اس کی اور اس کے ماں باپ کی بخشش فرمائے اور خصوصاً اس کے والدین کے ساتھ اور اس کے ساتھ بھلائی والا معاملہ فرمائے۔ آمین

مصنف رحمہ اللہ نے تسمیہ کے بعد بجائے کسی دوسری بات کے ذکر کرنے کے اللہ سے اپنے اور اپنے والدین کے لیے بخشش کی اور بھلائی کی دعا مانگی اس وجہ سے کہ مصنف رحمہ اللہ

اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں گناہ گار تصور کرتے ہیں، اسی وجہ سے اپنے آپ کو محتاج بندہ کے الفاظ سے تعبیر کیا کہ جس طرح کسی بندہ کو دنیاوی سکون حاصل کرنے کے لیے خوردو نوش اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح اسے اُخروی زندگی میں بخشش کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو بخشش کا محتاج تصور کرتے ہوئے اللہ سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے لیے بھی بخشش کی دعا مانگی اور مزید اللہ سے دنیا اور آخرت میں بھلائی کا بھی سوال کیا۔ باقی رہی یہ بات کہ مصنف رحمہ اللہ نے اپنی دعا میں اللہ کو موصوف بنایا ہے الودود کی صفت کے ساتھ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ودود کا معنیٰ ہے، دوست یا بہت محبت کرنے والا۔ تو یہ یقینی بات ہے کہ حقیقی دوست یا محب اپنے دوست اور محبوب کو غلطی معاف کر دیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہمیشہ بھلائی سے پیش آتا ہے، اور دوسری بات یہ کہ کسی کی توجہ طلب کرنے یا کسی سے کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے اس کو ہمیشہ اچھے الفاظ سے پکارا جاتا ہے، تاکہ اس کے اندر محبت وشفقت پیدا ہو اور وہ مطلوبہ چیز عنایت فرمادے۔

باقی اس کتاب میں حل عبارت کے لحاظ سے ایک قابل ذکر بات حاشیہ میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ بسم اللہ میں ب قال فعل جو کہ بعد میں مذکور ہے یہ اس کے متعلق ہے اس لیے کہ یہ طریقہ زیادہ اولیٰ ہے اَبْدَءُ یا اَبْتَدِأُ کو مقدر ماننے سے اور وجہ اولیٰ ہونے کی یہ ہے کہ یہ مقدر ماننے سے محفوظ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معمول کو مقدم کرنا اختصاص پر دلالت کرتا ہے۔

((اِعْلَمْ اَنَّ عِلْمَ الصَّرْفِ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوِ اَبُوْهَا وَيَقْوىٰ فِي الدِّرَايَاتِ دَارُوْهَا وَيَطْغِي فِي الرِّوَايَاتِ عَارُوْهَا فَجَمَعْتُ فِيْهِ كِتَابًا مَوْسُوْمًا بِمَرَاحِ الْاَرْوَاحِ وَهُوَ لِلصَّبِيِّ جَنَاحُ النَّجَاحِ وَرَاحٌ رِحْرَاحٌ وَفِي مِعْدَتِهِ حِيْنَ رَاحَ مِثْلَ تُفَاحٍ اَوْرَاحٍ وَبِاللّٰهِ اَعْتَصِمُ عَمَّا يَصِمُ وَبِهٖ اَسْتَعِيْنُ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْمُعِيْنُ))

"جان تو کہ یقیناً صرف کا علم علوم کی ماں اور نحو کا علم علوم کا باپ ہے، اور ان

دونوں علوم کو جاننے والے جان پہچان اور سوجھ بوجھ میں قوی استعداد والے بن جاتے ہیں۔ جبکہ ان علوم سے عار محسوس (محنت نہ) کرنے والے روایات میں غلو کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس میں نے اس (کتاب) میں جس کا نام "مراح الارواح" رکھا گیا ہے، ان چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔ اور وہ چھوٹے بچے کے لیے کامیابی کا بازو ہے۔ اور وسیع وعریض اور آرام دہ راستہ ہے (منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے) اور اس کے معدہ میں اس وقت راحت وسکون پہنچانے والی ہے سیب یا مشروب کی طرح۔ اور میں اللہ ہی کا دامن پکڑتا ہوں اس چیز سے کہ جو عیب دار کرنے والی ہو۔ اور اسی سے ہی مدد مانگتا ہوں اور وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔"

تشرِیح: اِعْلَمْ سے مصنف رحمہ اللہ اپنے مقصود کو بیان کرنے سے پہلے اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق ایک مشہور ومعروف مقولہ ذکر فرمارہے ہیں، تاکہ مبتدی کے دل میں اس علم کی اہمیت اور ضرورت بیٹھ جائے کہ یہ علم کتنا اہم ہے تو انہوں نے مقولہ میں صَرف کو علوم کی ماں اور نحو کو علوم کا باپ گردانا ہے۔ کیونکہ جس طرح ماں باپ دونوں کے بغیر بچے کی تربیت اور پرورش بالکل نامکمل ہوتی ہے بعینہٖ صرف اور نحو کے اصول وضوابط کو جاننے کے بغیر عربی زبان کو سیکھنا ناممکن اور فضول ہے۔ کیونکہ ان اصول وضوابط کو جاننے والے عجیب وغریب عبارات کو حل کرنے میں اور سمجھنے سمجھانے میں مکمل عبور رکھتے ہیں، جبکہ ان اصول وضوابط کو سیکھنے میں محنت نہ کرنے اور عار محسوس کرنے والے اپنی مرضی سے عبارات میں غلو سے کام لینے والے ہوتے ہیں کہ جن کے مفاہیم کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، پس میں نے اس مراح الارواح نامی کتاب میں ایسی چیزوں کو جمع کر دیا ہے جو کہ بچے کے لیے کامیابی کا بازو اور راستہ چلنے والے کے لیے وسیع وعریض راستہ ہے اور معدہ میں اس کو مثل سیب یا مشروب کے راحت دینے والی ہیں اور میں ان چیزوں کے جمع کرنے میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں، ان چیزوں سے جو کہ ان علوم کو عیب دار کرنے والی ہیں۔ اور اسی اللہ ہی سے میں مدد طلب کرتا ہوں اور وہ اچھا دوست اور اچھا

مدد کرنے والا ہے۔

اِعْلَمْ الخ: یہ عبارت مقولہ ہے ماقبل قول کا۔ اور اِعْلَمْ امر کا صیغہ ہے جس سے ہر اس شخص کو خطاب ہے، جو اس کو سنے اور اس کلمہ تنبیہ کو پڑھے گویا کہ اِعْلَمْ کلمہ تنبیہ ہے جو کہ مخاطب کی توجہ مبذول کرانے کے لیے لایا گیا ہے۔ اور عقلمندوں کی عادات میں سے یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے مخاطب کو قلبی اور ذہنی طور پر اپنی کلام کو سننے کے لیے یا پڑھنے کے لیے متوجہ کرتے ہیں پھر اس سے بات کرتے ہیں توجہ مبذول کرانے کی وجہ وہ گمان ہے کہ مخاطب ان کے خطاب کے دوران غافل نہ رہے اور کلام ضائع چلی نہ جائے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اپنے قول اِعْلَمْ کی جگہ اِعْرِفْ نہیں کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابحاث کلی ہیں، اور علم کلی ابحاث میں استعمال ہوتا ہے جبکہ معرفہ کلیات میں استعمال نہیں ہوتی وہ تو صرف جزئیات میں استعمال ہوتی ہے۔ اور مصنف رحمہ اللہ کا اِعْلَمْ کے بعد اَنَّ کو لانا یہ مستحسن طریقہ ہے اس لیے کہ اَنَّ تحقیق اور یقین کے لیے استعمال ہوتا ہے اس سے مخاطب کے دل میں کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوتا تو اَنَّ کے لانے کی وجہ سے تردد بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے علم کا لفظ الصرف کے شروع میں ذکر کیا باوجود اس کے صرف اور نحو دونوں ہی علم ہیں، اور وہ ایسے علم پر دلالت کرتے ہیں کہ جس کے ذریعے کلمہ کے مبنی ہونے کے احوال پہچانے جاتے ہیں کہ جو معرب نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے بیان فرماتے ہیں کہ التصریف کی اصل یہ ہے کہ وہ ثقیل ہے اور جبکہ نحو کا لفظ اخف ہے۔ تو تصریف کے لفظ کو نحو کے لفظ کے موافق کرنے کے لیے شروع میں علم کا لفظ لائے اور نحو کے اخف ہونے کی اصل یہ ہے کہ وہ ثلاثی ہے جبکہ التصریف اس کے برعکس ہے، باقی رہی یہ بات کہ صرف کو ام العلوم کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل واحد سے مختلف الفاظ پیدا ہوتے ہیں، جن سے معانی مقصودہ متضادہ پر دلالت کرنے کے لیے جو کہ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل مخفی نہیں بلکہ واضح ہے کہ بچہ اولاً ماں کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے اور بعد میں باپ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہی مبتدی کا حال ہے کہ جب وہ علوم کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے صرف کے

علم میں مشغول ہوتا ہے اور اس کے بعد نحو کے علم میں مشغول ہوتا ہے اور جس طرح کوئی بچہ ماں کے دودھ پلانے کے بغیر اور باپ کی ذریعہ معاش کے حصول کی تربیت کے بغیر نامکمل ہے بالکل اسی طرح مبتدی کو بھی اولاً صرف کے علم اور صیغوں کی پہچان اور تعلیلات اور ثانیاً نحو کے علم اور ترکیبات کی پہچان کے بغیر کمال حاصل نہیں ہوتا تو پس صرف کا علم بمنزل ماں کے اور نحو کا علم بمنزل باپ کے ہوا اس مبتدی کے لیے کہ جس نے علوم کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہو، پس ماں باپ کی اضافت علوم کی طرف مجازاً ہے۔
اور دوسری وجہ اضافت کی یہ ہے کہ علوم مفہوم کے اعتبار سے اولاً صرف کی طرف اور ثانیاً نحو کی طرف محتاج ہوتے ہیں، اور کلمہ تنبیہ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس معنیٰ کی پہچان رکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔

الدرایات: درایات سے مراد ہے کہ علل اور مناسبات کی وجہ سے امور معقولہ میں ادراکات کا حاصل ہونا، جبکہ فی الروایات میں روایات سے مراد ہے، مسائل نقلیہ میں غور و فکر کرنے سے ادراکات کا حاصل ہونا۔

دارو ھا: یعنی علوم کو جاننے والے۔ اس لیے کہ نحو اصلاح کا سبب ہے۔ جیسا کہ باپ اولاد کی اصلاح کا سبب۔ اور یہ دارو جمع ہے جس کا واحد دار آتا ہے اور یہ درایة مصدر ہے بمعنی جاننا اور باب ضَرَبَ میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دارو اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اس کے ساتھ جو ھا ضمیر ہے وہ الصرف کی طرف راجع ہے جو کہ مصدر ہے مذکر اور مؤنث ہونے میں برابر ہے، اور اس ضمیر کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ام (ماں) کی طرف راجع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے علم الصرف کی جانب راجع ہے۔ جو کہ قوانین سے عبارت ہے اور وہ مؤنث ہے۔ اور صرف لغت میں تحویل یعنی پھیرنے کو کہتے ہیں۔ جبکہ اصطلاح میں ''صرف وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے کلمے کے احوال کو بناء اور تصرف (اصل اور صیغہ) کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے۔ نہ کہ معرب اور مبنی کے اعتبار سے۔''

یطغی: یہ الطغیان سے ہے طا کے ضمہ کے ساتھ معنیٰ ہے حد سے گذرنا گمراہ ہونا اور

یہ فَتَحَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے۔

عاروھا: یعنی اس کو نہ جاننے والے۔

فجمعت: اس میں فاء شرط محذوف کے جواب کے لیے جس کی تقدیر عبارت کچھ اس طرح سے ہے:

اِنْ كَانَ الصَّرْفُ عَلٰى مَا وَصَفْنَاهُ فَجَمَعْتُ فِيْهِ كِتَابًا الخ، یعنی اگر صرف کا علم اسی طرح ہے کہ جس طرح ہم نے اس کو بیان کیا ہے تو پس میں نے اس کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جس کا نام مراح الارواح ہے۔

بِمَرَاحِ الْاَرْوَاحِ: میم کے فتحہ کے ساتھ الروح مصدر سے اسم مکان ہے بمعنی آسائش، نرم ہوا، خوش ہونے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

ھو للصبی: یعنی صرف کا علم بچے کے لیے بمنزل کامیابی والے بازو کے ہے اس اعتبار سے کہ جس طرح کسی پرندے کا بچہ بغیر پروں کے نہیں اڑ سکتا بالکل اسی طرح مبتدی کے لیے بھی اس کتاب کے بغیر علوم میں تکلم (بات کرنے) کی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔

رَاحٌ رَحْرَاحٌ: ''وسیع وعریض راستہ'' مصنف نے اپنی کتاب کو ایک وسیع اور کشادہ راستے سے تنبیہ دی ہے، اس لیے کہ جس طرح وسیع اور کشادہ راستہ اپنے سالک کو اس کے مطلوب تک آسانی اور بغیر مشقت کے پہنچا دیتا ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب بھی اپنے پڑھنے والے کو اس کے مطلوب اور مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

تُفَاحٌ اَوْرَاحٌ: ان الفاظ کو مصنف اپنی کتاب کو سیب اور مشروب سے تشبیہ دی اس لیے کہ جس طرح سیب اور مشروب دونوں بدن کو نفع دیتے ہیں اور اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے سکون دیتے ہیں، بالکل اسی طرح یہ کتاب بھی جب ہم اس کے مسائل کو بچے کے ذہن میں بٹھاتے ہیں تو اس کو فائدہ ہوتا ہے گویا کہ اس کو وہ چیز حاصل ہوگئی اور یہ کتاب مثل سیب یا مشروب کے ہے کہ یہ دونوں چیزیں نیند کی حالت میں بھی بچے کے ذہن میں ہوتی ہیں اور اسی پر بعض حکماء کی ایک حکایت ہے۔ یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ

جو کوئی مر گیا اس حال میں کہ اس کے پیٹ میں سیب یا مشروب ہو۔

اَعْتَصِمُ: یعنی میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں، اس چیز سے جو کتاب کی تالیف میں یا اس کے علاوہ میں شامل ہو۔

عَمَّا: اس مَا کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ یہ مَا مصدریہ ہے۔

یَصِمُ: یہ الوصم سے ہے، بمعنی عیب دار کرنا کسی چیز کو، ضَرَبَ سے آتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

المفتقر، محتاج۔ الدرایات، جمع ہے درایة کی بمعنی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے ہے۔ داروھا ای عالموھا، جاننے والے، جمع ہے دار کی۔ الروایات، نقلی علوم جمع ہے روایة کی۔ عاروھا عیب سمجھنے والے، جمع ہے عار کی۔ موسوماً نام رکھی گئی چیز۔ اسم مفعول کا صیغہ الصبی۔ بچہ جمع صبیان آتی ہے۔ جناح، بازو، پر، جمع اجنحة۔ النجاح، کامیابی، راح، راستہ اس کی جمع ریاح آتی ہے۔ رحراح، وسیع وکشادہ۔ تفاح، سیب۔ راح، پینے کی چیز۔ اعتصم، پناہ پکڑتا ہوں، یصم عیب ناک کرتا ہے۔ استعین میں مدد مانگتا ہوں۔ نعم المولی اچھا دوست۔ نعم المعین اچھا مددگار۔

((اِعْلَمْ اَسْعَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّ الصَّرَّافَ یَحْتَاجُ فِیْ مَعْرِفَةِ الْاَوْزَانِ اِلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابِ اَلصَّحِیْحِ وَالْمُضَافِ وَالْمَهْمُوْزِ وَالْمِثَالِ وَالْاَجْوَفِ وَالنَّاقِصِ وَاللَّفِیْفِ وَاشْتِقَاقِ تِسْعَةِ اَشْیَاءِ مِنْ كُلِّ مَصْدَرٍ وَهِیَ اَلْمَاضِیْ وَالْمُضَارِعِ وَالْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَاِسْمَی الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَالْمَكَانِ وَالزَّمَانِ وَالْاٰلَةِ فکسرته عَلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابٍ))

''جان تو ''اللہ تجھے خوش بخت کرے'' یقیناً صرف کے علم میں مہارت رکھنے والا (صرفی) اوزان کی پہچان کرنے کے معاملے میں سات ابواب یعنی صحیح، مضاعف، مہموز، مثال، اجوف، ناقص، لفیف اور ہر مصدر سے نو چیزوں کے

اشتقاق کی طرف محتاج ہوتا ہے اور وہ نو چیزیں یہ ہیں ماضی، مضارع، امر، نہی، اسم فاعل، اسم مفعول ظرف مکان، ظرف زمان اور اسم آلہ۔ پس میں نے اس (صرف کے علم) کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔"

اِعْلَمْ: مصنف رحمہ اللہ دوبارہ اس کلمہ کو لے کر آئے ہیں، مخاطب کے ذہن کو حاضر کرنے اور اس کو بعد میں آنے والی بات کو توجہ سے سننے کی ترغیب دینے کے لیے پھر اس کے لیے دعا کی اس چست اور بیدار مغزی کے ساتھ بات کو سننے کے لیے اور کلام سے پوری طرح واقفیت پانے کی وجہ سے خوش بخت ہونے کی فال لینے کے لیے۔

اَنَّ الصَّرَّافَ: مصنف رحمہ اللہ نے صرفی کو صرّاف کے صیغے سے تعبیر کیا، صرف کے علم کو جاننے میں مبالغہ کرتے ہوئے کہ اگر صرف کا بہت زیادہ ماہر ہی کیوں نہ ہو اس کے باوجود بھی وہ سات ابواب اور ہر مصدر سے اشتقاق کے اوزان کی پہچان کا محتاج ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ مبالغہ کا صیغہ لا کر اس کی مہارت تامہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

یَحْتَاجُ: اپنی کلام میں یحتاج کا لفظ اس وجہ سے لائے کہ ہر باب یعنی نوع کا ایک مخصوص وزن ہوتا ہے اور واضح معلوم ہونے والا تغیر تبدل ہوتا ہے اور ایک معین اسم (خاص نام) ہوتا ہے اگر وہ کلمہ اور اس کے متعلقات کو نہیں جانتا ہوگا تو یقیناً صرف میں وہ فحش قسم کی غلطی کر بیٹھے گا تو اس لیے ایسی چیزوں کی طرف ضرورت باقی رہتی ہے۔

سَبْعَةِ اَبْوَابٍ: سات ابواب کے اوزان کی پہچان ایک وجہ حصر میں منحصر ہے۔ اور وہ وجہ حصر یہ ہے کہ ہر کلمہ دو حال سے خالی نہیں، اس کے حروف اصلیہ کے مقابلہ میں کوئی حرف علت ہوگا، یا نہیں ہوگا۔ پس اگر کوئی حرف علت ہو تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں وہ حرف علت ایک ہوگا یا دو ہوں گے۔ پس اگر حرف علت ایک ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو وہ فا کلمہ کے مقابلے میں ہوگا۔ یا عین کلمہ کے مقابلے میں ہوگا، یا لام کلمہ کے مقابلے میں ہوگا اگر وہ فا کلمہ کے مقابلے میں ہوگا یا لام کلمہ کے مقابلے میں ہوگا اگر وہ فا کلمہ کے مقابلے میں ہو تو پس وہ مثال ہے اور اگر وہ عین کلمہ کے مقابلے میں ہو تو پس وہ اجوف ہے اور اگر وہ لام کلمہ کے مقابلے میں ہو تو پس وہ ناقص ہے۔ اگر دو حرف علت

ہوں تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں ان دو حرفوں کے درمیان کوئی حرف صحیح متخلل (داخل) ہوگا یا نہیں اگر کوئی حرف صحیح متخلل ہو تو وہ لفیف مفروق ہے اور اگر کوئی حرف صحیح متخلل نہ ہو تو پھر وہ لفیف مقرون ہے۔ اگر اس کلمہ میں کوئی حرف علت نہ ہو تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں کیونکہ اس میں موجود کوئی سا ایک حرف حرف علت کے حکم میں ہوگا یا نہیں، پس اگر کوئی حرف بھی حرف علت کے حکم میں نہ ہو تو وہ صحیح ہے اور اگر کوئی حرف حرف علت کے حکم میں نہ ہو تو وہ صحیح ہے اور اگر کوئی حرف حرف علت کے حکم میں ہو تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دو حرف ایک جنس کے ہوں گے یا ہمزہ ہوگا اگر کلمہ میں دو حروف ایک ہی جنس کے ہوں تو وہ مضاعف ہے اور اگر کلمہ میں ہمزہ ہو تو پھر وہ مہموز ہے۔

اَلصَّحِیْحُ: مصنف رحمہ اللہ نے جو سات انواع کو جس ترتیب سے بیان کیا ہے ان میں تقدیم وتاخیر کی وجہ یہ ہے کہ صحیح میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہوتا تو اس لیے اس کو مقدم کر دیا اس لیے وہ ہمیشہ اپنی اصل پر باقی رہتا ہے اور مثال کو اجوف پر مقدم کیا اس لیے اس میں حرف علت مقدم ہے اور اسی طرح اجوف کو ناقص پر مقدم کیا کہ اس میں حرف علت آخر سے پہلے (درمیان میں) ہے اور ناقص کو مؤخر اس وجہ سے رکھا کہ اس میں حرف علت آخر میں ہے اور لفیف میں لفیف مفروق کو اس وجہ سے مقدم کیا کہ اس میں ایک حرف علت پہلے ہے اور لفیف مقرون کو مؤخر اس وجہ سے کہا اس دو حروف علت آخر میں ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ ان ساتوں ابواب (صحیح وغیرہ) کے آخر میں اعراب کیا پڑھا جائے گا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے آخر میں رفع اور جر دونوں طرح کا اعراب پڑھا جا سکتا ہے، رفع تو اس لیے پڑھا جائے گا، کہ ان میں سے ہر ایک خبر ہوگا، اپنی مبتداء محذوف کی اور جر اس وجہ سے پڑھا جائے گا، کہ ان میں سے ہر ایک اِلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابٍ کی عبارت سے بدل ہوگا۔

وَاشْتِقَاقُ تِسْعَةٍ: اشتقاق کو ذکر کرنے کی غرض یہ ہے کہ اس کا جاننا بھی ہر صرفی مبتدی کے لیے ضروری ہے کیونکہ جو مذکورہ نو چیزوں کے مصدر سے اشتقاق کے بعد اوزان کو نہیں پہچان سکتا تو اس کو بھی صرف میں کامل پہچان حاصل نہیں ہوتی پس جو شخص

الضرب مصدر سے ضارب کا اشتقاق نہیں پہچانتا تو وہ یہ بات بھی نہیں جان سکتا کہ اس میں موجود الف زائدہ ہے یا نہیں، پس وہ یہ بھی نہیں جان سکے گا کہ اس کا وزن فَاعَلٌ ہے یا فَاعِلٌ ہے اور اسی طرح جو شخص یہ بات بھی نہیں جانتا کہ مَضْرُوبًا الضرب سے کس طرح مشتق ہے تو وہ یہ بات بھی نہیں جان پائے گا کہ میم اور واؤ دونوں زائدہ ہیں یا نہیں پس وہ یہ بات بھی نہیں جانتا ہوگا کہ اس کا وزن فَعْلُوْلٌ ہے یا مَفْعُوْلٌ ہے، پس اسی طرح آپ تمام انواع پر قیاس کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جو ان کو نہیں جانتا وہ صرف کے علم میں بے بہرہ ہے تو لہٰذا کتاب میں موجود ساتوں ابواب میں سے ہر قسم (نوع) کے لیے ماخذ مصدر ہی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ جب ساتوں انواع کا نام ذکر کر دیا گیا تو پھر ان کی تفصیل کا ذکر ضروری کس لیے تھا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اِلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابٍ کہا ہے کہ یعنی ساتوں ابواب (انواع کی گہرائی) تک پہنچنا ضروری ہے ورنہ صرف میں ماہر آدمی بھی محتاج رہے گا تو اس لیے ان کی تفصیل کو بیان کرنے کے لیے ہر ایک نوع کا الگ الگ باب تفصیل سے بیان کرنا ضروری تھا۔

اَلْمَاضِي: ماضی وہ ہے کہ جو ایسے زمانہ پر دلالت کرے آپ کے (موجودہ) زمانہ سے پہلے ہو۔'' اور ماضی کو مضارع پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے مقدم ہے۔

اَلْمُضَارِعُ: مضارع کو امر پر مقدم اس وجہ سے کیا کہ امر مضارع ہی سے بنتا ہے اور امر کو نہی سے اس لیے مقدم کیا کہ امر کسی شئی کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور نہی کو اسم فاعل اور دوسرے مشتقات جو فعل کے ملحقات سے ہیں۔ ان پر اس لیے مقدم کیا کہ وہ افعال سے ہے پس اس چیز پر مقدم کیا کہ جو اس کے ملحقات سے ہے۔

فکسرته: اس کا عطف فَجَمَعْتُ فِيْهِ پر ہے۔ تو عبارت اس طرح ہوگی فَجَمَعْتُ فِي عِلْمِ الصَّرْفِ كِتَابًا اَخَذْتُهٗ فَكَسَّرْتُهٗ عَلٰى سَبْعَةِ اَبْوَابٍ. ''یعنی میں نے علم صرف میں جمع کیا ایسی کتاب کو جو میں نے شروع کی تو پس میں نے اس کو

سات ابواب میں تقسیم کیا۔

سَبْعَةُ اَبْوَابٍ :سیاق کلام کے لحاظ سے تو مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے ہیں: عَلٰی ثَمَانِیَةِ اَبْوَابٍ اَحْدُھَا فِی الْاِشْتِقَاقِ. (آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ان میں سے ایک اشتقاق کے متعلق ہے) لیکن چونکہ مفردات کی ہیئت کی پہچان بعض کی بعض کے ساتھ اصل اور فرع کے لحاظ سے مناسب کی پہچان پر مکمل ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کو ان میں شامل کرنے کی بجائے الگ بیان کیا حالانکہ بعض صرفی حضرات نے کہا ہے کہ اشتقاق بلاشبہ صرف کا جز ہے، اگر چہ حقیقت یہی ہے کہ وہ صرف کا جز نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک الگ علم ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صرف کے ان ابواب میں سات درجات ہیں اور اس کا کوئی الگ باب نہیں بنایا اور اس کو ان ابواب کے شروع میں ذکر کر دیا، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کا ہم نے تذکرہ کیا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

اَسْعَدَكَ اللّٰهُ اللہ تجھے خوش بخت کرے۔ اَلصَّرَّافُ صرف کے علم میں ماہر، مبالغہ کا صیغہ ہے۔ معرفة پہچان۔ اَلصَّحِیْحُ درست ہونا، ٹھیک ہونا۔ اَلْمُضَاعَفُ دوگناہ ہونا۔ اَلْمَھْمُوْزُ ہمزہ دیا ہوا۔ اَلْمِثَالُ کسی جیسا ہونا۔ الاجوف درمیان میں ہونا۔ اَلنَّاقِصُ نقص (کمی) والا ہونا۔ اَللَّفِیْفُ لپٹا ہوا ہونا۔ اِشْتِقَاقُ ایک چیز سے کوئی دوسری چیز نکالنا۔ مَصْدَر نکلنے کی جگہ کسرت میں نے توڑا۔ میں نے بانٹا، میں نے تقسیم کیا۔
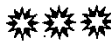
پہلا باب:

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الصَّحِیْحِ

پہلا باب صحیح کے بیان میں

((اَلصَّحِیْحُ هُوَ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ مُقَابَلَةِ الْفَاءِ وَالْعَیْنِ وَاللَّامِ حَرْفُ عِلَّةٌ وَتَضْعِیْفٌ وَهَمْزَةٌ نَحْوُ اَلضَّرْبُ.))

''صحیح وہ لفظ ہے کہ اس کے فاء عین اور لام کلمہ کے مقابلہ میں کوئی حرف ء ت، تضعیف (دو حروف ہم جنس) اور ہمزہ نہ ہو۔ جیسے اَلضَّرْبُ، مارنا۔''

تشریح: اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے صرف صحیح (نوع اول) کی اصطلاحی تعریف کر کے اس کی مثال پیش کی ہے۔ جو کہ بالکل واضح ہے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

تَضْعِیْفُ: اس کا اعراب رفع کے ساتھ ہوگا، اس وجہ سے کہ اس کا عطف حَرْفٌ پر ہے، اور یہاں الفاء جو کہ مکسور ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں اس لیے تضعیف دو ہی حرفوں سے ہوتی ہے نہ کہ ایک حرف سے۔

باقی رہی یہ بات کہ تضعیف اور ہمزہ کو اس وجہ سے ذکر کیا گیا کہ یہ نہ ہوں اس لیے کہ حرف علت کے بعض احکام کا ان دونوں پر ترتب ہوتا ہے اختلاف اور قلب کی وجہ سے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

بعض لوگوں نے اس تعریف کو سالم کی تعریف بتایا ہے اور انہوں نے صحیح کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کے فاء عین اور لام کلمہ کے مقابلہ میں کوئی حرف علت نہ ہو۔

پس ان دونوں تعریفوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی اور تعریف مذکور اس

کلمہ پر صادق آئے گی کہ جس میں کوئی حرف علت نہ ہو جیسے ضَرَبَ اور اس پر بھی صادق آئے گی جس میں حرف علت پایا جائے لیکن حرف علت فاء عین اور لام کلمہ کے مقابلے میں نہ ہو جیسے حوقل، عثیر پس یقیناً واؤ اور یاء ان دونوں کلموں میں فاء عین اور لام میں سے کسی کے مقابلے میں نہیں ہیں۔

الضرب: یہ مرفوع پڑھا جائے گا، اس وجہ سے کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ هُوَ ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

مقابلہ آمنے سامنے ہونا۔ الضرب مارنا۔

((فَإِنْ قِيْلَ لِمَ اخْتُصَّ الْفَاءُ وَالْعَيْنُ وَاللَّامُ لِلْوَزْنِ قُلْنَا حَتّٰى يَكُوْنَ فِيْهِ حُرُوْفُ الشَّفَةِ وَالْوَسْطِ وَالْحَلْقِ شَيْءٌ))

''پس اگر کہا جائے کہ فاء، عین اور لام کو وزن کے لیے کیوں خاص کیا گیا (اس کی کیا وجہ ہوگی) تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے تاکہ اس (وزن) میں حروف شفوی وسطی اور حلقی میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ شامل ہو جائے۔''

تشریح: مصنف رحمہ اللہ نے اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کے شبہ کی وجہ سے مذکورہ عبارت میں خود ہی فَإِنْ قِيْلَ سے سوال کر کے خود ہی قُلْنَا سے اس کا جواب دے دیا تاکہ مبتدی کی قلبی طور پر تشفی ہو جائے کہ یہ تین حروف مختلف جگہوں سے کیوں چنے گئے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

اُخْتُصَّ، خاص کیا گیا۔ حروف جمع ہے حرف کی۔ الشفة ہونٹ۔ الوسط درمیان، الحلق گلا۔

((فَقُلْنَا اَلضَّرْبُ مَصْدَرٌ يَتَوَلَّدُ مِنْهُ الْأَشْيَاءُ التِّسْعَةُ وَهُوَ اَصْلٌ فِي الْإِشْتِقَاقِ عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ لِاَنَّ مَفْهُوْمَهٗ وَاحِدٌ وَمَفْهُوْمَ الْفِعْلِ مُتَعَدِّدٌ لِدَلَالَتِهٖ عَلَى الْحَدَثِ وَالزَّمَانِ وَالْوَاحِدُ قَبْلَ الْمُتَعَدِّدِ وَإِذَا كَانَ

اَصْلًا لِلْاَفْعَالِ يَكُوْنُ اَصْلًا لِمُتَعَلَّقَاتِهَا اَيْضًا وَلِاَنَّهٗ اِسْمٌ وَالْاِسْمُ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْفِعْلِ وَيُقَالُ لَهٗ مَصْدَرٌ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ تَصْدُرُ عَنْهُ))

''پس ہم کہتے ہیں کہ اَلضَّرْبُ ایسا مصدر ہے کہ جس سے نو چیزیں جنم لیتی ہیں، اور بصریوں کے نزدیک اشتقاق میں وہی (مصدر) اصل ہے۔ اس لیے کہ اس کا مفہوم ایک ہی ہے اور فعل کے مفاہیم متعدد ہیں، اسکے حدوث اور زمان پر دلالت کرنے کی وجہ سے۔ اور واحد ہمیشہ متعدد سے پہلے ہی ہوتا ہے اور جب یہ مصدر افعال کے لیے اصل ہوا تو یہ اس کے متعلقات کے لیے بھی اصل ہوگا، اور اسی وجہ سے وہ یقیناً اسم ہے اور اسم ہمیشہ فعل سے مستغنی ہوتا ہے اور اس کا مصدر بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں اسی سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔''

تشرِیح: مذکورہ عبارت میں مصنف رحمہ اللہ سے مصدر کے متعلق کچھ تفصیل کو بیان کرتے ہوئے مصدر اور فعل کے درمیان اصل اور فرع ہونے کے فرق کو بیان کیا ہے۔ خلاصہ مختصر مصدر، اصل ہے اور فعل اس کی فرع ہے اس لیے کہ مصدر میں حدوث اور زمان کا معنی نہیں ہوتا جبکہ فعل میں دونوں پائے جاتے ہیں اور مصدر کے اصل اور فعل کے فرع ہونے کی وجہ بھی اوپر بتا دی گئی ہے۔

اَلْاَصْلُ: اصل اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس پر اس کے غیرہ کی بناء قائم ہو یعنی اس سے کوئی دوسری چیز پیدا ہو یا اس سے بنائی جائے۔ دوسری بات یہ کہ مصدر کو اصل اس وجہ سے قرار دیا کہ اس سے تعلیل اور عمل سے احتراز مقصود ہے اور فعل عمل اور اعلال میں ان دونوں کی اصل ہے۔

قَبْل: یہاں قبل سے مراد سابق یعنی پہلے ہونے والا ہے اور کسی چیز کا پہلے ہونا یہ اس کی اصل ہونے کی خصوصیات میں سے ہے۔

اَلْمُتَعَدِّد: یہاں متعدد سے مراد مرکب ہے اور واحد سے مراد جو اس کے مقابلہ میں ہو اور وہ مفرد ہے اور مفرد وجود کے اعتبار سے مرکب پر مقدم ہوتا ہے، تو پس مصدر ہی اصل ہوا۔

پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے مگر یہ کہ مفرد متعدد کے خلاف ہو۔ تو اس کے جواب میں ہم یوں کہیں گے یہاں بھی بالکل اسی طرح ہی ہے مصدر کا مدلول جز ہے فعل کے مدلول کا تو پس لازم آئے گا، مصدر کا فعل پر مقدم ہونا۔

لِمُتَعَلَّقَاتِهَا: یہ دلیل ہے مصدر کے اصل ہونے کی باقی پانچ کے لیے اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں، یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، اسم مکان، اسم زمان اور اسم آلہ۔ کیونکہ یہ سب کے سب اسم ہی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ فعل۔

مُسْتَغْنٍ: اس کلمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم کو فعل کے معنی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ یعنی جس طرح فعل اپنا معنیٰ بتانے میں فعلیت اور زمانے کا محتاج ہوتا ہے اسم اپنا معنیٰ بتانے میں ان دونوں چیزوں کی بالکل ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ ان کے بغیر ہی اپنا معنیٰ بتا سکتا ہے۔

لِاَنَّ هٰذِهٖ: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ مصدر کی وجہ تسمیہ کو بیان فرمارہے ہیں کہ ''اس کو مصدر (نکلنے کی جگہ) اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے نو چیزیں نکلتی ہیں۔'' اور ضمناً مصدر کے اصل ہونے کی تیسری دلیل بھی بیان کردی۔

مشکل الفاظ کے معانی:

مصدر نکلنے کی جگہ۔ یَتَوَلَّدُ پیدا ہوتا ہے۔ الاشیاء جمع شیء کی، چیزیں۔ الاشتقاق ایک چیز کا دوسری چیز سے نکلنا، متعدد، زیادہ۔ الافعال جمع فعل کی کام۔ مُسْتَغْنٍ بے پرواہ، ضرورت نہ سمجھنے والا۔

((وَالْاِشْتِقَاقُ اَنْ تَجِدَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ تَنَاسُبًا فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى وَهُوَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ صَغِيْرٌ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي الْحُرُوْفِ وَالتَّرْتِيْبِ نَحْوُ ضَرَبَ مِنَ الضَّرْبِ وَكَبِيْرٌ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي اللَّفْظِ دُوْنَ التَّرْتِيْبِ نَحْوُ جَبَذَ مِنَ الْجَذْبِ وَاَكْبَرُ وَهُوَ

اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي الْمَخْرَجِ دُوْنَ الْحُرُوْفِ وَالتَّرْتِيْبِ نَحْوُ نَعِقَ مِنَ النَّهْقِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْاِشْتِقَاقِ الْمَذْكُوْرِ اِشْتِقَاقٌ صَغِيْرٌ))

''اشتقاق یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان لفظ اور معنی میں تناسب پایا جائے اور یہ اشتقاق تین اقسام پر ہے۔ اشتقاق صغیر وہ اشتقاق یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان حروف اور ترتیب میں تناسب موجود ہو جیسا ضَرَبَ الضَّرْبُ سے مشتق ہے۔ (جیسے ان دونوں میں تناسب ہے) اشتقاق کبیر یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان تناسب صرف لفظ میں ہو نہ کہ ترتیب میں جیسے جَبذَ الْجَذْبُ سے مشتق ہے۔ یعنی اس میں لفظ میں تو تناسب ہے لیکن ترتیب نہیں۔

اشتقاق اکبر وہ اشتقاق ہے کہ ان دونوں میں تناسب مخرج میں ہو نہ کہ حروف اور ترتیب میں جیسے نَعِقَ النَّهْقُ سے مشتق ہے۔ یعنی ان میں عین اور ہ دونوں کے مخرج میں تناسب ہے۔

یہاں اشتقاق مذکور سے مراد اشتقاق صغیر ہے۔''

تشریح: الاشتقاق سے مصنف رحمہ اللہ نے اس کی پہچان اور اس میں پائے جانے والے تناسب کی اقسام کو بیان کیا ہے۔ جو کہ کل تین قسمیں ہیں، جن کی کیفیت کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اور ساتھ یہ بات بھی ذکر فرما دی کہ یہاں کون سا اشتقاق مراد ہے۔

اَلْاِشْتِقَاقُ: جب یہ بات ذکر کی کہ اشتقاق میں مصدر اصل ہے تو ضروری تھا کہ اشتقاق کو بیان کیا جائے تو اسی لیے وَ الْاِشْتِقَاقُ اَنْ تَجِدَ سے تمہید باندھی اشتقاق کہتے ہیں کوئی کلمہ بنانا یا بات سے کوئی بات نکالنا۔

اَنْ تَجِدَ: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ اشتقاق کی یہ تعریف اشتقاق اکبر کو شامل نہیں ہے باوجود اس کے وہ بھی اس کے افراد میں سے ہے۔ تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تناسب فی اللفظ سے مراد تناسب عام ہے کہ خواہ وہ حروف کے جوہر (اصلیت) میں ہو یا ان کے مخرج میں ہو تو اس وقت

یہ تعریف اشتقاق کبیر کو شامل ہو جائے گی۔

فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى: یہاں سے دولفظوں (مشتق اور مشتق منہ) کے مابین تناسب کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں کہ ان کے حروف اصلی کی ترکیب وترتیب میں تناسب ہو پس اگر کچھ حروف زائد شامل ہوں گے جیسے کہ عجلت میں اور سبقت کلامی کے وقت الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں اور ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو اسی طرح ان حروف زائد کا بھی کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اور اللفظ بول کر قعد اور جلس جیسے الفاظ سے احتراز کیا اور وَالْمَعْنٰى بول کر ضَرَبَ بمعنی دَقَّ (کھٹکھٹایا) اور ضَرَبَ بمعنی ذَهَبَ (گیا) سے احتراز کیا۔

باقی رہی یہ بات کہ مصنف رحمہ اللہ نے اللفظ اور المعنیٰ کے درمیان واو کو ذکر کیا اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے کہ واو جمع کے لیے ہے۔ مزید یہ کہ اشتقاق تب مانا جائے گا کہ جب مناسبت لفظ میں پائی جائے گی نہ کہ معنیٰ میں جیسے البرد بمعنی سردی کے اور البرد بمعنی اچھی یا تازہ کھجور کے اور جب مناسبت معنیٰ میں پائی جائے نہ کہ لفظ میں جیسے کہ ذیب اور سرحان دونوں ایک ہی معنیٰ کے لیے استعمال ہوتے ہیں، تو ان دونوں میں اشتقاق ثابت نہیں ہوگا۔

ثَلٰثَةُ انواع: اس سے غرض اشتقاق کی وجہ حصر کو بیان کرنا مقصود ہے اشتقاق کی وجہ حصر یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان تصریف کا عمل دو حال سے خالی نہیں یا تو حروف اور ترتیب میں تبدیلی کے ساتھ ہوگا یا تقدیم وتاخیر کے ساتھ ہوگا یا تناسب کے ساتھ ہوگا، پس اگر تبدیلی کے ساتھ ہو تو وہ اشتقاق اکبر ہے اور اگر اشتقاق تقدیم وتاخیر کے ساتھ ہو تو وہ اشتقاق کبیر ہے اور اگر تناسب کے ساتھ ہو تو اشتقاق صغیر ہے۔

صَغِيْرٌ: جب اشتقاق صغیر مبتدی کے لیے ضبط کے لحاظ سے زیادہ قریب تھا تو اس کو مقدم کیا اور دوسری وجہ مقدم کرنے کی یہ ہے کہ چونکہ یہاں مقصود یہی تھا، اس لیے اس کو مقدم کیا۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کا اعراب کیا پڑھا جائے گا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اس پر

جر پڑھا جائے گا، ثلثة سے بدل ہونے کی وجہ سے پڑھا جائے گا کہ یہ خبر سے مبتداء محذوف کی جو کہ اَحَدُهَا ہے۔ اسی طرح ہی کبیر اور اکبر کا اعراب ہوگا۔

کَبِیْر: اس کو اکبر پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اکبر کی نسبت کلام میں کثرت سے واقع ہوتا ہے۔ جیسے جَبَذَ اَلْجَذْبُ سے مشتق ہے۔ اور نَاءٍ اَلنَّأْیُ سے مشتق ہے اور دونوں کے عین اور لام کلموں کو بدل دینے (قلب مکانی کرنے) کے ساتھ یا پھر اس وجہ سے مقدم کیا کہ کبیر اَسْرَع ہے ان دونوں میں اکبر کی طرف نسبت کرنے سے۔

تَنَاسُب: اس سے غرض تناسب کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ تناسب کیسا ہو۔ فرماتے ہیں کہ "برابر ہے وہ تناسب معنی میں موافقت کے ساتھ ہو جیسے جبذ الجزب سے مناسبت رکھتا ہے، اس لیے کہ دونوں معنی میں ومتوافق ہیں۔ یا اس میں مناسبت کے ساتھ ہو بغیر موافقت کے جیسے ثلم الثلب سے مشتق ہے، ان میں سے ثلم یہ اخلال بالحائط (دیوار سے دور اختیار کرنا) کے معنی میں آتا ہے جبکہ الثلب یہ اخلال بالعرض (سامان سے دور اختیار کرنا) کے معنی میں آتا ہے، پس یہ دونوں معنی میں متناسب ہیں۔

جَبَذَ: یہاں سے اشتقاق کبیر کی نظیر پیش کر رہے ہیں، جیسے جبذ کا مشتق ہونا الجذب سے بمعنی کشید کرنے کے یقیناً جبذ کے حروف بالکل الجذب کے حروف کی طرح ہی ہیں، لیکن وہ اس کی ترتیب کے بالکل خلاف ہیں۔ اس لیے کہ الجذب میں با آخر میں ہے اور جبذ میں درمیان میں ہے کہ جیسا کہ مثل مشہور کہ جب کوئی آدمی برتن میں منہ ڈال کر پانی پیے تو اس کو کیا جاتا ہے۔ جَذَبَهُ وَجَبَذَهُ اَكْبَرُ.

اَكْبَرُ: اشتقاق کی اس قسم کو اکبر اس وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ وہ سمجھ سے زیادہ دور (بالاتر) ہوتا ہے۔ اور دوسری وجہ تسمیہ اس اشتقاق کی یہ ہے کہ یہ اکبر اس لیے کہ جو شخص نَعِقَ کی طرف غور وفکر کرتا ہے تو تامل قوی (بہت سوچ وبچار) کے ساتھ یہ بات جان لیتا ہے کہ وہ اَلنَّهْق سے مشتق ہے، حروف اور ترتیب میں مناسبت کے فقدان (نہ پائے جانے) کی وجہ سے۔

اَلْمَخْرَج: اس لفظ سے غرض اس بات کو بتانا مقصود ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کلمے کا مخرج ایک ہی ہوا اور دوسرے کلمہ میں موجود حرف کوئی دوسرا ہو مگر مخرج دونوں کا ایک ہی ہو جیسا کہ یہ بات نعق اور نہق میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے عین اور ھاء دونوں کا مخرج ایک ہی ہے اور وہ حلق ہے۔

دون الحروف: سے غرض اس بات کو سمجھانا مقصود ہے کہ زیادہ حروف اور معنی والے کلمہ میں باوجود تناسب کے کم از کم کسی ایک حرف کا مخرج ایک ہونا ضروری ہے۔

اَلْمُرَاد: اس عبارت پر ایک سوال ہوتا ہے کہ جب اشتقاق سے مراد اشتقاق صغیر ہے تو پھر اس کے علاوہ اشتقاق کی دوسری قسموں کو بیان کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تو اس کا جواب مصنف رحمہ اللہ یہ دیتے ہیں دوسری اقسام کو اس لیے بیان کیا تا کہ اشتقاق اپنی تمام انواع کے ساتھ معلوم ہو جائے۔

اشتقاق صغیر: اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اشتقاق صغیر یہ ہے کہ دونوں کا حروف اور ترتیب میں متحد ہونا باوجود معنیٰ کے توافق کے اور یہ اس لیے ہے کہ اشتقاق صغیر اصل ہے بالنسبت اپنے اخوین کے اس لیے کہ وہ قیاسی ہے بخلاف کبیر اور اکبر کے کیونکہ وہ تو صرف سماع پر موقوف ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی:

اشتقاق بات سے بات کا نکالنا۔ تناسب نسبت کا پایا جانا۔ انواع اقسام جمع ہے نوع کی۔ ترتیب، جوڑنا۔ جَبَذَ کھینچا۔ اَلْجَذب چوس لینا۔ نَعَقَ چرواہے کا آواز لگانا۔ النہق گدھے کی آواز۔ المذکور ذکر کیا ہوا۔ صغیر چھوٹا۔ کبیر بڑا۔ اکبر سب سے بڑا۔

((وَقَالَ الْكُوفِيُّوْنَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الْفِعْلُ اَصْلًا لِاَنَّ اِعْلَالَهٗ مَدَارٌ لِاِعْلَالِ الْمَصْدَرِ وُجُوْدًا وَعَدَمًا، اَمَّا وُجُوْدًا فَفِي يَعِدُ عِدَةً وَقَامَ قِيَامًا وَاَمَّا عَدَمًا فَفِي يَوْجَلُ وَجْلًا وَقَاوَمَ قِوَامًا وَ مَدَارِيَتُهٗ تَدُلُّ عَلٰى

اِصَالَتِهٖ وَاَيْضًا يُؤَكَّدُ الْفِعْلُ بِهٖ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ ضَرَبْتُ وَالْمُؤَكِّدُ اَصْلٌ مِنَ الْمُؤَكَّدِ وَيُقَالُ لَهٗ مَصْدَرٌ لِكَوْنِهٖ مَصْدُوْرًا عَنِ الْفِعْلِ كَمَا قَالُوْا مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَمَرْكَبٌ فَارِهٌ اَیْ مَشْرُوْبٌ وَمَرْكُوْبٌ قُلْنَا فِي جَوَابِهِمْ اِعْلَالُ الْمَصْدَرِ لِلْمُشَاكَلَةِ لَا لِلْمَدَارِيَةِ كَحَذْفِ الْوَاوِ فِي تَعِدُ وَالْهَمْزَةِ فِي تُكْرِمُ وَالْمُؤَكِّدِيَّةُ لَا تَدُلُّ عَلَى الْاَصَالَةِ فِي الْاِشْتِقَاقِ كَمَا فِي جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَقَوْلُهُمْ مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَمَرْكَبٌ فَارِهٌ مِنْ بَابِ جَرَى النَّهْرُ وَسَالَ الْمِيزَابُ وَمَصْدَرُ الثُّلَاثِيِّ كَثِيْرٌ وَهُوَ عِنْدَ سِيْبُوَيْهِ يَرْتَقِي اِلَى اِثْنَيْنِ وَثَلٰثِيْنَ بِنَاءً نَحْوُ قَتْلٍ وَفِسْقٍ وَشُغْلٍ وَرَحْمَةٍ وَنِشْدَةٍ وَكُدْرَةٍ وَدَعْوٰى وَذِكْرٰى وَبُشْرٰى وَلَيَّانٍ وَحِرْمَانٍ وَغُفْرَانٍ وَنَزَوَانٍ وَطَلَبٍ وَخَنِقٍ وَصِغَرٍ وَهُدًى وَغَلَبَةٍ وَسَرِقَةٍ وَذَهَابٍ وَصِرَافٍ وَمَدْخَلٍ وَمَرْجِعٍ وَمَسْعَاةٍ وَمَحْمِدَةٍ وَسُوَالٍ وَزَهَادَةٍ وَدِرَايَةٍ وَدُخُوْلٍ وَقَبُوْلٍ وَوَجِيْفٍ وَصُهُوْبَةٍ وَيَجِيْءُ عَلٰى وَزْنِ اِسْمَيِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ نَحْوُ قُمْتُ قَائِمًا وَنَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ وَيَجِيْءُ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ التَّهْدَارُ وَالتَّلْعَابُ وَالْحِثِّيْثٰى وَالدِّلِّيْلٰى وَمَصْدَرُ غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ يَجِيْءُ عَلٰى سَنَنٍ وَاحِدٍ اِلَّا فِي كَلَّمَ كِلَّامًا وَفِي قَاتَلَ قِتَّالًا وَقِيْتَالًا وَفِي تَحَمَّلَ تِحِمَّالًا وَفِي زَلْزَلَ زِلْزَالًا))

''اور کوفیوں نے فرمایا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ فعل اصل ہو اس لیے کہ فعل کی تعلیل کا مدار وجود اور عدم کے اعتبار سے مصدر کے اعلال کی وجہ سے ہے۔

بہر حال اعلال وجوداً کی مثال یَعِدُ عِدَةً اور قَامَ قِیَامًا میں موجود اور جبکہ عدماً اعلال کی مثال یَوْجَلُ وَجْلًا اور قَاوَمَ قِوَامًا میں موجود ہے، اور فعل کے اعلال کا مدار فعل کے اصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور فعل بھی مؤکد لایا جاتا ہے، مصدر کے ساتھ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا بجائے ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ کے۔ اور

مُؤَكَّد اصل ہوتا ہے مُؤَكِّدْ سے اور اس کو مصدر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ فعل ہی سے صادر ہو چکا ہوتا ہے، جیسا کہ لوگوں نے کہا مَشْرَبٌ، عَذْبٌ مَرْكَبٌ اور فَارِهٌ یعنی مَشْرُوْبٌ، مَرْكُوْبٌ جبکہ ہم (بصریین) کہتے ہیں ان کے جواب میں مصدر کا اعلال مشاکلۃ کی وجہ سے ہے نہ کہ مداریۃ کی وجہ سے جیسا کہ واؤ کا حذف ہونا تَعِدُ میں اور ہمزہ کا حذف ہونا تُكْرِمُ میں۔اور موکدیت اشتقاق میں اصالت (اصل ہونے) پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ اس مثال میں ہے جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ اور ان کا قول مشرب، عذب، مرکب اور فارہ یہ جری النهر اور سال الميزاب کے باب سے تعلق رکھتے ہیں۔اور ثلاثی کے مصدر کثیر ہیں- اور وہ سیبویہ کے نزدیک بناء کے اعتبار سے دو اور تین تک پہنچ جاتے ہیں۔جیسے قَتْلٍ، فِسْقٍ، شُغُلٍ، رَحْمَةٍ، نَشْدَةٍ، كُدْرَةٍ، دَعْوٰى، بُشْرٰى، لَيَّان، حِرْمَانٍ، غُفْرَانٍ، تَزْوَانٍ، طَلَبٍ، خَنَقٍ، صِغَرٍ، هُدًى، غَلَبَةٍ، سَرِقَةٍ، ذَهَابٍ، صِرَافٍ، مَدْخَلٍ، مَرْجِعٍ، مِسْعَاةٍ، مَحْمِدَةٍ، سُؤَالٍ، زَهَادَةٍ، دِرَايَةٍ، دُخُوْلٍ، قَبُوْلٍ، وَجِيْفٍ، صُهُوْبَةٍ اور ثلاثی کا مصدر اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے قُمْتُ قَائِمًا اور جیسے قولہ تعالیٰ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنَ اور یہ مصدر مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے، جیسے التَّهْدَار، التَّلْعَاب، الحِثِّيثٰى، الدِّلِّيْلٰى.

جبکہ غیر ثلاثی سے مصدر ایک ہی وزن پر آتا ہے مگر كَلَّمَ كِلَّامًا میں اور قَاتَلَ قِتَّالًا وِقِيْتَالًا میں اور تَحَمَّلَ تِحِمَّالًا اور زَلْزَلَ زِلْزَالًا میں نہیں آتا۔

تشریح: قَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ جب مصنف رحمہ اللہ بصریوں کے مذہب اور ان کے دلائل کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں کوفیوں کے مذہب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کوفیوں نے بھی تین دلائل قائم کیے جس طرح کہ بصریوں نے قائم کیے تھے، لیکن کوفیوں نے اس مذہب کو لفظ ینبغی کے ساتھ ذکر کیا ہے اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے کہ ان کا یہ مذہب یقینی طور پر ثابت نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے مذہب کے ثابت کرنے

میں تکلف اختیار کیا ہے۔

مَدَار :لفظ مدار کو لا کر کوفی حضرات اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فعل اعلال کا مدار مصدر کے اعلال پر ہی ہے اور اسی وجہ سے فعل اصل ہے اور مدار کہتے ہیں لغت میں گھومنے کی جگہ کو کیونکہ یہ ظرف کا صیغہ ہے اور یہ مصدر کے اعلال کے لیے مؤثر ہے یعنی مصدر اعلال اور تصحیح میں فعل کے تابع ہے۔

وُجُوْدًا او عَدَمًا :ان الفاظ کو اس لیے ذکر کیا کہ مصدر میں اعلال فعل میں پائے جانے والے اعلال کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر فعل میں اعلال موجود نہ ہو (نہ پایا جائے) تو مصدر میں بھی اعلال نہیں پایا جاتا۔

یَعِدُ عِدَةً :ان الفاظ سے مثال کے ساتھ وضاحت کر رہے ہیں کہ یَعِدُ کی اصل یَوْعِدُ ہے، پس اس میں واؤ قانون کے لحاظ سے گر گئی قانوناً اس وجہ سے گرائی گئی کہ واؤ کا دائیں بائیں دو کسروں کے پائے جانے کی وجہ سے ثقل دوگنا ہو گیا اس لیے کہ یاء کسرہ کی بہن ہے۔ جب اس واؤ کو گرا دیا تو یَعِدُ ہو گیا جبکہ عِدَةٌ کی اصل وَعَدَ ہے۔ تو اس میں بھی واؤ ساقط ہو گئی فعل میں واؤ کے ساقط ہونے کی وجہ سے اور ایسے ہی قِیَامًا کہ جس کی اصل اِقْوَامًا ہے۔ تو پس واؤ منقلب کر (بدل) دی گئی قَامَ میں واؤ کے بدل دیئے جانے کی وجہ سے مگر وہ واؤ اپنے ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دی گئی۔

یَوْجَلُ وَجْلًا :اب یہ مثال عدم اعلال فی المصدر والفعل کی لا رہے ہیں کہ یہ ایسی مثال ہے کہ جس فعل اور مصدر دونوں میں اعلال معدوم ہے وہ اس طرح سے کہ آپ دیکھ رہے ہیں یَوْجَلُ میں واؤ حذف نہیں کی گئی یعنی باقی ہے تو اسی وجہ سے مصدر وَجْلًا میں بھی واؤ باقی ہے، وہاں بھی حذف نہیں ہوئی۔ اور بالکل یہی بات قَاوَمَ قِوَامًا میں ہے کہ وہاں بھی واؤ کو حذف نہیں کیا یعنی نہ فعل میں اعلال ہوا اور نہ ہی مصدر میں۔

مداریته : یہاں سے دلیل کے حاصل کو بیان فرما رہے ہیں۔ کہ اگر مصدر اصل ہوتا تو وہ اعلال میں فعل کے کبھی تابع نہ ہوتا اس لیے کہ اصل فرع کی اتباع نہیں کرتی اور جب مصدر اس کے تابع ہے تو ہم نے جان لیا کہ وہ اصل نہیں بلکہ فعل کی فرع ہے۔ اس

لیے کہ جب کوئی چیز صحت اور اعلال میں کسی دوسرے کی اتباع کرتی ہے تو وہ اس کی فرع کہلاتی ہے۔ تو پس اس وقت متبوع اصل کہلاتا ہے۔ اور تابع اس کی فرع کہلاتی ہے۔ مزید یہ فرماتے ہیں کہ فعل کا اعلال سبب ہے مصدر کے اعلال کے لیے۔

عَلٰی اَصَالَتِہٖ: یہ الفاظ اس لیے لائے تاکہ اوپر جو یہ بات لائے ہیں کہ فعل کا اعلال سبب ہے، مصدر کے اعلال کے لیے تو یہ بات دوسری دلیل بن جائے فعل کے اصل ہوئے اور مصدر کے فرع ہونے کی کوفیوں کے نزدیک۔

وَ اَیْضًا: یہاں سے گویا کہ تیسری دلیل بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آپ دیکھیں کہ یہاں پر اَیْضًا مصدر جو ہے منصوب ہے اور یہ مصدر ہے فعل محذوف آض کا یعنی آض ایضًا (رجع الکلام رجوعا) تھا۔ بایں طور فعل اصل ہے، مصدر کے لیے بوجہ تاکید ہونے مصدر کے فعل کے لیے (مصدر فعل کے لیے تاکید بن رہا ہے اس لیے فعل اصل ہے) اور فعل مؤکد ہے اور تاکید فرع ہے۔ مؤکد کے لیے پس مصدر فرع ہوگا۔

وَهُوَ بِمَنْزِلَةٍ: یہاں سے ایک تو ہم کو دفع فرما رہے ہیں، وہ تو ہم یہ ہے کہ آپ دیکھیں ضَرْبًا جو ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں موجود ہے یہ تاکید نہیں ہے اس لیے کہ تاکید تو دو قسم پر ہے، تاکید لفظی اور تاکید معنوی اور ہم ان دونوں کی پہچان سے بے بہرہ نہیں ہیں (ہم ان دونوں قسموں کو جانتے ہیں) اس لیے کہ تاکیدی لفظی وہ ہے کہ جس میں پہلے لفظ کا تکرار ہوتا ہے نہ کہ اس میں کوئی اور تکرار ہوتا ہے۔ اور تاکید معنوی کے چند مخصوص الفاظ ہیں اور وہ نفس، عین، کل، اجمع اور اکتع ابتع کے الفاظ ہیں۔ تو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر فعل کی تاکید لائی گئی ہے نہ کہ فاعل کی کیونکہ ضَرَبْتُ میں تُ ضمیر ہے وہ فاعل پر دلالت کرتی ہے اور ضَرَبْ کی فعل پر دلالت پائی جاتی ہے۔ تو یہ تاکید لفظی ہی ہوئی۔

يُقَالُ لَهُ: یہاں سے آگے مصدر کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں، کہ اس کو مصدر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فعل کی وجہ سے اس کا صدور ہوتا ہے اور ''یہ کوفیوں کے نزدیک ہے اور بصریوں کی مذکورہ وجہ تسمیہ جو انہوں نے بیان کی تھی۔ اس کی کوفیوں نے نفی کر دی ہے

اور کوفیوں کے نزدیک تیسری دلیل فعل کے اصل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مَصْدُوْرًا عَنِ الْفِعْلِ: اس عبارت سے غرض ایک مفہوم کو سمجھانا مقصود ہے کہ یہاں مصدر سے مراد جگہ (ظرف) نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مصدر سے جس چیز کا صدور ہوا وہ مراد ہے۔ اس لیے کہ اگر کبھی مَفْعَل کو ذکر کیا جائے تو اس مقصود اور مراد مفعول کا ذکر ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کے قول میں یہ بات مشہور ہے مشرب عذب یعنی مشروب عذب، مرکب فارہ یعنی مرکوب فارہ ان مثالوں میں آپ دیکھیں کہ مشرب اور مرکب دونوں ظرف ہیں مگر ان سے مراد مظروف (مفعول) ہے۔

لِلْمُشَاكَلَةِ: یہاں سے مصدر میں اعلال کی وجہ کو بیان فرمارہے ہیں کہ مصدر میں جو اعلال واقع ہوتا ہے یا کوئی حرف حذف ہوتا ہے تو یہ فعل کے ساتھ موافق اور مطرد ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ اعلال وحذف مصدر کے اندر مشابہت اور مناسبت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ سببیت کی وجہ سے۔

لَا لِلْمَدَارِيَةِ: یہاں ان الفاظ کو لانے کی غرض مدار کی نفی کرنا مقصود ہے، باقی رہی یہ بات کہ مداریۃ کسے کہتے ہیں، تو اس کا حاصل یہ ہے کہ مدار کہتے ہیں کہ وہ سبب یا وجہ یا علت کہ جب وہ کسی فعل میں پائی جائے تو وہاں کسی کے ذریعے اعلال وحذف واقع ہو جاتا ہے اور اگر وہی علت یا سبب یا وجہ کسی مصدر میں بھی پائی جائے تو تو اعلال وحذف کے وہ قوانین اس مصدر کی طرف بھی گھوم کر چلے جائیں گے تو وہاں بھی اعلال وحذف واقع ہو جائے گا۔ اس مذکورہ عبارت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے جو بات بیان کی ہے یہ ہر جگہ نہیں اس لیے کہ ہم نے بہت سے مصادر ایسے دیکھے ہیں کہ جن میں اعلال نہیں ہوتا جبکہ ان کے افعال میں اعلال ہوتا ہے جیسے القول والبیع جبکہ ان دونوں فعلوں میں اعلال ہوا ہے، جیسے قال باع.

سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ مداریۃ ہی اعلال وحذف کے

لازم ہونے کا تقاضہ کرتی ہے بلکہ علت ہے جو کہ اعلال وحذف کا تقاضا کرتی ہے جبکہ مداریۃ علت نہیں ہے۔

كَحَذْفِ: اس لفظ سے مصدر میں مشاکلۃ کی وجہ سے ہونے والے اعلال کی مثال دے رہے ہیں اور اس بات کو ثابت کرتا چاہ رہے ہیں کہ مشاکلۃ کی وجہ سے اعلال کا ہونا اشتقاق میں اصل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ تَعِدُمیں جو واؤ حذف ہوئی ہے، اسی طرح عِدَۃ میں بھی حذف ہوئی مشاکلۃ کی وجہ سے اور جس طرح مشاکلۃ کی وجہ سے حذف اصالۃ پر دلالت نہیں کرتا بالکل اسی طرح مشاکلۃ کی وجہ سے اعلال بھی اصالۃ پر دلالت نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر یہ فرماتے ہیں کہ واؤ کو تَوْعِدُ سے اور ہمزہ کو تُؤَكْرِمُ سے حذف کرنا مشاکلۃ کی وجہ سے اور طردیۃ کی وجہ سے ہے نہ کہ علت کی وجہ سے جو کہ اس میں مؤثر ہو تو پس مداریۃ کا معنیٰ مستقیم نہ رہا۔ اس لیے کہ دونوں میں معنیٰ کی تاثیر موجود ہے۔

اَلْمُؤَكِّدِيَة: یہاں سے کوفیوں کی دوسری دلیل کا جواب ہے کہ کسی کلمہ کا مؤکد ہونا اشتقاق کے اندر اس کے اصل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ جس طرح جَاءَ نِي زَيْدٌ، زَيْدٌ میں دوسرے زید کی تاکید ہونے کے باوجود اس کی فرع ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح مصدر بھی تاکید ہونے کی وجہ سے فعل کی اصل ہونے پر دلالت نہیں کرسکتا۔

قَوْلُهُمْ: یہاں سے ان کی تیسری دلیل کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ نے جو کہا ہے کہ مشرب بمعنیٰ مشروب اور مرکب بمعنیٰ مرکوب کے نہیں یہ بات درست نہیں بلکہ عذوبۃ کا مشرب کی طرف اور فراھۃ کا مرکب کی طرف جو اسناد کیا گیا ہے۔ یہ ذکر المحل وارادۃ الحال کے طریق سے ہے، یعنی محل کو ذکر کے حال کا ارادہ کرنا یا مراد لینا اور وہ پہلی مثال میں ماء (پانی) ہے اور دوسری میں فرس (گھوڑا) ہے۔

مِنْ بَابِ: ان الفاظ کو بیان کرنے سے غرض اسناد کو بیان کرنا ہے کہ یہ اسناد مجاز عقلی کے قبیل سے ہے۔ اور مجاز عقلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی شئی کی صفت کا اسناد کرنا اس سے مجاور (ہمہ وقت ساتھ رہنے والی چیز) کی طرف۔ جیسا کہ جریان جو پانی کی صفت

ہے۔اس کا اسناد اس کے مجاور کی طرف کیا گیا ہے اور وہ مجاور نہر ہے۔اسی طرح دوسری مثال میں سیل جو کہ پانی کی صفت ہے اس کا اسناد اس کے مجاور کی طرف کیا گیا ہے جو کہ میزاب (پرنالہ) ہے۔ایسے ہی عذب جو کہ پانی کی صفت ہے اور فارہ جو کہ فرس (گھوڑے) کی صفت ہے ان دونوں کے مجاور کی طرف اسناد کیا گیا ہے۔اور وہ دونوں مجاور مکان اور سرح ہیں۔

مَصْدَرُ الثُّلَاثِي: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ ثلاثی کے مصادر کے اوزان کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔جن کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ ہیں۔جبکہ سیبویہ کے نزدیک ان کے اوزان کی تعداد ۳۲ ہے۔

كَثِيْرٌ: مصادر ثلاثیہ کے کثیر ہونے کی وجہ ان کے خفیف ہونے کی وجہ سے ہے۔اور وہ سارے کے سارے سماعی طور پر محفوظ کیے گئے ہیں نہ کہ قیاسی طور پر۔جیسے فَعْلٌ، فِعْلٌ فُعْلٌ، فَعْلَةٌ فُعْلَةٌ فِعْلَةٌ، فَعْلَى، فِعْلَى، فُعْلَى، فَعَّالٌ، فِعْلَانٌ، فُعْلَانٌ، فَعَلَانٌ، فَعِلٌ، فُعَلٌ، فِعَلٌ، فُعُلٌ، فَعَلَةٌ، فَعِلَةٌ، فَعَالٌ، فِعَالٌ، مَفْعَلٌ، مَفْعِلٌ، مِفْعَالٌ، مَفْعِلَةٌ، فُعَالٌ، فِعَالَةٌ، فَعَالَةٌ، فُعُوْلٌ، فَعِيلٌ، فُعُوْلَةٌ.

وَيَجِيُءُ عَلَى: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ یہ فرمارہے ہیں۔کہ ان اوزان کے علاوہ دو اوزان ثلاثی کے (مصادر کے) اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر بھی آتے ہیں، جیسے مثال میں گذر چکا ہے۔اب اس بات میں شبہ پیدا ہو گیا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے اوزان مصدر کے معنیٰ میں آتے ہیں یا صدر ان دونوں کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔حقیقت کیا ہے۔

مذکورہ شبہ کا حاصل یہ ہے کہ آپ اس بات کو یقین سے جان لیں کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے دو اوزان مصدر کے معنیٰ میں اشتراک کی وجہ سے استعمال ہوتے ہیں۔اور وہ دونوں اس میں حقیقت کے اعتبار سے مستعمل ہوتے ہیں،جیسا کہ یجیء علی وزن کے قول سے فصاحت کی گئی ہے۔ورنہ ضروری یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ مصدر اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کے معنی استعمال ہوتا ہے اور اسی وجہ سے سماع پر اکتفاء کر لیا گیا۔بخلاف

مصدر کے وزن کے استعمال ہونے کے اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنیٰ میں جیسے رجل عدل ای عَادِلٌ وَنَسْجُ الْيَمَنِ ای مَنْسُوْجَةٌ، پس یقیناً یہاں پر یہ استعمال مجازاً ہے۔اسی وجہ سے سماع پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ہر مصدر کا اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنیٰ میں استعمال جائز ہے، جب اس سے مجازی طور پر فائدے کا ارادہ کیا جائے۔

اَلتَّهدار: یہ مثال پیش کر کے یہ بتا دیا کہ مصدر مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے سیبویہ فرماتے ہیں کہ جب ثلاثی کے مصدر کو التفعال جیسے التهداد اور التلعاب کی طرف نقل کیا جائے تو اس وقت کثرت فعل اور مبالغہ کے لیے استعمال ہوگا اور اس کا وزن تفعال ہوگا۔اس لیے کہ تمام وہ مصادر جو اس مثال پر لائے گئے ہیں ان میں تاء مفتوح ہے۔مگر تِلْقَاءً تِبْيَانًا جو ہیں اس کے خلاف ہے یعنی تاء کے کسرہ کے ساتھ زجاج نحوی فتحہ کے ساتھ بھی پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں دونوں کے اندر سوائے قرآن کے۔

مَصْدَرُ غَيْرِ الثُّلَاثِي: سے مراد ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد، رباعی مزید فیہ اور ان سے ملحق ابواب مراد ہیں ان کے علاوہ مصدر میمی اور مصدر غیر میمی بھی شامل ہیں۔سب کے اوزان ایک ہی وزن پر آتے ہیں، اس کی وجہ ان کا ثقل ہے کہ ثقل کی وجہ سے دوسرے اوزان نہیں آتے۔یعنی جو ابواب ہیں بس انہیں کے وزن پر مصادر آتے ہیں، ان کے علاوہ نہیں، جیسے باب افتعال اس کا مصدر افتعال ہی آئے گا۔ افتعل نہیں آئے گا۔مگر جو مستثنیٰ ہیں اور ایک ہی وزن پر آنے کی قید اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ ان ابواب کے مصادر بیان بالکل نہیں کیے گئے فقط ان کے اسامی (ناموں) اعتماد کرتے ہوئے سوائے رباعی مجرد اور اس موافق باب کے۔

اِلَّا فِي كَلَّمَ كِلَّامًا: اس استثناء سے غرض یہ بتانا مقصود ہے، باب تفعیل کا مصدر قیاس کے تقاضے کے مطابق تو تکلیمًا آنے چاہے تھا جس طرح انہوں نے ایک ضابطہ بیان کیا لیکن یہاں پر اس کے خلاف ہے، اس وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بعض اہل عرب کی طرف سے اس کا صدر فِعَّالًا کے وزن پر ہی نقل کیا گیا ہے۔اسی طرح قَاتَلَ قِتَّالًا قِتِيَالًا میں حالانکہ قیاس کے اعتبار سے مُقَاتَلَةً آنا چاہیے تھا۔اسی طرح تَحَمَّلَ

تَحَمَّالًا میں بھی حالانکہ قِیَاسًا تَحَمُّلًا آنا چاہیے تھا۔ زَلْزَلَ زِلْزَالًا میں حالانکہ قِیَاسًا زَلْزَلَۃً آنا چاہیے تھا مگر یہاں پر یہ فِعْلَالًا کے وزن پر لایا گیا ہے، یہ شروع میں فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ لایا جا سکتا ہے فتحہ کے ساتھ اس وجہ سے کہ رباعی مجرد مضاعف کے مصدر میں فتحہ کے ساتھ لانا جائز ہے اور کسرہ کے ساتھ بھی مضاعف ثقل کے موافق ہونے کی وجہ سے رباعی مجرد کے صحیح کے خلاف اس لیے کہ وہ کسرہ کے ساتھ آتا ہے، اور یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ کسرہ کے ساتھ لانا افصح ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

الاعلال تعلیل کرنا۔ عدم موجود نہ ہونا۔ المؤکَّد اسم مفعول جس کی تاکید کی جائے۔ المؤکِد اسم فاعل ہے تاکید کرنے والے کو کہتے ہیں۔ صدور اسم مفعول صادر کیا جانے والا۔ عذب میٹھا۔ مَرْکَبٌ سواری۔ فَارِہٌ تیز رفتار۔ مشروب مرکوب دونوں اسم مفعول کے صیغے ہیں، مشاکلۃ باہم ہم مشکل ہونا، میزاب پرنالہ۔ نشدہ گم شدہ کو تلاش کرنا۔ کدرۃ گدلا پن۔ دعوی دعویٰ کرنا۔ ذکری نصیحت۔ بشری خوشخبری۔ لیّان نرمی والا ہونا۔ حرمان محرومی، غفران بخشش۔ نزوان کودنا، پیچھے آنا۔ طلب چاہت، تلاش کرنا۔ خنق گلے کا گھٹنا۔ صغر چھوٹا پن ھدی ہدایت۔ سرقۃ چوری، ذھاب جانا صراف پھرنا، پھرانا مدخل داخل ہونے کی جگہ۔ مِسْعاۃ کوشش کرنے کی جگہ محمدۃ تعریف کرنے کی جگہ۔ زھادۃ پرہیز گاری۔ درایۃ جاننا۔ وجیف دل کا تپنا۔ التھدار شراب کا بہت جوش مارنا۔ التعلاب بہت کھیلنا۔ الحثیثی ست ابھارنا۔

((وَالْاَفْعَالُ الَّتِیْ تُشْتَقُّ مِنَ الْمَصْدَرِ وَھِیَ خَمْسَۃٌ وَثَلٰثُوْنَ بَابًا سِتَّۃٌ لِلثُّلَاثِیِّ نَحْوُ ضَرَبَ یَضْرِبُ وَقَتَلَ یَقْتُلُ وَعَلِمَ یَعْلَمُ وَفَتَحَ یَفْتَحُ وَکَرُمَ یَکْرُمُ وَحَسِبَ یَحْسِبُ وَیُسَمَّی الثَّلٰثَۃُ الْاُوَلُ دَعَائِمَ الْاَبْوَابِ لِاِخْتِلَافِ حَرَکَاتِہِنَّ فِی الْمَاضِیْ وَالْمُسْتَقْبَلِ وَکَثْرَتِہِنَّ وَفَتَحَ یَفْتَحُ

لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِانْعِدَامِ اخْتِلَافِ الْحَرَكَاتِ وَانْعِدَامِ مَجِيْئِهِ بِغَيْرِ حَرْفِ الْحَلْقِ وَاَمَّا رَكَنَ يَرْكَنُ وَاَبٰى يَاْبٰى فَمِنَ اللُّغَاتِ الْمُتَدَاخِلَةِ شَاذٌّ وَاَمَّا بَقٰى يَبْقٰى وَفَنٰى يَفْنٰى وَقَلٰى يَقْلٰى فَمِنْ لُغَاتِ بَنِي طَيٍّ۔ قَدْ فَرُّوْا مِنَ الْكَسْرَةِ اِلَى الْفَتْحَةِ وَكَرُمَ يَكْرُمُ لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِاَنَّهٗ لَا يَجِئُ اِلَّا مِنَ الطَّبَائِعِ وَالنُّعُوْتِ وَحَسِبَ يَحْسِبُ لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِقِلَّتِهٖ وَقَدْ جَاءَ فَعُلَ يَفْعُلُ عَلٰى لُغَةِ مَنْ قَالَ كُدْتُّ تَكَادُ وَهِيَ شَاذَّةٌ كَفَضِلَ يَفْضُلُ وَدِمْتُ تَدُوْمُ وَاثْنَا عَشَرَ لِمُنْشَعَبَةِ الثُّلَاثِي نَحْوُ اَكْرَمَ وَقَطَّعَ وَقَاتَلَ وَتَفَضَّلَ وَتَضَارَبَ وَانْصَرَفَ وَاحْتَقَرَ وَاسْتَخْرَجَ وَاخْشَوْشَنَ وَاجْلَوَّذَ وَاحْمَارَّ وَاحْمَرَّ اَصْلُهُمَا اِحْمَارَرَ وَاحْمَرَرَ فَاُدْغِمَا لِلْجِنْسِيَةِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ اِرْعَوٰى وَهُوَ مِنْ بَابِ اِفْعَلَّ وَلَا يُدْغَمُ لِانْعِدَامِ الْجِنْسِيَّةِ وَوَاحِدٌ لِلرُّبَاعِي نَحْوُ دَحْرَجَ وَثَلٰثَةٌ لِمُنْشَعَبَةِ الرُّبَاعِي نَحْوُ اِحْرَنْجَمَ وَاقْشَعَرَّ وَتَدَحْرَجَ وَسِتَّةٌ لِمُلْحَقِ دَحْرَجَ نَحْوُ شَمْلَلَ وَحَوْقَلَ وَبَيْطَرَ وَجَهْوَرَ وَقَلْسٰى وَقَلْنَسَ وَخَمْسَةٌ لِمُلْحَقِ تَدَحْرَجَ نَحْوُ تَجَلْبَبَ وَ تَجَوْرَبَ وَتَشَيْطَنَ وَتَرَهْوَكَ وَتَمَسْكَنَ وَاثْنَانِ لِمُلْحَقِ اِحْرَنْجَمَ نَحْوُ اِقْعَنْسَسَ وَاسْلَنْقٰى وَمِصْدَاقُ الْاِلْحَاقِ اِتِّحَادُ الْمَصْدَرَيْنِ))

''وہ افعال (خواہ ثلاثی ہوں یا ان کے علاوہ) جو مصدر سے مشتق ہوتے ہیں، وہ کل ۳۵ باب ہیں ان میں سے چھ ثلاثی کے ہیں، جیسے ضَرَبَ يَضْرِبُ، قَتَلَ يَقْتُلُ، عَلِمَ يَعْلَمُ ، فَتَحَ يَفْتَحُ، كَرُمَ يَكْرُمُ اور حَسِبَ يَحْسِبُ اور پہلے تین ابواب کا نام ابواب کی اصل (جڑ) رکھا جاتا ہے ماضی اور مضارع میں ان کی حرکات کے مختلف ہونے (بدلنے) کی وجہ سے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اور فَتَحَ يَفْتَحُ ابواب کی اصل ہونے میں شامل نہیں ہے حرکات کے اختلاف کے نہ ہونے اور بغیر حرف حلقی کے نہ آنے کی وجہ سے۔ جبکہ رَكَنَ يَرْكَنُ، اَبٰى

یَابٰی یہ لغات متداخلہ میں سے ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں۔ جبکہ فَنٰی یَفْنٰی، قَلٰی یَقْلٰی یہ بنی طے کی لغات میں سے ہیں۔ یقیناً وہ کسرہ سے فتحہ کی طرف گئے ہیں۔ اور کَرُمَ یَکْرُمُ ابواب کی اصل میں داخل نہیں اس لیے کہ وہ سوائے طبائع اور صفات کے نہیں آتا اور حَسِبَ یَحْسِبُ ابواب کی اصل میں نہیں آتا اپنے قِلّتِ استعمال کی وجہ سے اور فَعُلَ یَفْعُلُ اس شخص کی لغت پر بھی آیا ہے کہ جس نے کہا کُدْتَّ تَکَادُ اور وہ شاذ ہے جیسے فَضِلَ یَفْضُلُ اور دِمْتَ تَدُوْمُ اور بارہ باب ثلاثی مزید فیہ کے ہیں جیسے اَکْرَمَ، قَطَّعَ، قَاتَلَ، تَفَضَّلَ، تَضَارَبَ، اِنْصَرَفَ، اِحْتَقَرَ، اِسْتَخْرَجَ، اِخْشَوْشَنَ، اِجْلَوَّذَ، اِحْمَارَّ، اِحْمَرَّ ان دونوں کی اصل اِحْمَارَرَ اور اِحْمَرَرَ ہے۔ ہم جنس ہونے کی وجہ سے دونوں حروف کا ادغام کر دیا اور اس ادغام پر اِدْعَوٰی دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ باب اِفْعَلَّ سے ہے اور اس میں ادغام حروف کے ہم جنس نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ اور ایک باب رباعی مجرد کا ہے۔ جیسے دَحْرَجَ اور تین ابواب رباعی مزید فیہ کے ہیں۔ جیسے اِحْرَنْجَمَ، اِقْشَعَرَّ اور تَدَحْرَجَ اور چھ ابواب ملحق برباعی مجرد (دَحْرَجَ) ہیں جیسے شَمْلَلَ، حَوْقَلَ، بَيْطَرَ، جَهْوَرَ اور قَلْنَسَ اور پانچ ابواب ملحق برباعی مزید فیہ (تَدَحْرَجَ) ہیں۔ جیسے تَجَلْبَبَ، تَجَوْرَبَ، تَشَيْطَنَ، تَرَهْوَكَ اور تَمَسْكَنَ اور دو باب اِحْرَنْجَمَ کے ساتھ ملحق ہیں۔ جیسے اِقْعَنْسَسَ اور اِسْلَنْقٰی اور الحاق کا مصداق وہ دو مصدروں کا متحد ہونا ہے۔"

تشریح: اَلْاَفْعَالُ: افعال سے مراد وہ تمام افعال ہیں جو کہ کسی بھی مصدر سے مشتق ہوتے ہیں خواہ وہ قلیل الاستعمال ہوں یا کثیر الاستعمال ہوں، خواہ ثلاثی ہوں یا غیر ثلاثی ہوں، خواہ مجرد ہوں یا مزید ہو خواہ ملحقات سے ہوں۔

پس جب مصنف رحمہ اللہ مصدر کے اوزان کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب وہ افعال کے ان اوزان کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو مصدر سے مشتق ہوتے ہیں۔

سِتَّةٌ لِلثُّلَاثِی: مجرد کے ابواب چھ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کے فاء کلمہ کی ایک ہی حالت ہے اور فتحہ ہے۔ ضمہ اور کسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے اور ابتداء بالسکون کے ممنوع ہونے کی وجہ سے اور مزید یہ کہ فتحہ حرکات میں سے سب زیادہ خفیف حرکت ہے۔

اور یہ اشکال حرف اول مضمون ہونے کے وقت ماضی مجہول میں (ضُرِبَ) اور مکسور ہونے کے وقت اجوف میں (بِیْعَ قِیْلَ) میں نہیں کیا جا سکتا اور عین کلمہ تینوں ابواب میں ساکن نہیں ہوگا، تاکہ ضمیر مرفوع کے متصل ہونے کی وجہ سے اجتماع ساکنین نہ ہو جیسے ضمیر ضَرَبْتِ اور لام کلمہ میں فتحہ کا لازم ہونا اس کی وجہ اگرچہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کر دی ہے لیکن دوبارہ یہاں ذکر کر دیتے ہیں وہ فتحہ کی حرکت صرف ماضی اور مضارع کے درمیان آخری حرف کے اعتبار سے فرق پیدا کرنے کے لیے لائی گئی ہے، اس کے بعد ف اور لام کلمہ کی فتحہ باقی رہ گئی اور عین کلمہ پر تینوں حرکات داخل کر دی گئیں، تو پس فَعَلَ فَعِلَ فَعُلَ حاصل ہو گیا۔ پھر یہی قیاس ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک سے مضارع پر کیا گیا کہ یہ تین حرکتیں مضارع کے عین کلمہ میں بھی داخل ہو جائیں، تو پس ضَرَبَ کے تین ابواب سے تین ابواب مزید حاصل ہو گئے اور اس طرح کل نو ابواب بن گئے، مگر دو باب کہ ایک ماضی میں کسرہ کے ساتھ اور مضارع میں ضمہ کے ساتھ وہ خارج ہو گیا ضمہ اور کسرہ کا جمع ہونا لازم نہ آئے۔ اور فعل یفعل ماضی عین کلمہ کے ضمہ اور کسرہ اور فتحہ کے ساتھ مضارع میں سے (نو ابواب میں سے) باقی چھ رہ گئے۔

باقی رہی یہ بات کہ سِتَّةٌ یہاں پر ترکیب میں مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ اور یہ بات اس کے منافی نہیں ہے نکرہ موصوفہ مبتداء بن رہا ہے۔ اس لیے سِتَّةٌ کی تقدیر عبارت ہے۔ سِتَّةٌ مِنْ خَمْسٍ وَثَلَاثِیْنَ.

ضَرَبَ یَضْرِبُ: یعنی یہ باب ماضی میں عین کلمہ کے فتحہ اور مضارع میں عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

قَتَلَ یَقْتُلُ: یہ باب ماضی میں عین کے فتحہ اور مضارع میں عین کلمہ کے ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

عَلِمَ يَعْلَمُ: یہ باب ماضی میں عین کلمہ کے کسرہ اور مضارع میں عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

دَعَائِمُ: یہ جمع ہے دعامة کی اور وہ گھر کے ستون کو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں پر بمعنی اصل یا جڑ کے معنیٰ ہے۔

مزید یہ کہ پہلے تین ابواب کو باقی ابواب کی اصل (جڑ) قرار دیا اس لیے کہ ماضی جب معنیٰ میں مضارع کے مخالف تھی تو لازم ہوا کہ ان کے الفاظ میں بھی اختلاف ہو۔ تاکہ معنیٰ کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور مطابقت کلام کے اندر اصل ہے اس وجہ ان کو اصول کہا گیا ہے۔

كَثْرَتُهُنَّ: یہاں سے اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تینوں ابواب کثرت کے ساتھ کلام عرب میں استعمال ہوتے اور باقی اتنے زیادہ استعمال نہیں ہوتے اس لیے کہ غیر اصل کلام عرب میں بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔

مَجِيْئُهُ: سے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ان کے اصل نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تین ابواب حرف حلقی کے ساتھ ہی آتے ہیں، گویا کہ یہ حروف حلقی کے محتاج ہوتے ہیں، اور یہ بات مسلم ہے کہ جو چیز محتاج ہو وہ اصل کہلانے کے لائق نہیں اور اس بات کی قلت کی طرف اشارہ ہے کہ جب ماضی اور مضارع کے عین کلمہ کی فتحہ حرف حلقی پر توقف (وقف) کیا جائے تو یہ قلیل ہو جائیں گے۔ تو اس وجہ سے بھی ان کو قلیل الاستعمال کہا۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس باب کا عین یا لام کلمہ حروف حلقی میں سے ہونے کے ساتھ مقید ہے اور مقید جو ہے فرع ہے۔ مطلق کی۔

اَمَّا رَكَنَ يَرْكَنُ: یہ مثال لا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہاں اگر کوئی حرکات میں تو اس کی طرح ہو لیکن اس میں حروف حلقی میں سے کوئی حرف نہ ہو تو وہ اس حکم میں نہ ہوگا بلکہ اس کے لغات متداخلہ میں سے ہونے کی وجہ سے شاذ کہیں گے۔

اَلْمُتَدَاخِلَةُ: تداخل کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور تقدیری۔ پس تداخل جو ہے وہ وہی

ہے کہ جو رَکَنَ یَرْکَنُ میں آیا ہے اس لیے کہ یہ ماضی میں فتحہ اور مضارع ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور ماضی میں عین کلمہ کے کسرہ اور مضارع فتحہ کے ساتھ آیا تو پس ماضی کو اول قسم سے اور مضارع کو دوسری قسم سے لے لیا گیا۔ اور جبکہ تداخل تقدیری جیسے اَبٰی یَابٰی ہے کہ یہ کسی دوسری لغت میں نہیں پایا گیا، لیکن ممکن ہے کہ اس میں تو ہم کیا گیا ہو کہ شاید یہ کسی دوسری لغت میں استعمال ہوا ہو رکن یرکن کی طرح تو پس یہ تداخل تقدیری کہلائے گا۔

یہاں مثالیں لانے کی غرض یہ ہے کہ ان میں سے پہلی مثال تداخل کے قبیل سے ہے اور دوسری مثال شاذ کے قبیل سے ہے، کیونکہ تداخل کا مفہوم آپ سمجھ چکے ہیں، کہ ماضی کو ایک باب سے اور مضارع کو کسی دوسرے بارے سے لے کر کوئی تیسرا باب بنالیا جائے۔ پس گویا کہ کتاب میں دی گئی کلام میں لف نشر غیر مرتب ہے۔

فَمِنْ لُغَاتِ بَنِی: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ بَقٰی یَبْقٰی وغیرہ کس قبیل سے ہیں کیونکہ نہ ان کو شاذ کہا اور نہ ان کو متداخلہ کہا۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بنی طے کی لغت سے ہیں، اس لیے کہ وہ ماضی میں یاء سے ماقبل کسرہ کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ تو اس وجہ سے بَقٰی یَبْقٰی ہو گیا۔ باقی جو عبارت میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ کسرہ سے اعراض کر کے فتحہ کی طرف گئے ہیں یہ کسی نے اپنے خیال کے مطابق کہی ہے۔

لَا یَدْخُلُ: یہاں سے باب کَرُمَ یَکْرُمُ کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ بھی ان تین ابواب کی اصل میں شامل نہیں ہے اس لیے اس کے عین کلمہ کی حرکات میں کوا ختلاف نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ قلیل الاستعمال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تو صرف اور صرف طبائع کی کیفیت بتانے اور نعوت کو ذکر کرنے کے لیے آتا ہے اور نعت اور صفت کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان میں پہلا یعنی نعت صرف مدح میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرا یعنی صفت اسی کے اندر ہوتی ہے ان دونوں اور ذم کے مابین نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔

نعت کی تعریف بعض حضرات نے یوں بھی کی ہے کہ نعت وہ صفت کہ جو موصوف سے اس کے اختیار کے ساتھ صادر نہ ہو۔ اور آنکھوں سے مثل جسامت اور لمبائی اور ان دونوں کے علاوہ چیزوں کی طرح پہچانی جاتی ہو۔

طبائع: یہ طبیعة کی جمع ہے اور یہ وہ اوصاف ہیں کہ جو موصوف سے اس کے اختیار کے ساتھ صادر ہوتے ہیں اور آنکھوں کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتیں بلکہ دل کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، جیسے کرامت اور بہادری۔

لِقِلَّتِهِ: یہ قلت کا لفظ باب حَسِبَ يَحْسِبُ کے متعلق ہے کہ یہ باب بھی ان ابواب میں شامل نہیں جن کو اصل کہا گیا ہے، اور اس کا شامل نہ ہونا کسی سب سے نہیں بلکہ اس کے قلت استعمال کی وجہ سے ہے، حالانکہ اس کی حرکات میں اختلاف نہیں۔

اِدْعَوٰی: اصل میں اِدْعَوَوَ تھا، آخر میں دو واؤ مفتوحین کے ساتھ تو دوسری واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اس لیے کہ ہر وہ واؤ جو کہ چوتھی جگہ پر واقع ہو اور وہ اصلی نہ ہو بلکہ زائدہ ہو اور اس کا ماقبل مضموم بھی نہ ہو تو اس واؤ کو یاء سے بدل دیا جاتا ہے، تو یہ بھی اسی طرح اِدْعَوَیَ ہو گیا۔ پھر اس یاء کو متحرک ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مفتوحہ ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا، تو یہ اِدْعَوٰی کے بعد اس کا ادغام نہیں کیا گیا کیونکہ اب حروف کی جنسیت ایک نہیں رہی تھی۔ اور بدلنے سے پہلے بھی ادغام نہیں کیا گیا کیونکہ وہاں اعلال کی شرائط پائی جاتی تھیں اس لیے اعلال کی شرائط پائی جاتی تھیں، اس لیے اعلال کو اختیار کیا۔

وَاحِدًا لِلرُّبَاعِي: اس کو لانے کی غرض یہ بات بتانا مقصود ہے کہ رباعی مجرد کا صرف ایک ہی باب ہے، اس لیے صرفیوں نے اس کا ایک باب ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جب اس کے حروف زیادہ ہوگئے تو انہوں نے خفت کی غرض سے اس میں فتحات کا التزام کیا یعنی سب حروف پر فتحہ کی حرکت دے دی تو پس اس میں تعدد یعنی مزید ابواب بنانے کی کوئی مجال باقی نہ رہی اور تعدد صرف حرکات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے، پھر جب ان کے کلام میں چار حرکات لگاتار نہیں تھیں تو انہوں نے دوسرے حرف کو

ساکن کر دیا، اس لیے کہ اس حرف کے علاوہ میں اسکان مانع ہے جو کہ مخفی نہیں ہے۔

ثَلٰثَةٌ: یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ انہوں نے اس سے زیادہ ابواب کو وضع ہی نہیں کیا یعنی صرف تین ہی ابواب بنائے تخفیف کی غرض کی وجہ سے اس لیے کہ تخفیف صرف انہی تین کے علاوہ حاصل نہ ہو سکتی تھی تو اس وجہ سے انہوں نے اس سے زیادہ اوزان ابواب کو وضع نہیں کیا۔ اور مزید فیہ بنانے کے لیے بھی انہوں نے کوئی خاص ردو بدل نہیں، پس شروع میں ایک حرف تاء کو زائد کر دیا جیسے تَدَحْرَجَ یا دو حروف زائد کیے جیسے اِحْرَنْجَمَ اور اِقْشَعَرَّ کہ اس سے زیادہ تا کہ وہ اعتدال سے نہ نکل جائے اور جن میں دو حروف زائد کیے گئے ہیں، ان کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ وہ دو ہیں، پس وہی دونوں غالب ہیں۔

لِمُلْحَقِ دَحْرَجَ: لغت میں الحاق اندر پہنچنے یا اندر پہنچانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں الحاق کہتے ہیں کہ کسی کلمہ میں کسی حرف کو زائد کرنا تا کہ وہ وزن میں دوسرے کلمہ کے برابر ہو جائے اس وجہ سے کہ جو معاملہ ملحق بہ کے ساتھ ہے وہ معاملہ ملحق کے ساتھ بھی کیا جا سکے۔

شَمْلَلَ: اس میں لام کو زیادہ کیا گیا ہے تو اس وجہ سے یہ ملحق ہے۔

حَوْقَلَ: نے فاء اور عین کلمہ کے درمیان واؤ زیادہ کرنے کی وجہ سے ملحق ہے۔

بَيْطَرَ: یہ فاء اور عین کے درمیان یاء کو زائد کرنے کی وجہ سے ملحق ہے۔

جَهْوَرَ: یہ عین اور لام کے درمیان واؤ کو زیادہ کرنے کی وجہ سے ملحق ہے۔

قَلْسٰى: آخر میں واؤ کو زیادہ کرنے کی وجہ سے ملحق بنایا گیا ہے۔ اس کی اصل قَلْسَوَ تھی واؤ کو چوتھی جگہ پر فتحہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا گیا، پھر یاء متحرکہ کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا تو یہ قَلْسٰى ہو گیا۔

قَلْنَسَ: یہ عین اور لام کلمہ کے درمیان نون کو زیادہ کرنے کی وجہ سے ملحق ہے۔

تَجَلْبَبَ: یہ تَدَحْرَجَ کے ساتھ ملحق ہے شروع میں تا اور آخر میں باء کو زائدہ کرنے کی وجہ سے۔

تَجَوْرَبَ: یہ باب تَفَوْعَلَ سے ہے اور ملحق ہے شروع میں تاء اور فاء اور عین کلمہ

کے درمیان واؤ کو زیادہ کرنے کی وجہ سے۔

تَشَيْطَنَ: یہ بھی ملحق بِتَدَحْرَجَ ہے شروع میں تاء اور فاء اور عین کلمہ کے درمیان یاء کو زیادہ کرنے کی وجہ سے۔

تَرَهْوَكَ: یہ تَدَحْرَجَ کے ساتھ ملحق ہے یعنی شروع میں تا اور عین اور لام کلمہ کے درمیان واؤ اور اس کا وزن تفوعل ہے۔

تَمَسْكَنَ: یہ بھی تَدَحْرَجَ کے ساتھ ملحق ہے یعنی شروع میں تاء اور متصل بعد میم اور اس کا وزن ہے تَمَفْعَلَ۔

نَحْوُ اِقْعَنْسَسَ: یہ اِحْرَنْجَمَ کے ساتھ ملحق ہے، شروع میں ہمزہ اور عین اور لام کلمہ کے درمیان نون اور آخر میں سین کو زیادہ کرنے کی وجہ سے اور اس کا وزن اِفْعَنْلَلَ ہے۔

اِسْلَنْقٰى: یہ بھی اِحْرَنْجَمَ کے ساتھ ملحق ہے، شروع میں الف اور عین اور لام کلمہ کے درمیان نون کو زیادہ کرنے سے اور آخر میں یاء کو لانے کی وجہ سے اس کا وزن اِفْعَنْلٰى ہے، اس کی اصل اِسْلَنْقَيَ ہے یاء کو متحرک ہونے اور ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا تو اِسْلَنْقٰى ہو گیا۔

مِصْدَاقُ: یہاں سے الحاق کے مصداق کی تعریف کر رہے ہیں کہ الحاق کا مصداق کیا ہے اور ساتھ اس کے مثالوں کے ساتھ وضاحت بھی کر رہے ہیں۔ الحاق کا مصداق یہ ہے کہ دو مصادر کا آپس میں متحد ہونا پس شَمْلَلَ دَحْرَجَ کے ساتھ ملحق ہے نہ کہ اَخْرَجَ کے ساتھ اس لیے کہ صرفیوں نے اَشْمَلَلْتُ شَمْلَالًا جس طرح کہ انہوں نے دَحْرَجْتُ دِحْرَاجًا کہا ہے، جبکہ اَخْرَجَ کا مصدر دِحْرَاجًا کی طرح نہیں آتا۔

اگر آپ یوں کہیں کہ انہوں نے اَخْرَجَ اِخْرَاجًا کہا ہے، جس طرح کہ انہوں نے دَحْرَجَ دِحْرَاجًا کہا ہے کہ تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس میں مقصود فَعْلَلَةٌ کے وزن کا اعتبار ہے نہ کہ اس کے اطراد اور فَعْلَلَ کی تمام صورتوں میں عموم کا اعتبار ہے، یعنی صرف وزن ہی بنا دینا شرط نہیں بلکہ دو مصدروں کا آپس میں کچھ لفظی اتحاد بھی پایا جائے۔ مثلاً آپ دیکھیں دَحْرَجَ سے مضارع يُدَحْرِجُ آتا ہے جبکہ اَخْرَجَ سے

مضارع يُخْرِجُ آتا ہے، اب آپ خود ہی بتائیں دونوں کا اتحاد کہاں پایا گیا اور جبکہ فِعْلَال اس کا اس کے ساتھ کو اعتبار نہیں مزید یہ کہ وہ غیر مطرد طور پر اس میں داخل کیا گیا ہے، تو یقیناً انہوں نے قَحطاباً اور عَرباداً نہیں کہا بلکہ قحطبةً اور عربدةً کہا ہے۔

اَلْمَصْدَرَيْنِ: مصدرین سے مراد مصدر ملحق اور مصدر ملحق بہ ہے۔ الحاق کے لیے دو مصدروں کے متحد ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اس لیے کہ مصدر اصل ہے تو پس جب اتحاد پایا گیا ان دونوں کے درمیان تمام گردانوں میں ضروری طور پر اور یہی چیز ضروری ہے، جیسے بَيْطَرَ، يُبَيْطِرُ، بَيْطَرَةً، دَحْرَجَ، يُدَحْرِجُ، دَحْرَجَةً کے طریقے پر ہے دونوں مصدروں کے متحد ہونے کے اعتبار سے پس اگر یہی اتحاد ان کے غیر میں بھی پایا گیا تو وہ بھی ان کے ساتھ ملحق متصور ہوگا، اور جب دو لفظوں کے درمیان اتحاد پایا گیا بغیر مصدر کے تو ان کی وجہ سے مصدر میں اتحاد لازم نہیں آتا، جیسے اَكْرَمَ يُكْرِمُ یقیناً یہ دَحْرَجَ يُدَحْرِجُ کے وزن پر ہے لفظوں کے اعتبار سے لیکن مصدر کے اعتبار سے متحد نہیں اس لیے کہ يُكْرِمُ کی اصل يُؤَكْرِمُ اِكْرَاماً ہے، پس یہ یقیناً دَحْرَجَةً کے وزن پر نہیں ہے اور مزید یہ کہ اس کا اعتبار دَحْرَجَ کے مصدر دِحْرَاجاً کے ساتھ الحاق کے لحاظ نہیں کیا گیا اس لیے کہ اس کا اتحاد جو ہے وہ غیر مصدر میں پایا گیا اس لیے کہ دونوں مصدروں میں متحقق نہیں ہے اور نہ ہی یہ ملحق ہوگا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

دعائم الابواب ابواب کی اصل یا جڑ۔ **اختلاف الحرکات** حرکات کا بدلنا۔ **انعدام** منعدم ہونا۔ **متداخلہ** باہم گھل مل جانے والی اشیاء۔ **الطبائع** جمع ہے **طبعية** کی۔ **النعوت** جمع **نعت** کی۔ **منشعبة** زیادتی شدہ۔ (جس میں کسی چیز کو بڑھا دیا گیا) **قطع** ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ **احتقر** بور کھنا، حقیر ہونا، **استخرج** نکالنا **اخشوشن** کھردرا ہونا۔ **اجلوذ** تیز چلنا یا دوڑنا۔ **احماد** سرخ ہونا۔ **شَمْلَلَ** سیر میں تیزی یا جلدی کرنا۔ **حوقل** سخت بوڑھا ہونا۔ **بیطر** جانور کا علاج کرنا۔ **قلسي** قے کرنا۔ **قلنس** ٹوپی پہننا۔ **تجلبب** چادر اوڑھنا۔ **تجورب** جراب پہننا۔

فَصْلٌ فِي الْمَاضِي

((وَهُوَ يَجِيءُ عَلَى اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَجْهًا نَحْوُ ضَرَبَ اِلَى ضَرَبْنَا اِنَّمَا بُنِيَ الْمَاضِي لِفَوَاتِ مُوْجِبِ الْاِعْرَابِ وَعَلَى الْحَرْكَةِ لِمُشَابِهَتِهِ الْاِسْمِ فِي وُقُوعِهِ صِفَةٌ لِلنَّكِرَةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبْ وَعَلَى الْفَتْحِ لِاَنَّهُ اَخُ السُّكُوْنِ لِاَنَّ الْفَتْحَةَ جُزْءُ الْاَلِفِ وَلَمْ يُعْرَبْ لِاَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ لَمْ يَاْخُذْ مِنْهُ الْعَمَلُ بِخِلَافِ الْمُضَارِعِ لِاَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ اَخَذَ مِنْهُ الْعَمَلَ فَاُعْطِيَ الْاِعْرَابُ لَهُ عِوَضًا عَنْهُ اَوْ لِكَثْرَةِ مُشَابَهَتِهِ يَعْنِي يُعْرَبُ الْمُضَارِعُ لِكَثْرَةِ مُشَابَهَتِهِ لَهُ وَبُنِيَ الْمَاضِيْ عَلَى الْحَرْكَةِ لِقِلَّةِ مُشَابَهَتِهِ لَهُ وَبُنِيَ الْاَمْرُ عَلَى السُّكُوْنِ لِعَدَمِ مُشَابَهَتِهِ لَهُ وَزِيْدَتِ الْاَلِفُ وَالْوَاوُ وَالنُّوْنُ فِي آخِرِهٖ حَتّٰى يَدْلُلْنَ عَلٰى هُمَا وَهُمُوْا وَهُنَّ وَضَمُّ الْبَاءُ فِي ضَرَبُوْا لِاَجَلِ الْوَاوِ وَبِخِلَافِ رَمَوْا لِاَنَّ الْمِيْمَ لَيْسَتْ بِمَا قَبْلَهَا وَضَمَّ فِي رَضُوْا وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الضَّادُ بِمَا قَبْلَهَا حَتّٰى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْكَسْرِةِ اِلَى الضَّمَّةِ وَكُتِبَ الْاَلِفُ فِي ضَرَبُوْا لِلْفَرْقِ بَيْنَ وَاوِ الْعَطْفِ وَا وِالْجَمْعِ فِي مِثْلِ حَضَرَ وَقَتَلَ وَقِيْلَ لِلْفَرْقِ بَيْنَ وَاوِ الْجَمْعِ وَ وَاوِ الْوَاحِدِ فِي مِثْلِ لَمْ يَدْعُوْ وَلَمْ يَدْعُوْا))

فصل ماضی کے بیان میں

''اور وہ (ماضی) چودہ صورتوں پر آتی ہے۔ جیسے ضَرَبَ سے ضَرَبْنَا تک یعنی کل چودہ صیغے ہیں سوائے اس کے کہ ماضی جو ہے معرب کی مشابہت کو ختم کرنے کے لیے اور اس حرکت پر کہ بنایا گیا ہے کہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہت ہے۔ نکرہ کے لیے صفت واقع ہونے میں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبْ یعنی گذرا میں ایسے آدمی کے پاس

سے کہ جس نے مارا اور مارنے والا ہے۔'' اور اس ماضی کو مبنی پر فتحہ بنایا گیا ہے، اس لیے کہ فتحہ سکون کا بھائی ہے اس لیے کہ فتحہ الف کا جز ہے اور اس کو معرب نہیں بنایا گیا، اس لیے کہ اسم فاعل اس سے عمل کو نہیں پکڑتا۔ بخلاف مضارع کے اس لیے اسم فاعل نے اس سے عمل لے لیا ہے، پس اس کو اس کا ہی اعراب دے دیا گیا، عوض میں اس عمل کی وجہ سے یا مضارع کے ساتھ زیادہ مشابہ ہونے کی وجہ سے یعنی مضارع کو معرب بنایا گیا ہے۔ اسم فاعل کے ساتھ مشابہت کی کثرت کی وجہ سے اور ماضی کو مبنی بر فتحہ بنایا گیا اس لیے کہ جو اس مشابہت کی قلت کی وجہ سے اسم فاعل کے ساتھ کہ جو اس اسم فاعل کو فعل مضارع کے ساتھ ہے، اور امر (مخاطب) حالت سکون میں بنایا گیا، اس کی مشابہت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور الف واؤ اور نون کو اس کے آخر میں زیادہ کیا گیا، یہاں تک (تاکہ) وہ دلالت کریں هُمَا، هُمْوْا اور هُنَّ پر اور ضَرَبُوْا میں باء کو واؤ کی وجہ سے ضمہ دے دیا گیا، بخلاف رَمَوْا کے اس لیے کہ یہاں پر میم اس واؤ کا ماقبل نہیں ہے کہ اور رَضُوْا میں ضاد کو ضمہ دیا گیا ہے۔ اگر چہ یہاں ضاد بھی اس واؤ کا ماقبل نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج (نکلنا) لازم نہ آئے اور ضَرَبُوْا کے آخر میں الف لکھی گئی واؤ عاطفہ اور واؤ جمع کے مابین فرق کرنے کے لیے جیسے کہ حضر، قتل اور قتل کی مثالوں میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ واؤ جمع اور واؤ واحد کے مابین فرق کرنے کے لیے آخر میں الف کو لایا گیا ہے، جیسے لَمْ يَدْعُوْ اور لَمْ يَدْعُوْا (ان میں سے پہلا لم یدعو واحد کا اور دوسرا لم یدعوا جمع کا صیغہ ہے۔

تشریح: اَرْبَعَةَ عَشَرَ: اس لیے کہ وہ ماضی یا تو غائب کے لیے ہوگی یا مخاطب کے لیے یا متکلم کے لئے اور ان میں سے ہر ایک مذکر ہوگا یا مؤنث اور ان میں سے ہر ایک یا واحد ہوگا یا تثنیہ یا جمع ہوگا۔ اب غائب، مخاطب اور متکلم میں سے ہر ایک میں تین ہوں گے۔ تو کل پندرہ بنتے ہیں، لیکن جمع متکلم مع الغیر سوائے واحد اور تثنیہ کے نہیں آتا چونکہ وہ تثنیہ میں شامل ہونے کی وجہ گر جاتا ہے تو چودہ قسمیں باقی رہ گئیں۔

اِنَّمَا بُنِيَ الخ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ ماضی
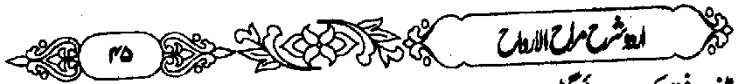
مبنی بر فتحہ کیوں بنائی گئی۔

موجب الاعراب: موجب سے مراد یہاں پر مشابہت تامہ ہے جو کہ فاعلیت مفعولیت اور اضافہ کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی اگر اسی طرح ہو تو یہ لازم نہیں آئے گا، مضارع مبنی ہو معرب کی مشابہت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے۔

صِفَةً: یہاں سے یہ بات بتانا چاہ رہے ہیں کہ جس طرح اسم فاعل نکرہ کی صفت واقع ہوتا ہے اسی طرح ماضی بھی نکرہ کے لیے صفت واقع ہوتی ہے۔

عَلَى الْفَتَحِ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ تھا کہ ماضی کو مبنی بر ضمہ اور کسرہ کے بغیر کیوں بنایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ماضی کو مبنی بر فتحہ اس لیے بنایا گیا کہ فتحہ سکون کا بھائی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ فتحہ الف کا جز ہے۔ اس لیے ضمہ اور کسرہ سے نہ بنایا۔

اَخُ السکون: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ آپ نے آخر آپ ان دو باتوں کی وجہ سے فتحہ کو اختیار کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فتحہ اور سکون کے مابین مناسبت ہے۔ اور الف اور سکون کے مابین بھی مناسبت ہے اس لیے کہ الف کو سکون لازم ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے تو پس فتحہ اور سکون کے مابین سکون مناسب ہے اور اس وقت یہ سکون متعذر ہو جاتا ہے کہ جب اصل کے ساتھ حرکات میں عمل کرنا یقینی ہو اور پھر اس وقت صرف امکان کی طرف آدمی پھر جائے تو یہ درست نہیں۔

الفتح جزء الالف: یہاں سے فتحہ کو الف کا جز ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ اس کو الف کا جز کیوں گیا اس کا حاصل اور جواب یہ ہے کہ اس لیے سکون ہمیشہ الف کو لازم ہے۔ تو پس جو چیز الف کا جز ہے وہ سکون کا بھائی بھی ہوگا اس لیے کہ جز منزل کل کے ہی ہوتا ہے۔

وَلَمْ يُعْرَبْ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں کہ ماضی کو اسم فاعل کے مشابہ کیوں بنایا گیا۔ اس کو معرب کیوں نہ بنایا گیا اور اس کے مضارع کو معرب کیوں نہ بنایا گیا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صرف مشابہت ہی فعل کے معرب

ہونے میں کافی نہیں ہے بلکہ اس میں ایک دوسری شرط بھی ضروری ہے وہ یہ کہ یا تو وہ اسم معرب وہ جو فعل اس کے مشابہہ ہے اس سے عمل کو حاصل کرے گا یا یہ کہ مشابہت تامہ ہوگی۔ پس اگر پہلی بات پائی جائے تو ماضی معرب نہیں، اس سے عمل کی نفی ہونے کی وجہ سے بخلاف مستقبل کے پس یہ شرط اسی کی وجہ سے ہے اور اگر دوسری شرط پائی جائے تو ماضی بھی معرب نہیں ہوگی بوجہ اس کے منتفی ہو جانے کے اس سے بخلاف مستقبل کے اور اسی کی طرف انہوں نے اپنے قول ولکثرۃ مشابھۃ سے اشارہ کیا ہے۔

مِنۂ: یعنی ماضی سے اسم فاعل کوئی عمل حاصل نہیں کرتا پس اس عمل کے عوض کے کوئی اعراب بھی نہیں دیا گیا تو پس ماضی کو معرب نہیں بنایا گیا۔

لِکَثْرَۃِ مُشَابِھَۃِ: اس سے مراد یہ ہے کہ حرکات، سکنات اور اس کا وقوع نکرہ کے لیے صفت اور مبتدا کی خبر اور لام ابتدائیہ کا داخل ہونا۔

لِقِلَّۃِ مُشَابِھَتِہٖ: سے ایک سوال کا مقدر کا جواب دے رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ اصل مبنی ہونے (بناء) میں سکون ہی ہے، تو مناسب یہ تھا کہ اس کو مبنی بر سکون بنایا جاتا، تو لقلۃ سے اس کا جواب دیا کہ اس کی قلت مشابہت کی وجہ سے مبنی بر فتحہ بنایا ہے۔

زِیْدَتْ: یہاں سے ماضی کے استعمال کی کیفیت کو بیان کرنے میں شروع ہو رہے ہیں کہ ضَرَبَ کے آخر میں الف کو زائد کیا گیا جب اس سے تثنیہ مذکر کا ارادہ کیا گیا یا تثنیہ مؤنث کا ارادہ کیا گیا تو ضَرَبَا اور ضَرَبَتَا ہو گیا اور جب جمع مذکر کا ارادہ کیا گیا تو اس کے آخر میں واؤ کو زائد کر دیا ضَرَبُوْا ہو گیا اور جب جمع مؤنث کا ارادہ کیا تو ضَرَبَ کے آخر میں نون علامت جمع مؤنث کو لائے تو ضَرَبْنَ ہو گیا۔

فِی آخِرِہٖ: یعنی ماضی کے آخر میں واحد کی ضمیر غائب نہیں ہوتی مگر وہ مستتر ہوتی ہے، نحو زید ضرب ای ھو وھند ضربت ای ھی، بخلاف تثنیہ اور جمع کے پس وہ یقیناً ان دونوں پر دلالت نہیں کرتی تو پس ضرورت محسوس کی گئی کسی چیز کے زائد کرنے کی کہ جو فاعل کی ضمیر پر دلالت کرے۔

لِاَجْلِ الواوِ: یعنی واؤ کی مناسبت کی وجہ سے پس اس لیے کہ وہ شفوی ہے۔ تو اس

کے ماقبل کی حرکت کو انہوں نے اس کی جنس سے بنا دیا۔ اور وہ حرکت ضمہ شفوی ہے، اس لیے کہ جنس جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔

بخلاف: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ سوال یہ ہے کہ مناسب یہ تھا کہ واؤ کی وجہ سے رموا میں میم کو ضمہ دیا جاتا جس طرح کہ ضربوا میں دیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ضربوا میں باء پر ضمہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے متصل بعد واؤ ہے جب کہ رموا میں میم کے متصل بعد واؤ نہیں بلکہ ی تھی جو کہ حذف ہوگئی ہے اس لیے ضمہ نہیں دیا۔

لِاَنَّ: اس کی مزید وضاحت فرمارہے ہیں کہ رَمَوْا میں واؤ کا ماقبل میم نہیں بلکہ ی ہے جو کہ حذف ہوگئی ہے اصل میں تھا رَمَیُوْا تو یا متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا اب التقائے ساکنین ہوا درمیان الف اور واؤ تو اول ساکن مدہ الف تھا تو اس کو گرا دیا واؤ کو اس وجہ سے حذف نہیں کیا کہ وہ علامت ہے اور علامت کے متعلق اصول یہ ہے کہ **اَلْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ** تو یہ رَمَوْا ہوگیا۔

ضُمَّ فی رضوا: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ رضوا میں بھی ضاد واؤ سے پہلے حقیقۃً نہیں ہے اس لیے کہ اصل میں رضیوا تھا۔ تو یہاں بھی مناسب یہی تھا کہ رموا کی طرف ضمہ نہ دیا جاتا۔

جواب ترجمے میں آچکا ہے۔

لَا یَلْزَمُ: یہ بات بتانا مقصود ہے کہ اگر رضوا میں ضاد کو کسرہ کی حالت میں چھوڑ دیتے اور ضمہ نہ دیتے جس طرح کہ رموا میں میم کی کو فتحہ کی حالت میں چھوڑا اور اس کو ضمہ نہیں دیا کسرہ تحقیقیہ سے ضمہ تقدیریہ کی طرف خروج کے لازم آنے کی وجہ سے اور یہ بات ان کے نزدیک ناپسند ہے کہ جس طرح کسرہ تحقیقیہ سے ضمہ تحقیقیہ کی طرف خروج ناپسند ہے۔

مِنَ الْکَسْرَةِ: پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ فساد فتحہ کے ساتھ مرتفع ہو جاتا ہے، بایں طور کہ کہا جائے کہ رَضَوْا جیسا کہ رَمَوْا میں کہا۔ اس کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ

بات آپ کی بالکل درست ہے لیکن یہ ایک یقینی بات ہے کہ ضمہ واؤ کے زیادہ مناسب ہے۔

اِلَى الضَّمَّةِ: یعنی ضمہ تقدیر یہ اس لیے کہ واؤ دو ضموں سے مرکب ہے۔ پس وہ اس کے قائم مقام ہوئی اور اس صورت میں علامت کا تبدیل ہونا لازم آئے گا۔ اگر واؤ یا سے بدل جائے اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یا کسی ایک کے ساتھ ملتبس ہونے کی وجہ سے۔

كُتِبَ الْاَلِفُ: یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا وہ سوال یہ ہے کہ کس فائدہ کے لیے الف ضربوا کے آخر میں لکھی گئی ہے حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اس لیے کہ جمع کا مفہوم تو صرف واؤ سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

واؤ الجمع: یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ واؤ جمع تو متصل لکھی جاتی ہے، جیسے ضربوا، نصروا، کتبوا، قتلوا اور واؤ عاطفہ الگ لکھی جاتی ہے تو فرق صاف ظاہر ہے تو اس واؤ کے بعد الف کو زائد کرنے کی کون سی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ واؤ جمع کبھی جدا بھی لکھی جاتی ہے، جیسے حضروا اور نصروا پس اس دوران فارق (جدا کرنے والی چیز) کا ہونا ضروری تھا تو اسی وجہ سے طرداللباب باقی مثالوں میں یہی حکم لگا دیا گیا۔

لِلْفَرق: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں سوال کیا جائے کہ آپ کو اس تکلف کی طرف کس چیز نے مدعو کیا اس لیے کلمہ لَمْ جب جمع میں داخل ہوا تو نون کو ساقط کر دیا تو وہ لم یدعوا ہو گیا اور جب اس کو واحد میں داخل کیا گیا تو اس میں بھی واؤ گر گئی تو وہ لم یدع ہو گیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہاں لَمْ سے احتراز اس لَمْ سے ہے کہ جو واحد میں آتا ہے، تیرے قول لِمَ یَدْعُوْا کے ساتھ۔ پس اگر یوں ہا جائے کہ فرق اعجام (اعراب نہ لگانے) کے ساتھ بھی حاصل ہو سکتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اعجام بہت مرتبہ (اکثر اوقات) چھوڑ دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے عمرو کے ساتھ واؤ لکھی جاتی ہے تاکہ عمر کے ساتھ التباس نہ ہو۔

مثل لَمْ یَدْعُوْ: یہ مثال اس وجہ سے لائے ہیں کہ یہ اس شخص کے نزدیک ہے کہ

جس کے نزدیک صرف جازم فعل کے آخر سے حرف علت کو ساقط نہیں کرتا اور اس کے غیر میں بھی طرد اللباب لکھی جاتی ہے اور یہ بات شعر کے قول میں بھی آئی ہے۔

هجوت زبان ثم جئت معتذرا

من هجو زبان لم تهجو ولم تدع

حيث اثبت الواو في لم تهجوا

مشکل الفاظ کے معانی:

اربعة عشر چودہ۔ موجب الاعراب معرب ہونے کے مشابہ۔ علی الحرکة بنی برفتحہ مراد ہے۔ اخ السکون سکون کا بھائی۔ جزء الالف الف کا حصہ۔ عوضاء بدلے میں۔ للکثرۃ زیادتی۔ لقلة کمی۔ الخروج نکلنا خارج ہونا۔

((وَجُعِلَتِ التَّاءُ عَلَامَةً لِلْمُؤَنَّثِ فِي ضَرَبَتْ لِاَنَّ التَّاءَ مِنَ الْمَخْرَجِ الثَّانِي وَالْمُؤَنَّثُ اَيْضًا ثَانٍ فِي التَّخْلِيْقِ وَهٰذِهِ التَّاءُ لَيْسَتْ بِضَمِيْرٍ كَمَا يَجِيْءُ وَاُسْكِنَتِ الْبَاءُ فِي مِثْلِ ضَرَبْنَ وَضَرَبْتِ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ اَرْبَعُ حَرَكَاتٍ مُتَوَالِيَاتٍ فِيْمَا هُوَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى ضَمِيْرِهٖ بِغَيْرِ التَّاكِيْدِ فَلَا يُقَالُ ضَرَبْتُ وَزَيْدٌ، بَلْ يُقَالُ ضَرَبْتَ اَنْتَ وَزَيْدٌ بِخِلَافِ ضَرَبْتَا لِاَنَّ حَرَكَةَ التَّاءِ فِيْهِ فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ وَمِنْ ثَمَّ يَسْقُطُ الْاَلِفُ فِي رَمَتَا لِكَوْنِ التَّحْرِيْكِ عَارِضًا اِلَّا فِي لُغَةٍ رَدِيَّةٍ يَقُوْلُ اَهْلُهَا رَمَاتَا وبِخِلَافِ مثل ضَرَبَكَ لِاَنَّهٗ لَيْسَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ لِاَنَّ ضَمِيْرَهٗ ضَمِيْرٌ مَنْصُوْبٌ وَ بِخِلَافِ هُدَبِدٍ لِاَنَّ اَصْلَهٗ هُدَابِدٌ ثُمَّ قُصِرَ كَمَا فِي مُخِيْطٍ اَصْلُهٗ مِخْيَاطٌ وَحُذِفَتِ التَّاءُ فِي ضَرَبْنَ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعُ عَلَامَتَا التَّانِيْثِ كَمَا فِي مُسْلِمَاتٍ وَاِنْ لَمْ تَكُوْنَا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ لِثِقْلِ الْفِعْلِ بِخِلَافِ حُبْلَيَاتٍ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَّةِ وَسُوِّيَ بَيْنَ تَثْنِيَتَي الْمُخَاطَبِ وَالْمُخَاطَبَةِ وَبَيْنَ الْاَخْبَارَاتِ لِقِلَّةِ الْاِسْتِعْمَالِ فِي التَّثْنِيَةِ وَوَضْعِ

الضَّمَائِرِ لِلْاِيْجَازِ وَعَدَمِ الْاِلْتِبَاسِ فِي الْاَخْبَارَاتِ وَزِيْدَتِ الْمِيْمُ فِي ضَرَبْتُمَا حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِاَلِفِ الْاِشْبَاعِ فِي مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ))

اَخُوْكَ اَخُوْ مُكَاثَرَةٍ وَضِحْكٍ
وَحَيَّاكَ الْاِلٰهُ فَكَيْفَ اَنْتَا
فَاِنَّكَ ضَامِنٌ بِالرِّزْقِ حَتّٰى
تُوُفِّيَ كُلُّ نَفْسٍ مَا ضَمِنْتَا

''اور ضَرَبَتْ میں تاء کو مؤنث کی علامت بنایا گیا اس لیے تاء دوسرے مخرج سے ہے اور مؤنث بھی تخلیق میں دوسرا ہے اور یہ تاء ایسی ضمیر نہیں ہے کہ جس طرح کہ آخر میں ضمائر کی بحث میں آئے گا اور ضَرَبْنَ ضربت جیسے صیغوں میں باء کو ساکن کر دیا گیا تا کہ چار حرکات لگا تار جمع نہ ہوں اس جگہ میں کہ جو ایک ہی کلمہ کے حکم میں ہو اسی وجہ سے بغیر تاکید کے اس کی ضمیر پر عطف ڈالنا جائز نہیں ہے تو پس ضَرَبْتَ وَزَيْدٌ نہیں کہا جائے گا۔ ضَرَبْتَ اَنْتَ وَزَيْدٌ کہا جائے گا، بخلاف ضَرَبَتَا کے کہ اس میں تاء کی حرکت سکون کے حکم میں ہے، اسی وجہ سے رَمَتَا میں الف گر جاتی ہے حرکت کے عارضی ہونے کی وجہ سے مگر ضعیف لغت میں نہیں گرتی۔ جیسا کہ لغت ردیۃ (ضعیفہ) میں ہے کہ اس لغت کو اختیار کرنے والے رَمَاتَا کہتے ہیں رماتا اور بخلاف مثل ضَرَبَكَ کے۔ اس لیے کہ وہ ایک کلمہ کی طرح نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی ضمیر ضمیر منصوب ہے اور بخلاف هَدَبَدٍ کے کہ اس کی اصل هَدَابَدٍ ہے پھر قصر (کمی کی گئی) کیا گیا جیسا کہ مخیط میں کہ اس کی مخیاط ہے۔ اور ضَرَبْنَ میں تاء کو حذف کر دیا گیا تا کہ تانیث کی دو علامات اکٹھی نہ ہوں جیسا کہ مسلمات میں ہے، اگر چہ وہ دونوں ایک ہی جنس سے نہیں ہیں، فعل کے ثقل کی وجہ سے بخلاف حبلیات کے جنسیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ اور برابری کی گئی مذکر مخاطب اور مؤنث مخاطب (دونوں صیغوں) میں اور اخبارات میں تثنیہ میں قلت استعمال کی وجہ

سے۔ اور ضمیروں کا رکھنا ایجاز (اختصار) کی وجہ سے اور التباس نہ ہونے کی غرض سے ہے اخبارات میں اور ضربتما میں میم کو زیادہ کہا گیا تا کہ الف کے ساتھ اشباع کا التباس نہ ہو۔ شاعر کے قول کی مثل میں۔

تیرا بھائی کثرت فہم (بہت سمجھدار) اور ہنسی والا بھائی ہے۔ اور اللہ تجھے زندگی میں تو کیسے ہے۔ پس یقیناً تو ضامن ہے رزق کے ساتھ۔ یہاں تک ہر جی اپنا پورا رزق لے لے جب تک تو ضمانت دے۔"

تشرِیح: اَلتَّاءُ: اس تاء کو تانیث کی علامت خاص کرنے پر ایک سوال ہوتا ہے کہ تاء کو مؤنث کے ساتھ علامت کی زیادتی کے لیے کیوں خاص کیا گیا۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ زیادہ بھی فرع ہے اور مؤنث بھی فرع ہے، تو مناسب یہ ہے کہ فرع کو فرع کے ساتھ خاص کیا جائے۔

ضَرَبَتْ: اس تاء کو ساکن کیا گیا اس غرض سے کہ توالی اربع حرکات کی خرابی لازم نہ آئے۔

لِاَنَّ التَّاءِ: تاء کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ اول مخرج واؤ کا مخرج اس لیے کہ وہ دونوں ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اور تاء کا مخرج واؤ کے مخرج کے بعد ہے، تو پس تاء دوسرے مخرج سے ہوا۔

اَلثَّانِیْ: ثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تاء منہ کے درمیان سے ادا ہوتی ہے۔

اَلتَّخْلِیْق: یعنی پیدائش میں بھی مؤنث دوسرے نمبر ہے، بوجہ اس روایت کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرماتا تھا، پس تاء بھی دوسرے نمبر ہے اور مؤنث بھی دوسرے نمبر ہے۔ پس مناسب تھا کہ ثانی کو ثانی کے ساتھ لا دیا جائے۔ (دوسرے نمبر والے کو دوسرے نمبر والے کے ساتھ ملا دیا جائے)

لَیْسَتْ: یہاں سے تاء کے ضمیر نہ ہونے کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں کہ جب تم اس تاء ساکنہ کو فاعل ظاہر کے ساتھ جمع کرو گے تو پھر اس وقت یہ ضمیر نہیں ہوگی، جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ اور اس وقت یہ تاء ضمیر اس وجہ سے نہیں کہلائے گی کیونکہ ضمیر اس پر بھی کبھی مقدم نہیں

ہو سکتی۔

وَاُسْكِنَتِ الْبَاءُ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں کہ باء تو پہلے سے متحرک تھی تو پھر اس کو ضَرَبْنَ اور ضَرَبْتَ میں کیوں ساکن کر دیا گیا، اس کا جواب ترجمے میں گذر چکا ہے۔

كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ: ایک کلمہ ہونے کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ ضَرَبْتَ دو کلمے ہیں یعنی فعل اور علامت فاعل اور وہ فعل کا جزء ہے۔ فعل کے ساتھ زیادہ میلاپ ہونے کی وجہ سے اور اسی لیے ضَرَبْتَ وَزَيْدٌ نہیں کہا جائے گا، بغیر تاکید کے ورنہ کلمہ کے جز پر عطف اور ایک ہی کلمہ میں توالی اربع حرکات لازم آئے گا جو کہ ثقیل سمجھا جاتا ہے، پس ایسے ہی یہ ہر اس کلمہ میں ہوگا کہ جو ایک کلمہ کے حکم میں ہے تو اسی وجہ سے ضَرَبْتُ میں تاء کو ساکن کر دیا گیا۔

وَمِنْ ثَمَّ: یہاں سے عطف نہ ڈالنے کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ فعل بھی علامت کے ساتھ کلمہ واحدہ کے قائم مقام ہے۔

عَلٰى ضَمِيْرِهٖ: یعنی ضمیر مرفوع متصل نہ کہ منصوب اور مجرور اس لیے کہ ان دونوں پر عطف جائز ہے، بغیر کسی تاکید کے جیسے ضَرَبْتُكَ وَزَيْدٌ اور مَرَرْتُ بِكَ وَزَيْدٌ اس لیے کہ وہ فاعل سے کنایہ ہے اور فاعل فعل کے ساتھ بمنزل کلمہ واحدہ کے ہے پس اگر اس پر عطف ڈالا جائے گا، تو کلمہ کے بعض پر عطف متصور ہوگا اور وہ ممتنع (ممنوع) ہے۔ تو پس کوئی ایسا مستقل اسم لائیں کہ جو معنیٰ میں موافق ہوتا کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ انہوں نے اس پر صورۃً عطف ڈالا ہے۔

فِيْ حُكْمِ: حکم میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ساکنہ تھی الف تثنیہ کی وجہ سے حرکت دی گئی پس اس کی یہ حرکت عارضی تھی۔ اور عارض کالمعدوم کے [illegible]تا ہے، پس وہ گویا کہ ساکن ہونے کے حکم میں ہی ہے، پس وہ چیز کہ جس سے بچا گیا ہے [illegible]ہ لازم نہیں آئی۔

اَلسُّكُوْن: ساکن اس وجہ سے کہا کہ اس کو جو حرکت دی ہے، و[illegible]ی ضرورت کی وجہ سے دی گئی ہے، وہ اجتماع ساکنین سے بچنا ہے، تو پس اس طرح اجتماع ساکنین لازم

نہیں آتا۔

وَمِنْ ثُمَّ: یعنی ایک اعتبار سے کہ تاء سکون کے حکم میں ہے۔

رَمَتَا: اس لیے کہ اس اصل رَمَيَتَا ہے۔ پس یاء کو الف سے بدل دیا گیا اس کے متحرک ہونے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے تو پس رَمَاتَا ہو گیا پھر الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اسی لیے وہ سکون کے حکم میں ہے اور اس کا متحرک ہونا عارضی ہے ضمیر الف کے سبب سے اس لیے کہ الف کا ماقبل ہمیشہ فتحہ کی حرکت کے ساتھ متحرک ہوتا ہے۔

عَارِضًا: عارضی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ الف ضمیر جو کہ آخر میں ہے اس کی وجہ سے فتحہ کو لائے اس لیے الف کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔

رَدِيَة: یعنی ضعیف، بے کار اور فاسد زبان میں شاید الف کے ماقبل کی حرکت مستقل ہو ورنہ عارضی ہی ہوتی ہے۔

رَمَاتَا: یہاں سے ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے اور وہ شبہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ ضَرَبَكَ میں بھی اجتماع توالی اربع حرکات ہے، اور اس کو جائز قرار دیا ہے باوجود اس کے اس میں بھی باء کو ساکن کر دیا جائے جیسا کہ ضَرَبْنَ میں ساکن کیا گیا ہے تو صاحب کتاب نے اپنے قول لانه ليس كالكلمة الواحدة یعنی وہ کلمہ واحدہ کی طرح نہیں ہے اس لیے کہ اس کی ضمیر منصوب ہے اور منصوب فعل کے ساتھ کے کلمہ واحدہ کی طرح نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ فعل کبھی لازم ہوتا ہے اور اس کا مفعول نہیں ہوتا۔ اسی وجہ ضمیر منصوب متصل پر عطف ڈالنا جائز ہے، بغیر اس کے کہ اس کو ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد کیا جائے، جیسے رَأَيْتُكَ وَزَيْدًا۔

كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ: ان الفاظ کو اس لیے لائے کہ اس اجتماع کا ناپسند، نامناسب سمجھا جانا اس کلمہ میں ہوگا جو کہ ایک ہی کلمہ متصور ہو یعنی اگر دو کلموں میں اجتماع ہو جائے یہ کوئی معیوب چیز نہیں۔

ضَمِيْرٌ مَنْصُوْبٌ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ ضمیر منصوب جز کی طرح نہیں

ہوتی جیسا کہ فعل لازم میں ہوتی ہے، تو پس ضَرَبَكَ مثل ایک کلمہ کے نہیں ہوگا۔

بِخِلَافِ: یعنی هَدَبِدِ میں الف تخفیفاً حذف کر دی گئی پس اس میں اجتماعی توالی اربع حرکات تقدیراً لازم نہیں آئے گا۔

مُخِيْطٌ: یہ هُدَبِدِ کی تائید میں ایک اور مثال ہے قصر کے بارے میں الف کو حذف کرنے کے ساتھ نہ کہ اس کی نظیر ہے اجتماع اربع حرکات متوالیات میں۔

مخیاطٌ: یہ مثال اس وجہ سے لانے ہیں کہ حقیقت میں یہ لفظ مخیاط ہی ہے اور اس سے الف کو بغرض تخفیف حذف کر دیا گیا ہے۔

حُذِفَتْ: یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ ضَرَبْنَ میں تاء کو کیوں کیا گیا حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ ضَرَبْتُنَ تاء کے ساتھ کہا جاتا کیونکہ وہ تاء مفرد اور تثنیہ (دونوں) میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا تو ترجمے میں ہی اس کا جواب آ چکا ہے۔

عَلَامَتَا: یعنی دو علامتیں ایک تاء اور دوسری نون ان میں سے میں تاء کو اسی طرح حذف کیا گیا کہ جس طرح کہ مسلمات میں سے حذف کیا گیا۔ ورنہ اصل میں وہ مسلمنتات تھا۔ و پس تانیث پہلی علامت تاء کو حذف کر دیا گیا دو تانیث کی علامتوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے تو یہ مسلمات ہو گیا۔ جبکہ دوسری علامت کو حذف نہیں کیا گیا کیونکہ دوسری جمع کی علامت تھی۔

كَمَا فِي مُسْلِمَاتُ: یہ قول ایک وہم کو دور کرنے کے لیے ہے کہ اگر کسی شخص کا وہم یہ ہو کہ تا صرف مسلمات میں سے ہی حذف کی گئی ہے اس لیے کہ اس میں دو علامات تانیث ایک ہی جنس کی اکٹھی ہو گئیں تھیں اور یہ ضَرَبْتُن میں اس طرح نہیں، اس لیے کہ اس میں پہلی علامت تاء ہے اور دوسری نون ہے پس ان دونوں کے درمیان جنسیت نہیں پائی جاتی تو مناسب یہ ہے تاء علامت تانیث کو حذف نہ کیا جائے۔ جواب ترجمہ میں آ چکا ہے۔

لثقل الفعل: ثقل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا الف وضع کیا گیا بوجہ اس کے اسم ہونے

کے اور اسم خفیف پس وہ حذف ہونے کا مستحق نہیں ہے، پس اگر آپ کہیں کہ یہ تعلیل مسلمات میں اشکال پیدا کرتی ہے۔اس لیے کہ وہ بھی اسم ہے۔تو میں کہتا ہوں کہ وہ شبہ فعل ہے جو کہ اس کا حکم لے لیتا ہے۔

بِخِلَافِ: سے احترازی مثال وجہ احتراز کو بیان کر رہے ہیں کہ اس کا الف کلمہ کے ساتھ ہی وضع کیا گیا ہے، پس یاء سے بولا گیا حرکت برداشت کرنے کے لیے اور اس کا حذف کرنا ممتنع ہے بخلاف **مسلمة** کی تاء اس لیے کہ وہ الگ سے زائد کی گئی ہے۔

اَلْاَخْبَارَات: یہ جمع ہے اخبار کی اور جمع بھی آخر الذکر سے یعنی وہ جمع کہ جس کی جمع تکسیر نہیں آتی۔اس کی جمع صرف الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے، جیسے **السرادقات** **سرادق** کی۔

وضع الضمائر: اس عبارت سے غرض ضمائر کو وضع کرنے کی غرض اور فائدہ کو بیان کرنا ہے۔کہ ضمائر کلام میں ایجاز کے لیے وضع کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس سے فائدہ یہ ہے کہ کلام میں الفاظ کم ہو جاتے ہیں۔بغیر ضمائر کے جیسے **زَيْدٌ اَضْرَبْتَهٗ** یہ زیادہ مختصر ہے۔ **زَيْدٌ اَضَرَبْتَ زَيْدًا** سے اور دوسری غرض تاکہ التباس نہ ہو سکے۔

ضَرَبْتُمَا: اس پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس میں بھی یوں کہا جاتا **ضربتا** الف کو زیادہ کر دیتے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ تثنیہ کی علامت الف ہے، **حتی لا یلتبس** سے اس کا جواب دے دیا جو کہ ترجمہ میں آچکا ہے۔

بالف الاشباع: اشباع کے الف کے ساتھ التباس ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مفرد کے فتحہ کو اشباع کیا (کھینچا) جائے تو الف پیدا ہوتا ہے تو پس انہوں نے التباس سے بچنے کے لیے ہم کو زیادہ کیا تثنیہ مخاطب کے اندر۔

مشکل الفاظ کے معانی:

المخرج حرف نکلنے کی جگہ۔ **تخلیق** پیدائش۔ **متوالیات** لگاتار، پے در پے۔ **التحریك** حرکت دینا۔ **لغة ردیة** ضعیف یا فاسد لغت۔ **فحیط**: سینے والا۔ (درزی) **حبلیات** حاملہ عورتیں جمع حبلی کی۔ **التباس** گھلنا ملنا۔ **اشباع** کھینچنا۔

((وَخُصَّتِ الْمِيْمُ فِي ضَرَبْتُمَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ اَنْتُمَا مُضْمِرَةٌ وَاُدْخِلَتْ فِي اَنْتُمَا لِقُرْبِ الْمِيْمِ اِلَى التَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ وَقِيْلَ تَبْعًا لَهُمَا كَمَا يَجِيُ وَضُمَّتِ التَّاءُ فِي ضَرَبْتُمَا وَضَرَبْتُمْ وَضَرَبْتُنَّ لِاَنَّهَا ضَمِيْرُ الْفَاعِلِ وَفُتِحَتْ فِي الْوَاحِدِ خَوْفًا مِنَ الْاِلْتِبَاسِ بِالْمُتَكَلِّمِ وَلَا الْتِبَاسُ فِي التَّثْنِيَّةِ وَقِيْلَ اِتْبَاعًا لِلْمِيْمِ لِاَنَّ الْمِيْمَ شَفَوِيَّةٌ فَجَعَلُوْا حَرْكَةَ التَّاءِ مِنْ جِنْسِهَا وَهُوَ الضَّمُّ الشَّفَوِيُّ وَزِيْدَتِ الْمِيْمُ فِي ضَرَبْتُمْ حَتّٰى يَطَّرِدَ بِتَثْنِيَتِهٖ وَضَمِيْرُ الْجَمْعِ فِيْهِ مَحْذُوْفٌ وَهُوَ الْوَاوُ، لِاَنَّ اَصْلَهٗ ضَرَبْتُمُوْا فَحُذِفَتِ الْوَاوُ لِاَنَّ الْمِيْمَ بِمَنْزِلَةِ الْاِسْمِ وَلَا يُوْجَدُ فِي آخِرِ الْاِسْمِ وَاوٌ قَبْلُهَا مَضْمُوْمٌ اِلَّا فِي هُوَ، وَمِنْ ثَمَّ يُقَالُ فِي جَمْعِ دَلْوٍ اَدْلٍ بِخِلَافِ ضَرَبُوْا لِاَنَّ بَائَهٗ لَيْسَ بِمَنْزِلَةِ الْاِسْمِ وَبِخِلَافِ ضَرَبْتُمُوْهُ لِاَنَّ الْوَاوَ قَدْ خَرَجَ مِنَ الطَّرْفِ بِسَبَبِ الضَّمِيْرِ كَمَا فِي عَظَايَةٍ وَشُدِّدَ النُّوْنُ فِي ضَرَبْتُنَّ دُوْنَ ضَرَبْنَ لِاَنَّ اَصْلَهٗ ضَرَبْتُمَنَ فَاُدْغِمَ الْمِيْمُ فِي النُّوْنِ لِقُرْبِ الْمِيْمِ مِنَ النُّوْنِ وَمِنْ ثَمَّ تُبَدَّلَ الْمِيْمُ مِنَ النُّوْنِ كَمَا فِي عَمْبَرٍ اَصْلُهٗ عَنْبَرٌ وَقِيْلَ اَصْلُهٗ ضَرَبْتُنْ فَاُرِيْدَ اَنْ يَّكُوْنَ مَا قَبْلَ النُّوْنِ سَاكِنًا لِيَطَّرِدَ بِجَمِيْعِ نُوْنَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يُمْكِنُ اِسْكَانُ تَاءِ الْخِطَابِ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَلَا يُمْكِنُ حَذْفُهَا لِاَنَّهَا عَلَامَةٌ وَالْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ، فَاُدْخِلَ النُّوْنُ لِقُرْبِ النُّوْنِ مِنَ النُّوْنِ ثُمَّ اُدْغِمَ فَصَارَ ضَرَبْتُنَّ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ زِيْدَتِ التَّاءُ فِي ضَرَبْتُ قُلْنَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ اَنَا مُضْمَرٌ وَلَا يُمْكِنُ الزِّيَادَةُ مِنْ حُرُوْفِهٖ لِلْاِلْتِبَاسِ فَاُخْتِيْرَتِ التَّاءُ لِوُجُوْدِهٖ فِي اَخَوَاتِهٖ وَزِيْدَتِ النُّوْنُ فِي ضَرَبْنَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ نَحْنُ مُضْمَرٌ ثُمَّ زِيْدَتِ الْاَلِفُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسُ بِضَرَبْنَ فَصَارَ ضَرَبْنَا))

''اور میم کو ضربتما کے حروف زائدہ کے درمیان میں رکھنے کے لیے چن لیا گیا، اس لیے کہ اس کے نیچے اَنْتُمَا پوشیدہ ہے۔ اور اَنْتُمَا میں میم کو تاء کے

مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا اور بعض لوگوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے یہ ان دونوں کے لیے تبعاً کیا گیا ہے، جیسا کہ عنقریب آگے آئے گا، اور ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ اور ضَرَبْتُنَّ میں تاء کو ضمہ دے دیا گیا۔ اس لیے کہ وہ فاعل کی ضمیر ہے اور واحد میں فتحہ دیا گیا، متکلم کے (صیغے کے) ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے اور تثنیہ کے صیغہ میں کوئی التباس نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضربتما ضربتم اور ضَرَبْتُنَّ میں) تاء کو ضمہ میم کی اتباع کے لیے دیا گیا اس لیے کہ میم حروف شفویہ میں سے ہے، تو پس انہوں نے تاء کی حرکت کو بھی اسی کی جنس سے بنا دیا اور وہ ضمہ شفوی ہے اور میم کو ضَرَبْتُمْ میں زائد کیا گیا تاکہ تثنیہ کے مطرد (موافق) ہو جائے اور جمع کی ضمیر اس میں محذوف ہے اور وہ واؤ ہے، اس لیے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُمُوْا ہے، پس واؤ کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ میم اسم کے قائم مقام ہے، اور اسم کے آخر میں کوئی ایسی واؤ نہیں پائی جاتی کہ اس کا ماقبل مضموم ہو مگر هُوَ کے اندر۔ اور اسی وجہ سے دَلْوٍ کی جمع میں اَدْلٍ میں کہا گیا ہے بخلاف ضَرَبُوْا کے کیونکہ اس کی با اسم کے قائم مقام نہیں ہے اور بخلاف ضَرَبْتُمُوْهُ کے اس لیے اس کی واؤ ضمیر کے سبب سے (طرف) (آخر) میں نکلی ہوئی ہے جیسا عِظَایَةٍ میں ہے اور نون کو ضَرَبْتُنَّ میں مشدد کیا گیا ہے ضَرَبْنَ میں نہیں اس لیے ضَرَبْتُنَّ کی اصل ضَرَبْتُمْنَ ہے اس لیے کہ میم کو نون کے قریب ہونے کی وجہ میم کو نون میں مدغم کر دیا گیا اور اسی وجہ سے میم کو نون سے بدلا گیا ہے، جیسا کہ عَمْبَرٌ میں نون کو میم سے بدلا گیا ہے کیونکہ اس کی اصل عَنْبَرٌ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُنْ ہے پس اس سے ارادہ کیا گیا کہ نون کا ماقبل مؤنث کی تمام نونات کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ساکن ہونا چاہیے اور تائے مخاطبہ کا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ساکن کرنا ممکن (مناسب) نہیں اور نہ ہی اس کا حذف کرنا ممکن ہے، اس لیے وہ (تاء) علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جا سکتی تو پس نون کو

نون کے قرب کی وجہ سے داخل کر دیا گیا، پھر اس کا ادغام کر دیا تو وہ ضَرَبْتُنَّ ہو گیا۔ پس اگر یوں کہا (سوال کیا) جائے کہ ضَرَبْتُ میں تاء کو داخل کیوں کیا گیا، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اَنَا ضمیر اس کے نیچے پوشیدہ ہے اور اَنَا کے حروف میں سے اس (ضَرَبْتُ) میں زیادتی ممکن (مناسب) نہیں تھی التباس کی وجہ سے۔ تو پس تاء کو اس کے اخوات میں پائے جانے کی وجہ سے اختیار کر (چن) لیا گیا۔ اور نون کو ضَرَبْنَا میں زائد کیا گیا اس لیے کہ اس کے نیچے نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے، پھر الف کو آخر میں زائد کر دیا گیا تا کہ ضَرَبْنَ کے ساتھ۔ التباس لازم نہ آئے تو پس ضَرَبْنَا ہو گیا۔

تشریح: **فِي ضَرَبْتُمَا لِاَنَّ:** اس عبارت سے غرض ضَرَبْتُمَا میں میم کو داخل کرنے سے ایک دوسرے کو فائدہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ اس لیے کہ ضَرَبْتُمَا تثنیہ ہے اور اَنْتُمَا بھی تثنیہ کی ضمیر ہے، پس اسی مناسبت کی وجہ سے ضَرَبْتُمَا میں میم کو زیادہ کیا گیا اور میم کی زیادتی انتما میں بھی پائی گئی تو پس یہ میم الف کے اشباع کے ساتھ التباس سے بچنے کے لیے نہیں لائی گئی۔ بلکہ مناسبت کی وجہ سے لائی گئی ہے۔

اَنْتُمَا: سے مراد ضمیر منفصل ہے ورنہ ضَرَبْتُمَا کا فاعل تو بارز (ظاہر) ہے۔

لِقُرْبِ الْمِيْمِ: قرب کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں حروف شفوی ہیں، پس اگر کہا جائے کہ میم کو حروف شفوی میں سے کیوں چنا گیا حالانکہ وہ حروف شفوی تو بہت سے ہیں، جیسے با، واؤ، فاء، پس اس سوال کا یہ جواب دیا کہ بے شک باء اور فاء حروف شفوی میں سے ہیں۔ لیکن وہ حروف زائدہ میں سے نہیں ہیں اور واؤ جو ہے وہ میم سے ثقیل ہے تو ان وجوہ کی بناء پر میم کو چنا گیا۔

اَلتَّاءِ: میم اور تاء کے مخرج کے قرب کی کیفیت کا بیان یہ ہے کہ ان کے مخرج کو ایک دوسرے کے قریب اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ تاء کا مخرج زبان کا سرا اور ثنایا علیا (اوپر والے سامنے کے دو دانتوں) کی جڑ ہے اور میم کا مخرج دونوں ہونٹ ہیں۔ تو پس ان کے مخرج کے قریب ہونے میں کوئی خفاء (پوشیدگی) نہیں ہے۔

تَبَعًا لَهُمَا: ان دونوں کی اتباع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اور وہ تثنیہ مذکر غائب کی ضمیر ہے اور ان دونوں کے درمیان میم کو داخل کرنا ھموا میں میم کو داخل کرنے کی وجہ سے ہے، یعنی دواؤں کے جمع کرنے کے لیے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بالکل گھٹیا درجے کی ہے۔ اس لیے کہ میم ان دونوں میں زائدہ نہیں ہے بلکہ واؤ سے بدلی ہوئی ہے، اس لیے کہ اس کی اصل هُوَ ہے، تو پس اسم غیر متمکن کے آخر میں دو حروف معتل جمع کرنے کا کو تقاضا نہ ہوا، پھر واؤ کو میم سے بدلنا اس لیے ہے کہ میم واؤ کے مخرج سے ہے، اور وہ حرکت کے زیادہ مناسب ہے اور انتما میں میم زائدہ ہے اور وہ کسی چیز سے بدل کر نہیں آئی تو پس ان میں سے کسی کو دوسرے پر قیاس نہ کیا جائے۔

ضمیر الفاعل:

معرب ہونے میں فاعل کی علامت رفع ہے۔ اور جبکہ مبنی میں رفع ہے۔ اور جبکہ مبنی میں رفع نہیں تو اس کو ایسی حرکت سے متحرک بنا دو جو کہ عمل میں اس کے (اصل کے) مشابہ ہو جائے امکان کے درجے میں اور وہ حرکت ضمہ ہے۔ پس وہ خطاً اور لفظاً رفع کے مشابہ ہے۔

وَفُتِحَتْ: یہ بات فرق کو بیان کرنے کے لیے کی جا رہی کہ مؤنث میں کسرہ کی حرکت دی گئی فرق پیدا کرنے کے لیے اس لیے وہ یاء کا جز ہے وہ مؤنث کی علامات میں سے ہے۔

خَوْفًا: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ فاعل کی ضمیر مرفوع ہے اور فعلت میں ت فاعل کی ضمیر ہے باوجود اس کے کہ اس کو فتحہ دیا گیا ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں اگر اس کو ضمہ دے دیا جاتا تو البتہ متکلم کی تاء کے ساتھ التباس لازم آ جاتا اس لیے کہ وہ مضموم ہے اور اس کا عکس نہ ہوتا۔ اس لیے کہ متکلم اس سے صدور کلام کی وجہ سے قوی ہے۔ اور ضمہ بھی قوی ہے، تو پس قوی کو قوی اعراب (حرکت) دے دیا اور اس کو کسرہ اس لیے نہیں دیا گیا تاکہ مؤنث مخاطب کے ساتھ التباس لازم نہ آ جائے، اس لیے مؤنث مخاطب کی تاء مکسور

ہوتی ہے اور اس کا عکس نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کسرہ یاء کا جزء ہے، اور ان کے درمیان ایک مؤاخاۃ (قریبی تعلق) ہے، اور یاء تانیث کے لیے آتی ہے، پس کسرہ جو کہ اس کا جز ہے، مؤنث کو دینا یہ زیادہ اولیٰ ہے، اس کے عکس سے۔

وَقِيْلَ اِتْبَاعًا: یہاں سے ضَرَبْتُمَا اور ضَرَبْتُمْ میں میم کو ضمہ دینے کی وجہ بیان کی جا رہی ہے جواب ترجمہ میں آ چکا ہے۔

وَهُوَ الضَّمُّ: یہاں سے ت کی حرکت ضمہ کو میم کی جنس ہونے کی وجہ کا بیان ہے، اس لیے کہ ضمہ واؤ شفوی کا جز ہے اور شفوی کا جز بھی شفوی ہے۔

زِيْدَتِ الْمِيْمُ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے کہا کہ میم ضَرَبْتُمَا میں زیادہ کی گئی ہے تا کہ الف تثنیہ کا الف اشباع کے ساتھ التباس نہ ہو تو ضربتم میں الف نہیں ہے تا کہ کسی چیز کے ساتھ التباس ہو تو اس میں میم کو زائد کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب ترجمہ میں آ چکا ہے۔

حَتّٰی: یہاں سے میم کو زیادہ کرنے کے فائدہ کو بیان کر رہے ہیں۔ میم کے زیادہ کرنے میں فائدہ یہ ہے تا کہ حالت وقف واؤ کے اشباع کے ساتھ التباس نہ ہو اور میم کو ساکن کر دیا گیا اس لیے کہ انہوں نے اس کو ضمہ واؤ کی وجہ سے دیا تھا اور جب واؤ کو حذف کر دیا گیا تو وہ اپنی اصل پر باقی رہ گیا اور اصل اس کی جو ہے وہ سکون ہے۔

ضمير الجمع: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے، وہ سوال مقدر یہ ہے کہ میم کی زیادتی تو موافقت کے لیے ہے تو ضمیر جمع اس میں کہاں ہے۔ تو وھو محذوف سے اس کا جواب ترجمہ میں آ چکا ہے۔

وَهُوَ الْوَاوُ: اس واؤ کی دلیل یہ ہے کہ وہ مفعول کی ضمیر کے ساتھ اتصال کے وقت لوٹ آتی ہے، جیسے ضَرَبْتُمْ سے ضَرَبْتُمُوْهُ

بمنزلة الاسم: میم کے بمنزل اسم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مجرد میں میم اسم مفعول، مکان، زمان، آلہ، مصدر میمی وغیرہ اسم فاعل بھی باوجود اسماء میں سے کثرت علامت کے پائے جانے کے اسم ہے، پس جب میم زیادہ اسموں کی علامت ہوئی تو اس علامت

کا اعتبار اسم کے لیے کیا جائے گا۔ اس لیے کہ للاکثر حکم الکل (زیادہ کی وجہ سے تمام کا حکم ہوتا ہے)

پس علامت معتبر سمجھی جائے اس کے قائم مقام کہ وہ وہی علامت ہے اس کے لیے۔ تو پس میم اسم ہی کی طرح ہوئی اس لیے کہ میم اکثر افعال کے اندر اسم کے لحاظ سے حائل (شامل) ہوتی ہے، جیسے فعل مضارع پس جب وہ اس پر داخل ہو جائے تو اس کو اسم بنا دیتی ہے، جیسے کہ آپ یخرج مخرج میں کہتے ہیں۔ یا اس کے علاوہ مثالوں میں اور کسی ایسے اسم کے آخر میں واؤ بالکل نہیں پائی جاتی کہ اس کا ماقبل مضمون ہو کلام عرب میں سوائے ھو کے یعنی صرف وہ ھو اور ذو کا کلمہ ہے کہ جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہے اور یہ اسم کہلاتا ہے پس اسی وجہ سے آخر سے حذف کر دی گئی ہے اور اس میں بھی غور کرنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ وہ مزید المطرد ہے، اور جمع کی علامت اکیلی واؤ ہے، پس وہ کیسے بمنزل اسم کے ہوگی پس اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بے شک وہ حرف ہے لیکن یہاں پر وہ ذکر الجز وارادۃ الکل یعنی جز کو ذکر (بول) کر کے کل کو مراد لے لینا یہ اس کے قبیل سے ہے، اور وہ ھموا ہے اور یہ جائز ہے، اور یہ اس وقت جائز ہے کہ جب جز کل کے اجزاء میں سے اشرف ہو اور میم اشرف ہے اس لیے کہ وہ عضوین (دو ہونٹوں) سے حاصل ہوتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: سے ایک وجہ بمع مثال ذکر کر رہے ہیں کوئی اسم ایسا نہیں پایا جاتا کہ اس کے آخر میں واؤ ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو۔

اَدْلٍ: اس اسم کو بطور مثال کے پیش کیا ہے۔ اس لیے کہ اس کی اصل اَدْلُوٌ ہے۔ جب کسی اسم متمکن میں واؤ کا ماقبل ضمہ ہو تو اس ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو یاء سے بدل دیا جاتا ہے، اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے پھر یاء کو اس پر موجود ضمہ ہونے کی وجہ سے ثقل پیش آنے کی وجہ سے ساکن کر دیا جاتا ہے تو اب التقائے ساکنین (دو ساکن اکٹھے) ہونے کی وجہ سے درمیان یاء اور تنوین کے تو اول ساکن کو مدہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا کرتے ہیں۔ پس یہی طریقہ اَدْلُوٌ میں اختیار کیا گیا تو یہ۔

اَذْلٍ ہو گیا۔

بِخِلَافِ :سے مثال احترازی سے احترازی کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں جو کہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال مقدر یہ ہے کہ ضَرَبُوْا میں بھی واؤ ماقبل مضموم ہے، مناسب تو یہ تھا کہ اس کو بھی حذف کر دیا جائے۔ تو اس کا جواب ترجمے میں آ چکا ہے۔

ضَرَبْتُمُوْہ :یہ کلمہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ اگر کوئی شخص یوں سوال کرے کہ ضَرَبْتُمُوْہ میں واؤ ماقبل مضموم ہے، تو مناسب تو یہ تھا کہ وہاں پر واؤ کو حذف کر دیا جاتا تو ترجمہ میں ہی اس کا جواب آ چکا ہے۔

بِسَبَبِ الضَّمِيْرِ :سے ضَرَبْتُمُوْہ میں واؤ کے حذف نہ ہونے کی وجہ اور واؤ کے حذف ہونے کے لیے ایک شرط کو بیان کر رہے ہیں کہ واؤ کے حذف ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ واؤ طرف میں واقع ہو جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، تو پس شرط کے منتفی ہو جانے کی وجہ سے مشروط کی بھی نفی ہو گئی۔ تو پس اسی وجہ سے ضَرَبْتُمُوْہ میں واؤ کو حذف نہیں کیا گیا۔

عَظَايَةٌ :اس کلمہ کو بطور ثبوت کے لائے ہیں، کہ جس طرح عطاية کے آخر میں تاء لاحق کرنے سے یاء طرف سے نکل گئی یعنی درمیان میں آ گئی تو اس وجہ سے وہ ہمزہ سے نہیں بدلی گئی۔

شُدِّدَ النُّوْنُ :یہ الفاظ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے، وہ سوال یہ ہے کہ ضَرَبْتُنَّ اور ضَرَبْنَ میں دونوں نون جمع مؤنث کی علامت ہیں، تو پھر ان دونوں میں سے ایک کو کیوں مشدد کیا گیا تو اس کا جواب ترجمے میں آ چکا ہے۔

ضَرَبْتُمَنَّ :اس پر ایک اعتراض کے جواب کو بیان کر رہے ہیں، اس میں میم کس لائی گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس وجہ سے اس میں لائی گئی کیونکہ اس کے تثنیہ کے صیغے میں بھی میم شامل تھی، جو کہ اصل ہے اور جمع اس کی فرع ہے، تو فرع کو اصل کے مطابق کرنے کے لیے میم لائی گئی۔

وَمِنْ ثُمَّ تُبُدِّلَ :اس عبارت سے غرض میم کو نون سے بدل کی وجہ کو بیان کرنا مقصود

ہے۔ کہ میم اور نون دونوں قریب المخرج ہیں تو اس وجہ سے میم کو نون سے بدل دیا گیا۔
عنبر: اس کلمے کے متعلق نون کو میم سے بدلنے پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ انہوں نے کہا ہے اس کو اس طرح بدلنا جائز نہیں مگر یہ اس کو اس اصل پر ہی باقی رکھا جائے جواب یہ ہے کہ اس لیے کہ وہ حرف جو اس کے بعد ہے وہ باء ہے جو کہ شفوی ہے پس اگر اس کو ظاہر کیا جائے تو ان دونوں کا آپس میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے قبیح سمجھا جائے گا، اور اگر اس کو مخفی رکھا جائے تو ثقیل سمجھا جائے گا، اور اگر اس کو باء سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا جائے وہ فائدہ چلا جائے گا کہ جو نون میں غنہ کی صورت میں حاصل ہوتا ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو پس لازم آیا اس کو میم سے بدلنا غنہ میں اس کا نون کے ساتھ موافق ہونے میں اور باء مخرج میں منافی نہیں ہے اور نہ ہی وہ قبیح سمجھی جاتی ہے۔
ضَرَبْتُنَّ: یعنی بعض کے نزدیک یہ نون خفیہ یعنی ایک نون کے ساتھ ہے اور اس میں اس لیے زائد کی گئی کہ اس کا الف اشباع والے الف کے ساتھ ملتبس نہ ہو جائے پس یہ وجہ ہے اس میں میم کو زائد کرنے کی ورنہ اس میں میم زائد نہ کی جاتی۔
وَلَا يُمْكِنُ إِسْكَان: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ مخاطب کی تاء کو ساکن کیوں نہیں کیا گیا تا کہ وہ بھی مطرد یعنی موافق ہو جائے۔ تو اس کا جواب ترجمہ میں آ چکا ہے۔
عَلَامَةٌ: عَلَامَة کا لفظ لا کر اس بات کو بتانا مقصود ہے کہ اگر ہم اس کو حذف کر دیتے تو پھر جمع مؤنث مخاطب اور جمع مؤنث غائب کا آپس میں التباس ہو جاتا۔ تو اس کو جمع مؤنث مخاطب کی علامت بنایا تا کہ فرق باقی رہے۔
النُّوْنُ: اس نون کے داخل کرنے کی وجہ سے ایک اور جواب دے رہے ہیں کہ جمع مؤنث میں ایک حرف کو زائد کیا گیا تا کہ جمع مذکر میں میم کے مقابلے میں ہو جائے تو اس کے لیے اس کے ساتھ مشابہت قائم کرنے کے لیے نون کو چنا کیا گیا تا کہ میم کے مشابہہ ہو جائے غنہ کے سبب سے۔
لِقُرْبِ النُّوْنِ: اس عبارت کو اس لیے لائے ہیں کہ نون کو داخل کرنے کی وجہ بیان

ہو سکے۔نون کو اس لیے زائد کیا تا کہ نون کا ماقبل حرف ساکن ہو تا کہ جمع مؤنث کے تمام نونات کے موافق ہو جائے۔

فِي ضَرَبْتُ :اس صیغہ میں ضمہ کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ متکلم صدور کلام کی وجہ سے اس سے قوی ہے،اور ضمہ بھی قوی ہے۔تو قوی کو قوی اعراب دینا زیادہ اولیٰ ہے اور باء کو ساکن کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تاء فاعل کی ضمیر ہے اور فعل میں مثل جزء کے ہے تو پس اگر اس ساکن نہ کیا جائے تو ایک ہی کلمہ میں توالی اربع حرکات لازم آئے گا۔

يُمْكِنُ الزِّيَادَةُ :یہ عبارت بھی ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر کوئی شخص یوں سوال کرے کہ اَنَا کے حروف میں سے کوئی حرف زائد کیوں نہیں کیا گیا جس طرح کہ نحن کے حروف میں سے ضَرَبْنَا میں اضافہ کیا گیا ہے۔تو اس کا جواب ترجمے میں آ چکا ہے۔

لِلِالْتِبَاسِ :التباس کی وجہ یہ ہے کہ آخر میں الف کو زائد کرنے سے ضَرَبَا کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی۔ جو کہ تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے کہ اور اگر نون کو زائد کرتے تو ضَرَبْنَ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی جو کہ جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور اگر اس کے شروع میں الف یا نون کو زائد کرتے تو پھر یہ افعل یا نفعل کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی جو کہ مضارع میں متکلم کے صیغے ہیں، جبکہ یہ ماضی کی بحث ہے۔

فَاخْتِيْرَتْ : یہ الفاظ بھی ایک سوال کا جواب ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں سوال کرے کہ جب اَنَا کے حروف میں سے کسی حرف کو زائد نہیں کیا گیا تو پھر تاء کو ان کے علاوہ حروف زائدہ میں سے کیوں زائد کیا۔تو اس کا جواب عبارت کے ترجمے میں آ چکا ہے۔

لِوُجُوْدِهٖ :عبارت میں جو یہ بتایا گیا ہے کہ اخوت کی وجہ سے تاء کو لیا ہے،تو اب اس کے اخوات کو بیان کر رہے ہیں کہ اس کے اخوات کون کون سے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں ضَرَبْتَ کے اخوات ضَرَبْتَ،ضَرَبْتِ ہیں اور اَنَا کے اخوات اَنْتَ، اَنْتِ ہیں اور اخوات جمع ہے اخت کی اور اخت الشیی کہتے ہیں جو چیز کسی کا جز ہو یا اس کے طریقے پر ہو یا معانی میں اس کے موافق ہو۔

زیدت :نفس متکلم مع الغیر میں زیادتی کرنے کے بعد بھی نحن میں سے ایک حرف

نون زائدہ کی گئی اس لیے کہ ضمیر منفصل واحد متکلم کے لیے انا ہے اور اس میں نون اور الف ہے، تو اسی طریقے پر نون کی زیادتی الف کے ساتھ ہوگی۔

الالف: کہہ کر یہ بتانا چاہتے ہیں اس صیغے میں صرف الف ہی کو زائد کیا جا سکتا ہے اس کا برعکس نہیں ہوسکتا۔ اس لیے متکلم یعنی ضَرَبْنَا دو پر اپنے وقوع کے اعتبار سے زیادہ خفیف ہے۔ بخلاف ضَرَبْنَ کے۔ اس لیے کہ وہ ثقیل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین سے کم پر واقع نہیں ہوتا اور زیادہ ہو ثقل کو لازم کر دیتا ہے، تو پس وہ جس میں زیادہ خفیف ہے وہ اولیٰ ہے اس کے برعکس سے۔

((وَتَدْخُلُ الْمُضْمَرَاتُ فِي الْمَاضِي وَاَخَوَاتِهٖ وَهِيَ تَرْتَقِي اِلٰى سِتِّيْنَ نَوْعًا لِاَنَّهَا فِي الْاَصْلِ ثَلٰثَةٌ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ ثُمَّ يَصِيْرُ كُلُّ وَاحِدٍ اِثْنَيْنِ نَظْرًا اِلَى اِتِّصَالِهٖ وَانْفِصَالِهٖ فَاضْرِبِ الْاِثْنَيْنِ فِي الثَّلٰثَةِ حَتّٰى يَصِيْرَ سِتَّةً ثُمَّ اَخْرِجِ الْمَجْرُوْرَ الْمُنْفَصِلَ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ تَقْدِيْمُ الْمَجْرُوْرِ عَلَى الْجَارِ فَلَا يُقَالُ مَرَرْتُ زَيْدِبِ بَلْ يُقَالُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ فَبَقِيَ لَكَ خَمْسَةٌ مَرْفُوْعٌ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَمَنْصُوْبٌ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَمَجْرُوْرٌ مُتَّصِلٌ ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ وَهُوَ يَحْتَمِلُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ نَوْعًا فِي الْعَقْلِ سِتًّا فِي الْمُخَاطَبَةِ وَسِتًّا فِي الْحِكَايَةِ وَاكْتُفِيَ بِخَمْسَةٍ فِي الْغَيْبَةِ بِاشْتِرَاكِ التَّثْنِيَةِ لِقِلَّةِ اسْتِعْمَالِهَا وَكَذٰلِكَ فِي الْمُخَاطَبِ وَالْمُخَاطَبَةِ وَفِي الْحِكَايَةِ بِلَفْظَيْنِ لِاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ يُرٰى فِي اَكْثَرِ الْاَحْوَالِ اَوْ يُعْلَمُ بِالصَّوْتِ اَنَّهٗ مُذَكَّرٌ اَوْ مُؤَنَّثٌ فَبَقِيَ لَكَ اِثْنَا عَشَرَ نَوْعًا فَاِذَا صَارَ قِسْمٌ وَاحِدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَقْسَامِ الْخَمْسَةِ اِثْنَى عَشَرَ نَوْعًا فَيَصِيْرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَحْصُلُ لَكَ بِضَرْبِ الْخَمْسَةِ فِي اِثْنَيْ عَشَرَ نَوْعًا سِتُّوْنَ نَوْعًا اِثْنَى عَشَرَ لِلْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرَبَ اِلٰى ضَرَبْنَا وَاثْنَيْ عَشَرَ لِلْمَرْفُوْعِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ هُوَ ضَرَبَ اِلٰى نَحْنُ ضَرَبْنَا.))

''مضمرات ماضی اوراس کے اخوات میں داخل ہوتی ہیں اور وہ ساٹھ قسموں تک پہنچ جاتی ہیں، اس لیے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے تین ہیں۔ مرفوع منصوب اور مجرور۔ پھران تینوں میں سے ہرایک اپنے متصل ہونے اور منفصل ہونے کے لحاظ سے دوقسم پر ہے، پس آپ دوکوتین میں (سے) ضرب دیں تو وہ چھ ہوجاتی ہیں، پھران میں سے آپ مجرور منفصل کونکال دیں تا کہ مجرور کا جار ہو، مقدم ہونا لازم نہ آئے تو پس اس طرح نہیں کہا جائے گا۔ مَرَرْتُ زَيْدِبِ بلکہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ کہا جائے گا، تو پس باقی آپ کے پاس پانچ بچ گئیں یعنی مرفوع متصل اور منفصل، منصوب متصل اور منفصل اور مجرور متصل پھر آپ مرفوع متصل کی طرف غور وفکر کریں تو عقلاً اٹھارہ قسموں کا احتمال رکھتی ہے۔ وہ اس طرح کہ چھ غائب میں اور چھ مخاطب میں اور چھ حکایت (متکلم) میں اور غائب کے صیغوں میں سے تثنیہ کے اشتراک کے ساتھ پانچ پر اکتفاء کریں ان کے قلت استعمال کی وجہ سے اور اسی طرح ہی مخاطب اور مخاطبہ میں اور حکایت میں دولفظوں کے ساتھ اس لیے کہ متکلم اکثر احوال میں دیکھ لیا جاتا ہے یا جان لیا جاتا ہے، آواز کی وجہ سے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے۔ پس آپ کے پاس باقی بارہ قسمیں بچ گئیں۔ تو جب ان پانچ قسموں میں سے ایک قسم کی بارہ قسمیں ہوئیں تو ہرایک کی پھر اسی طرح ہوں گی تو پس آپ کو پانچ کے (کو) بارہ میں (سے) ضرب دینے سے کل ساٹھ قسمیں حاصل ہوں گی۔ بارہ مرفوع متصل جیسے ضَرَبَ سے ضَرَبْنَا اور دو بارہ مرفوع منفصل کی جیسے هُوَ ضَرَبَ سے نَحْنُ ضَرَبْنَا تک۔

تشریح: مضمرات جمع ہے مضمر کی اور مضمر کی وجہ تسمیہ اول یہ ہے کہ اس کا نام ضمیر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ دل میں چھپائی گئی ہوتی ہے یعنی وہ ذکر کرنے سے لپیٹ (چھپا) دی گئی ہوتی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا نام مضمر اس وجہ سے رکھا گیا۔ ہے کہ یہ ضمور سے مشتق ہے۔ اور وہ ہزل (کمزور) ہے اور مضمر مختص ہے، تقلیل حروف کے ساتھ اور ہزل نہیں ہے مگر گوشت کی قلت اور اس کا نقصان۔

اِتْصَالُهُ وَانْفِصَالُهُ: متصل کی تعریف یہ ہے کہ جس کا ابتداء تلفظ ممکن نہ ہو اور

منفصل کی تعریف یہ ہے کہ جس کا ابتداء تلفظ ممکن ہو۔

اَخْرِجْ: اس کلمہ سے مصنف اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ آپ ضمیر کی چھ قسموں میں سے ضمیر مجرور منفصل کو خارج کر دیں کیونکہ یہ کلام عرب میں استعمال نہیں ہوتی۔

حَتّٰی لَا یَلْزَمَ: سے بطور دلیل کے ایک بات کو ذکر کر دیا اگر ضمیر مرفوع منفصل اور منصوب منفصل کی طرح اس ضمیر (ضمیر مجرور منفصل) کو بھی شامل رکھیں، تو ان دونوں کی طرح اس کا بھی اپنے جار پر مقدم ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ درست نہیں جبکہ مرفوع منفصل اور منصوب منفصل کے مقدم ہونے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اور نیز کلام عرب میں مجرور کے اپنے جار پر مقدم ہونے کی کوئی مثال کہیں بھی موجود نہیں۔ مزید یہ کہ یہ ایک مشہور دلیل ہے۔ لیکن اس میں نظر (غور کرنے کی ضرورت) ہے۔ وہ اس لیے کہ انفصال تقدم کو مستلزم نہیں اور قیاس کے مطابق جو دلیل ہے یہ ظاہر پر ہے۔ جیسا کہ بعض محققین نے مصنف کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے کہ منصف کا قول یہ ہے کہ وہ ضمیر جو کہ متصل ہو وہ اپنے استقلال (مستقل ہونے میں) اور اپنے اکیلے ہونے کی صورت میں تلفظ ہونے میں مظہر کے قائم مقام ہوتی ہے، پس وہ منصوب اور مرفوع بھی واقع ہوسکتی ہے، جیسے ھُوَ فَعَلَ وَاِیَّاكَ اَکْرَمْتُ جب کسی جگہ مظہر واقع ہوتی ہے تو اسی طرح مضمر بھی واقع ہوتی ہے۔

اور ضمیر مجرور منفصل کبھی واقع نہیں ہوتی جس طرح کہ مظہر منفصل مجرور واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ جار کا مجرور سے انفصال ممکن نہیں بخلاف مرفوع اور منصوب کے۔

مَرَرْتُ زَیْدٍبِ: یہ مثال مجرور منفصل کی ہے کہ جس میں مجرور کو مقدم کر کے اور جار کو مؤخر کر کے دکھایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کی نفی بھی کر دی گئی ہے۔ اس طرح جار مجرور منفصل ہونے اور تقدیم وتاخیر کی صورت میں نہیں بولا جائے گا کیونکہ کلام عرب میں مستعمل نہیں۔

جبکہ اس کے علاوہ ضمیر مرفوع منفصل اور منصوب منفصل مقدم کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ کلام عرب میں ان کا استعمال کثرت سے ہوا تو پس ان کا استعمال جائز ہے، جیسے

المرفوع فعل کذا، المنصوب، ایاك اکرمت۔

فائدہ: ضمیر کی تعریف یہ ہے کہ ضمیر وہ اسم ہے کہ جو متکلم کے لیے مخاطب کے لیے یا غائب کے لیے وضع کی گئی ہو۔ لفظاً اور تحقیقاً اس کا ذکر مقدم ہو جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ پس غُلَامَهٗ کی ہ ضمیر زید کی طرف لوٹے گی اور اس کا ذکر مقدم ہو چکا ہے۔ تو اس کا یہ مقدم ذکر ہونا تحقیقاً ہے۔ اور تقدیراً ذکر ہونے کی مثال یہ ہے جیسے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ پس یہاں ضمیر زید کی طرف لوٹنے والی ہے اور وہ ایسا لفظ ہے کہ جس کا ذکر تحقیقاً مقدم نہیں ہے بلکہ تقدیراً مقدم ہے اس لیے کہ فاعل کا حق یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ہمیشہ مقدم سمجھا جاتا ہے، اگر اس کو لفظاً مؤخر ذکر کیا جائے، اور معنیً ذکر ہونے کی مثال یہ ہے کہ جیسے قولہ تعالیٰ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی پس یقیناً اس مثال میں هُوَ ضمیر اس معنیٰ کی طرف لوٹنے والی ہے جو کہ مقدم ہے اور وہ عدل ہے جو کہ اِعْدِلُوْا سے سمجھا جا رہا ہے۔ یا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَلِاَبَوَيْهِ اَیْ لِاَبَوَیِ الْمُوْرِثِ یہاں پر لفظ مُوْرِث کو مقدم نہیں کیا گیا، بلکہ اس پر سیاق کلام نے بغیر لفظ کے دلالت کی ہے، یا اس کا ذکر حکماً ہو یعنی جو ذہن میں آ جائے جیسے ضمیر شان هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ کی مثال میں زَيْدٌ قَائِمٌ مرجع مقدم ہے هُوَ یرٌ حُکْمًا اس لیے اس ضمیر کو ضمیر شان کا نام دیا جاتا ہے کہ جس ضمیر کی تفسیر اس کے مابعد متصل جملہ تفسیر کر رہا ہو متکلم اور مخاطب کے مابین اور اس کا مرجع ذہن ہی میں ہوتا ہے۔

مُتَّصِلٌ: ضمیر متصل وہ ہے کہ جو بذات خود تلفظ (پڑھے جانے میں) مستقل نہ ہو اور تلفظ کیے جانے (پڑھے جانے) میں کسی دوسرے کلمہ کی طرف محتاج ہو۔ اور یہ ضمیر پھر دو قسم پر ہے۔ (۱) ضمیر بارز وہ ضمیر ہے کہ جس کا تلفظ کیا جا سکے. جیسے اخوك میں ك اور (۲) ضمیر مستتر وہ ضمیر ہے، جو نیت سے ہو یعنی جو دل میں باقی ہو ور تلفظ نہ کی جاتی ہو۔ جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ میں اور ضمیر منفصل وہ ہے کہ اپنے تلفظ ہو۔ میں مستقل ہو اور دوسرے کلمہ کی طرف محتاج نہ ہو جیسے هُوَ اَنْتَ۔

الحکایة المتکلم: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات سے متعلق خبر دینے والا

اور اپنے غیر سے متعلق خبر دینے والا دو صیغے ان چھ میں سے ایک واحد مذکر کے لیے اور ایک واحد مؤنث کے لیے اور دو تثنیہ مذکر اور مؤنث کے لیے اور دو جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لیے۔

بخمسة: ان میں سے ایک واحد غائب میں اور دوسرا واحدہ غائبہ میں اور اس کا تیسرا الف ہے تثنیہ غائب اور غائبہ میں اور چوتھا واؤ ہے جو جمع مذکر غائب میں ہے اور پانچواں نون ہے جو کہ جمع مؤنث غائب میں ہے۔

كك: یعنی اس طرح ہی اکتفاء کیا جائے مخاطب کے پانچ صیغوں میں بھی تثنیہ کے اشتراک کے ساتھ اور وہ تاء مفتوحہ ہے واحد میں مذکر کے لیے اور تاء مکسورہ واحدہ مؤنثہ میں اور تُمَا ضَرَبْتُمَا میں اور تم ضَرَبْتُمْ میں اور تُنَّ ضَرَبْتُنَّ میں۔

في الحكاية: یعنی متکلم صیغوں میں اکتفاء کیا گیا ہے دو لفظوں کے ساتھ ان میں سے ایک واحد مذکر کے لیے اور ایک واحد مؤنثہ کے لیے۔ اور دو ان دونوں کے تثنیہ اور جمع کے۔

ضمیر مرفوع متصل:

یعنی ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا۔

ضمیر مرفوع منفصل:

یعنی هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِيَ، هُمَا، هُنَّ، أَنْتَ، أَنْتُمَا، أَنْتُمْ، أَنْتِ، أَنْتُمَا، أَنْتُنَّ، أَنَا نَحْنُ.

مشکل الفاظ کے معنی:

ترتقی: چڑھتی، پہنچتی ہیں، **اتصال** مل جانا۔ **انفصال** جدا ہونا۔ **فاضرب** ضرب دو۔ **تقدیم**، مقدم کرنا، پہلے لانا۔ **مجرور** جر دیا ہوا کلمہ، **كك** اس سے مراد **كذالك** ہوتا ہے۔ **بالصوت** آواز سے۔ **الاحوال** جمع حال کی۔ **ستون نوعا** ساٹھ قسمیں۔

((وَالْاَصْلُ فِي هُوَ اَنْ يُقَالَ هُوَ، هُوَا هُوُوْا، وَلٰكِنْ جُعِلَ الْوَاوُ الْاُوْلٰى مِيْمًا فِي الْجَمْعِ لِاِتِّحَادِ مَخْرَجَيْهِمَا وَاجْتِمَاعِ الْوَاوَيْنِ فَصَارَ هُمُوْا ثُمَّ حُذِفَتِ الْوَاوُ لِمَا مَرَّ فِي ضَرَبْتُمُوْا وَحُمِلَتِ التَّثْنِيَةُ عَلَيْهِ وَقِيْلَ قَدْ فَرُّوْا حَتّٰى يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْمِيْمِ الْقَوِيِّ وَاُدْخِلَ الْمِيْمُ فِي اَنْتُمَا لِمَا ذُكِرَ فِي ضَرَبْتُمَا وَحُمِلَ الْجَمْعُ عَلَيْهِ وَقِيْلَ اُدْخِلَ الْمِيْمُ فِي ضَرَبْتُمَا لِاَنَّهٗ اُدْخِلَ فِي اَنْتُمَا وَاُدْخِلَ فِي اَنْتُمَا لِاَنَّهٗ اُدْخِلَ هُمَا وَاُدْخِلَ فِي هُمَا لِاَنَّهٗ اُدْخِلَ فِي هُمُوَا وَاُدْخِلَ فِي هُمُوا لِاِجْتِمَاعِ الْوَاوَيْنِ هٰهُنَا فِي الطَّرْفِ وَلَا يُحْذَفُ وَاوُ هُوَ لِقِلَّةِ حُرُوْفِهٖ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ وَيُحْذَفُ وَاوُ هُوَ اِذَا تَعَانَقَ بِشَيْءٍ آخَرَ لِحُصُوْلِ كَثْرَةِ الْحُرُوْفِ بِالْمُعَانَقَةِ مَعَ وَقُوْعِ الْوَاوِ عَلَى الطَّرْفِ فَبَقِيَ الْهَاءُ مَضْمُوْمًا عَلٰى حَالِهٖ نَحْوُلَهٗ وَتُكْسَرُ اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهٗ مَكْسُوْرًا وَيَاءً سَاكِنَةً حَتّٰى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْكَسْرَةِ اِلَى الضَّمَّةِ نَحْوُ فِي غُلَامِهٖ وَفِيْهِ وَتُجْعَلُ يَاءُ هِيَ اَلِفًا كَمَا تُجْعَلُ فِي غُلَامِيَ يَا غُلَامًا وَفِي يَا بَادِيَةُ يَا بَادَاةُ وَتُجْعَلُ الْيَاءُ مِيْمًا فِي التَّثْنِيَةِ حَتّٰى لَا يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيْفِ وَشُدِّدَ نُوْنُ هُنَّ لِمَا مَرَّ فِي ضَرَبْتُنَّ.))

''اور واؤ میں اصل یہ ہے کہ هُوَ هُوَا هُوُوا کہا جائے لیکن پہلی واؤ کو میم بنا دیا گیا جمع کے اندر ان دونوں کے مخارج کے متحد ہونے اور دو واؤں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے تو هُمُوْا ہوگیا پھر واؤ کو حذف کر دیا گیا اس وجہ سے کہ جو ضَرَبْتُمُوا میں بیان ہو چکی ہے، اور تثنیہ کو بھی اسی پر محمول کیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ واؤ سے میم کی طرف گئے ہیں تا کہ فتحہ میم پر واقع ہو جو کہ قوی ہے اور اَنْتُمَا میں میم کو اسی وجہ سے داخل کیا گیا کہ جو ضَرَبْتُمَا میں بیان ہوئی ہے اور جمع کو اس پر محمول کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضَرَبْتُمَا میں میم داخل کیا گیا اس لیے کہ وہ اَنْتُمَا میں داخل کیا گیا ہے اور (دوسرے) اَنْتُمَا میں داخل کیا گیا

اسی وجہ سے وہ هُمَا میں داخل کیا گیا اور (دوسرے) هُمَا میں داخل کیا گیا اس وجہ سے وہ هموا میں داخل کیا گیا اور هموا میں دو واؤں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے داخل کیا گیا۔ یہاں وہ طرف (آخر) میں واقع ہے اور هُوَ کی واؤ کو حروف کے کم ہو جانے کی وجہ سے۔ اور هو اکی واؤ کو حذف کیا جاتا ہے، جب وہ متصل ہو جائے کسی دوسری چیز کے ساتھ حروف کی کثرت کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے متصل ہونے کے وقت باوجود واؤ کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے تو پس باقی هاء مضموم اپنے حال رہ جائے گی جیسے لَهٗ اور اس کو کسرہ دیا جاتا ہے کہ جب اس کا ماقبل مکسور ہو یا پھر ماقبل یاء ساکنہ موجود ہو تا کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم نہ آئے جیسے فی غلامِهٖ اور فِيْهِ میں ہے۔ اور هِيَ کی یاء الف ہو جاتی ہے جیسے کہ یَا غُلَامِيَ میں غُلَامَا اور یَا بَادِيَةُ میں یا باداۃ اور تثنیہ میں یا میم سے بدل جاتی ہے تاکہ یاء ضعیف پر فتحہ واقع نہ ہو۔ اور هُنَّ کی نون کو مشدد کر دیا گیا اسی وجہ سے جو ضَرَبْتُنَّ میں گذری ہے۔

تشریح: اَلْاَصْلُ: ضمیر مرفوع مذکر غائب میں اصل یہ ہے کہ یوں کیا جائے۔ هو، هوا، هووا اس لیے جو تثنیہ کے لیے وضع کی گئی علامت ہے وہ الف ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مفرد کے آخر میں لاحق کی گئی ہے اور اسی طرح جمع کے لیے واؤ وضع کی گئی ہے اور اسی وجہ سے وہ مفرد کے آخر میں بغیر کسی تبدیلی کے لاحق کی گئی ہے۔ تو پس انہی وجوہات کی بناء پر اصل ہوئی کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

فِي هُوَ: واؤ کا اصل ہونا یہ بصریین کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ واؤ هُوَ اور یاء هِيَ میں اس لیے ہے تاکہ کلمہ ان کے نزدیک کلمے میں اصل ہے۔ اور جبکہ کوفیین کے نزدیک یہ اشباع کے لیے ہیں، اسم کو تقویت دینے کے لیے اور ضمیر هو میں جو ہے وہ صرف هاء ہے اکیلی اس کے اکیلے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع میں گر جاتی ہے اور پہلی وجہ ہی ایک بڑی اہم وجہ ہے، اس لیے اشباع کا حرف متحرک نہیں ہوتا اور اشباع کا حرف بھی کلمہ کے آخر میں نہیں آتا مگر کسی ضرورت کی وجہ سے اور واؤ اور یاء کو حرکت تو صرف اسی

لیے دی جاتی ہے تا کہ کلمہ فتحہ کے ساتھ مستقل ہو جائے تا کہ ان دونوں کا ضمیر منفصل ہونا صحیح ہو جائے اس لیے کہ اگر حرکت نہ ہو تو وہ دونوں ایسے ہوں گے کہ گویا وہ اشباع کے لیے ہیں جو کہ کوفیین نے گمان کیا ہے۔ تو اسی لیے یہ ہے کہ جب آپ ان دونوں کو غیر مستقل کرنے کا ارادہ کریں تو واؤ اور یاء کو ساکن کر دو جیسے الھو والھی.

لِاِتِّحَادِ: میم اور واؤ کے متحد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں حروف شفویہ ہیں یعنی ہونٹوں سے ہی ادا ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ میم ہونٹوں کو ملانے سے اور واؤ ہونٹوں کو گول کرنے سے۔

اجتماع واوین: یہاں سے ایک فائدے کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دو واؤں کا جمع ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو کسی چیز کے ساتھ تبدیل کیا جائے تا کہ ثقل دور ہو جائے اور جبکہ میم اور واؤ کے مخرج کا متحد ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی واؤ کو میم سے بدل دیا جائے۔

ھموا: فاضل رضی یہ فرماتے ہیں کہ مثنیٰ اور جمع میں قیاس بصریوں کے مذہب پر ہے کہ ھو ما، ھیما، ھوم اور ھین کو مخفف کیا گیا ہے واؤ اور یاء کے حذف کر دینے کے ساتھ اور یہاں کلام جو ہے وہ میم کے زیادہ ہونے میں ہے اور واؤ کا جمع مذکر میں حذف کیا جانا اور جمع مؤنث میں دونوں کا زیادہ کیا جانا یہ اسی طریقے پر ہے کہ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یعنی متصل کی بحث کے اندر خواہ اس کی عبارت ختم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یعنی میم کو تثنیہ میں زیادہ کیا گیا تثنیہ میں الف کے اشباع کی وجہ سے التباس سے اور جمع میں واؤ کو حذف کیا گیا واؤ کے اشباع کے التباس سے بچنے کے لیے تو ھموا میں واؤ کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ اس کے آخر میں کوئی اسم نہیں پایا جاتا یا اس کا ماقبل مضموم ہو اور ھُنَّ میں نون کو زیادہ کیا گیا ہے تا کہ میم کے مقابلے میں ہو جائے اور واؤ کو جمع مذکر میں زیادہ کیا گیا۔ پس تو خود ہی خوب سمجھ لے۔

لِمَا مَرَّ: ان الفاظ کو لانے کی غرض یہ ہے کہ یہ جو حذف کا معاملہ ہوا ہے وہ کس وجہ سے ہوا ہے، اس کی طرف اشارہ کر کے بتا رہے ہیں کہ حذف کی جو بات ضَرَبْتُمُوْا

میں گذر چکی ہے، اسی وجہ سے یہاں بھی حذف کا معاملہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ اس اسم کے آخر میں نہیں پائی جاتی کہ جس میں واؤ ماقبل مضموم ہو مگر ھُوَ ذو، فو، ابو، اخو، الو، ھمو، ھنو یہ تمام کے تمام اسمائے متمکنہ میں سے ہیں۔

حُمِلَتْ: یہاں سے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ تثنیہ کو بھی اسی پر ہی محمول کیا گیا ہے، یعنی اس میں بھی واؤ کو میم سے بدل دیا گیا جمع کے طریقے پر ان دونوں کے مابین مشابہت کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ واحد جو ہے وہ سالم ہے ان دونوں میں اور ان دونوں کا معنیٰ ان میں موجود ہے۔ اور یہ عبارت عطف ہے معنیٰ کی حیثیت سے عبارت مقدرہ پر گویا کہ اس نے یہ کہا کہ کہا گیا ہے جمع میں واؤ کو میم کیا گیا ہے، ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے تو اسی وجہ سے یہ کہا گیا۔

قِيْلَ قَدْ خَرَّوْا: یہاں سے واؤ سے میم کی طرف جانے کی وجہ کو بتانا مقصود ہے۔ اس لیے کہ میم حرف صحیح ہے اور واؤ کی نسبت جو کہ حرف علت ہے زیادہ قوی اور اجدر ہے حرکت کو قبول کرنے میں اور واؤ جو ہے وہ ضعیف ہے اور معنیٰ مفہوم کی وجہ سے انہوں نے فُوْهُ میں واؤ کو میم سے بدلا تو ضَمٌ ہو گیا تو پس انہوں نے ضَمٌ کہا۔

الميم القوی: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ یہ کہا جاتا جیسا کہ تثنیہ میں قیاس ہوا ہے کہ یوں کہا جائے کہ اسی طرح ہی قیاس ہے اَنْتَ کی تثنیہ میں یہ کہ یوں کہا جائے اَنْتَا اور سوائے اس کے ان دونوں میں میم کو داخل کیا جائے واؤ کے عوض میں تو پس پھر اَنْتُمَا میں میم کیوں داخل کی گئی جبکہ اَنْتَ میں تو کوئی واؤ داخل نہ تھی کہ اس کو میم سے بدلا گیا ہو تو اس کا جواب عبارت اور اس کے ترجمے میں آ چکا ہے۔

وَاُدْخِلَ الْمِيْمُ: یہاں سے اَنْتُمَا میم کو داخل کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ ہم نے اَنْتُمَا میں میم اس سبب سے داخل کی جو ضَرَبْتُمَا میں بیان ہو چکا ہے۔

فی ضَرَبْتُمَا: یہاں ایک سوال اور اس کا جواب یہاں کرنا چاہتے ہیں، کہ آپ ضَرَبْتُمَا میں ہی میم کو داخل نہ کرتے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم ضَرَبْتُمَا میں میم کو داخل نہ کرتے تو الف کے اشباع کی وجہ سے اس کے ساتھ التباس لازم آ جاتا کہ

جس میں الف تثنیہ ہے اور باقی میم کو اس وجہ سے خاص کیا کہ میم جو ہے وہ مخرج میں تاء کے قریب ہے۔

حُمِلَ الْجَمْعُ: ان الفاظ سے غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ جمع کے کلمہ ضربتم اور انتم میں میم کو زیادہ کیا گیا تثنیہ پر محمول کرتے ہوئے اس مشاکلۃ کی وجہ سے کہ جو کہ واحد کے تجاوز کی وجہ سے۔

وَلَا یُحْذَفُ: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ کوئی واؤ ایسی نہیں کہ جو نہ پائی جاتی ہو اسم کے آخر میں کہ اس کا ماقبل مضموم ہو تو پھر ھُوَ کی واؤ کو حذف کیوں نہیں کیا گیا، حالانکہ وہ اسم ہے۔ اس کا جواب آ چکا ہے۔ کہ اس کو حذف کردینے کی وجہ سے اس اسم کی اپنی حیثیت اور حروف کی مقدار ختم ہونے کی وجہ سے وہ اسم کے حکم سے نکل جائے گی۔ کیونکہ کسی اسم کا تین حروف پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

وَیُحْذَفُ واو: ایک دوسرا فائدہ بیان کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اس واؤ کا حذف کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وھو العزیز الحکیم۔

اِذَا تَعَانَقَ: المتعانق اور التعانقۃ دونوں ایک ہی معنیٰ میں ہیں اور یہاں پر مراد اتصال اور انضمام ہے اس لیے کہ معانقہ سے ہی اتصال اور انضمام پیدا ہوتا ہے۔

لِحُصُوْلِ کَثْرَۃِ: یہاں سے تعانق (اتصال) کے فائدہ یا غرض کو بیان کرنا مقصود ہے۔ تعانق سے مراد یہ ہے کہ اس کے شروع کوئی دوسری چیز متصل ہو جائے۔ یعنی اس طرح گھل مل جائیں کہ گویا اس کا جز ہو جائے اور اس میں عامل کرنے والی ہو جائے اور ضروری ہے کہ وہ ضمیر مضاف کے ساتھ متصل ہو جیسے غُلَامُہٗ یا حرف جر کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے لَہٗ یا فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے ضَرَبَہٗ اور سوائے اس کے نہیں اس نے صرف اتنا کہا اِذَا تَعَانَقَ اور یوں نہیں کہا اِذَا اتَّصَلَ تا کہ اس پر کوئی رد نہ ہو جیسے لھو للبلاء ولھی الحیوان، پس لام ان دونوں میں دونوں کے ساتھ معانقہ کرنے (ملنے والا نہیں ہے)۔ اس طریقے پر کہ ہم نے تعانق کی تفسیر کی ہے۔

ہوتی کَسْرَۃِ: یہاں کسرہ سے مراد کسرہ حقیقیہ ہے کہ جس لفظ کے بارے میں کسرہ

سے ضمہ کی طرف جانے کو کہا گیا ہے اس کا ماقبل مکسور ہو جیسے بِہٖ اور ایک کسرہ تقدیر یہ ہے کہ اس کا ماقبل یاء ہو اس لیے کہ یاء بمنزل کسرہ تقدیری کے ہے، جیسے فِیْہِ

فِیْہِ: اس فیہ کی ھاء میں اشباع نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح آپ نے بِہٖ کی ھاء میں کیا ہے، تا کہ التقائے ساکنین لازم نہ آئے اس لیے کہ ھاء اپنی خفت کی (خفیف ہونے کی) وجہ سے مثل عدم (نہ ہونے) کے ہے اور اسی وجہ سے ضروری ہوتا ہے مضاعف کے معاملے میں ھاء مضمومہ کے متصل ہو جانے کے وقت جیسے مَدَّہٗ.

تُجْعَلُ: یہاں سے مصنف ضمیر مذکر سے فارغ ہونے کے بعد مؤنث کی ضمیر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اَلِفًا: هِيَ کی یا الف سے بدل جاتی ہے کسی چیز کے ساتھ معانقہ کے وقت جیسے ضاربها لها غُلَامَا سے غُلَامِيَ.

یہاں میم کے کسرہ کو فتح سے بدل دیا گیا تخفیف کی وجہ سے پھر یاء کو الف سے بدل دیا گیا، اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے پس اسی طرح هِيَ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا گیا اور یاء کو الف سے بدل دیا گیا، اس لیے کہ الف زیادہ خفیف ہے،

یَا بَادِیَۃُ یَا بَادَاۃ: اس میں دال کو فتحہ دے دیا گیا تخفیف کی وجہ سے پھر یاء کو الف سے بدل دیا گیا اس کے متحرک اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے تو یَا بَادَاۃُ ہو گیا۔

مِیْمًا: یعنی هِيَ کی تثنیہ میں هُمَا کہا جائے گا۔ اس میں میم سے ماقبل کو ضمہ اس وجہ سے دیا کیونکہ میم حروف شفوی سے ہے تو اس کے ماقبل کی حرکت بھی اس کی جنس سے لائی گئی اور وہ حرکت ضمہ شفوی ہے۔

لَا یَقَعُ: یہ اشارہ ہے، اس بات کی طرف کہ تثنیہ میں یاء پر فتحہ سبب ہے، اس یاء کو میم سے بدلنے کا اور حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں پس رحیان اور جلیان یائے مفتوحہ کے ساتھ ہیں، لیکن ان دونوں میں یاء کو میم سے بدلنا جائز نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم صرف مضمر میں ہے نہ کہ مظہر میں تو پس رحیان اور جلیان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا

اس لیے کہ مظہر قوی ہوتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ اس کی یاء حرکت کو برداشت کر سکتی ہے نہ کہ مضمر (وہ ایسا نہیں) اس لیے کہ وہ فرع ہے اور ضعیف ہے، پس اس کی یا حرکت کو برداشت نہیں کر سکتی، پس دونوں معاملے جدا جدا ہوئے اب اس کو غور سے سمجھ لیجئے۔

الیاء الضعیف: اس کو ضعیف اس وجہ سے کہا کہ وہ صرف علت ہے۔ اور حروف علت کمزور ہیں۔ اور میم حرف صحیح جو کہ قوی ہے۔ اور حرکت کو برداشت کر سکتی ہے۔

لِمَا مَرَّ: یعنی اسی قانون اور اصول کی وجہ سے کہ جو ضربتن میں گذر چکا تو اس کی طرف اشارہ اس لیے کہ شاید کہ اس کا ذکر ضَرَبْتُنَّ میں گذر چکا ہے، پس اس کی اصل ضَرَبْتُمْنَ ہے۔ اس لیے کہ جب میم اس کے تثنیہ میں زیادہ کی گئی تو طرداً للباب جمع میں بھی میم زیادہ کی گئی پھر میم کا نون میں ادغام کر دیا میم کے نون کے (ساتھ) قریب ہونے کی وجہ سے اسی طرح ہی هُنَّ کی اصل هُمْنَ ہے۔ پس میم کو نون سے بدل کر مدغم کر دیا نون میں نون کے قریب ہونے کی وجہ سے۔

مشکل کے الفاظ معانی:

اجتماع الواوین دو واؤں کا اکٹھا ہونا۔ ههنا یہاں۔ القدر الصالح درست مقدار، صحیح تعداد۔ تعانق معانقہ باہم گردن ملانا۔ مضموم جس پر پیش ہو۔ الخروج نکلنا۔ بادیة جنگل۔ الضعیف کمزور۔

((وَاِثْنَا عَشَرَ لِلْمَنْصُوْبِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرَبَهٗ اِلٰی ضَرَبَنَا وَلَا یَجُوْزُ فِیْهِ اِجْتِمَاعُ ضَمِیْرَیِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ فِیْ مِثْلِ ضَرَبْتُكَ وَضَرَبْتُنِیْ حَتّٰی لَا یَصِیْرَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فَاعِلًا وَمَفْعُوْلًا فِیْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ اِلَّا فِیْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ نَحْوُ عَلِمْتُكَ فَاضِلًا وَعَلِمْتَنِیْ فَاضِلًا لِاَنَّ الْمَفْعُوْلَ الْاَوَّلَ لَیْسَ بِمَفْعُوْلٍ فِی الْحَقِیْقَةِ۔ وَلِهٰذَا قِیْلَ فِیْ تَقْدِیْرِهٖ عَلِمْتُ فَضْلِیْ وَ عَلِمْتُ فَضْلَكَ وَاِثْنَا عَشَرَ لِلْمَنْصُوْبِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ اِیَّاهُ ضَرَبَ اِلٰی اِیَّانَا ضَرَبْنَا وَاِثْنَا عَشَرَ لِلْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَارِبُهٗ اِلٰی ضَارِبِنَا وَفِیْ مِثْلِ ضَارِبِیَّ اَصْلُهٗ ضَارِبُوْیَ جُعِلَ الْوَاوُ یَاءً

ثُمَّ اُدْغِمَ كَمَا فِي مَهْدِيِّ اَصْلُهُ مَهْدُوْيٌ.))

''اور بارہ قسمیں ان ساٹھ میں منصوب متصل کی ہیں، جیسے ضَرَبَهُ سے ضَرَبْنَا تک اور اس (فعل) میں فاعل اور مفعول کی دو ضمیروں کا جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ اس مثال کی طرح جیسے ضَرَبْتَكَ اور ضَرَبْتُنِي تاکہ ایک ہی شخص کا ایک ہی حالت میں فاعل اور مفعول واقع ہونا جمع نہ ہو جائے مگر افعال قلوب میں جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے عَلِمْتُكَ فَاضِلًا اور عَلِمْتَنِي فَاضِلًا اس میں جمع ہو سکتے ہیں اس لیے کہ پہلا مفعول حقیقت میں مفعول نہیں ہے۔ اسی لیے اس کی تقدیری عبارت میں کہا جائے گا۔ عَلِمْتَ فَضْلِي وَعَلِمْتُ فَضْلَكَ اور بارہ قسمیں منصوب منفصل کی ہیں، جیسے اِيَّاهُ ضَرَبَ سے اِيَّانَا ضَرَبْنَا اور بارہ قسمیں مجرور متصل کی ہیں۔ جیسے ضَارِبُهُ سے ضَارِبُنَا تک اور ضَارِبِيَّ کی مثل میں کہ اس کی اصل ضَارِبُوْيَ تھی واؤ کو یاء سے بدل دیا تو پھر اس کا ادغام کر دیا جیسا کہ مَهْدِيٌّ میں ہوا کہ اس کی مَهْدُوِي تھی کہ واؤ کو یاء کیا اور واؤ کا کسرہ ماقبل حرف کو دے دیا اس کی حرکت (فتحہ) کو چھین لینے کے بعد اب دو حرف ہم جنس اکٹھے ہو گئے تو ان کا آپس میں ادغام کر دیا۔''

تشریح: فِي مثل ضَرَبْتَكَ: یہاں فعل کو ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ یہاں پر فاعل اور مفعول کی دو ضمیروں کو اکٹھا کرنا مقصود ہے۔ تو پس ضَرَبْتَ نَفْسَكَ میں تَ ضمیر فاعل کی ہے اور نَفْسَ کے متصل كَ ضمیر مفعول بہ کی ضمیر ہے اور ایسی ہی بات ضَرَبْتُ نَفْسِيْ میں ہے۔ پس نفس کا لفظ ضمیر کی طرف اپنی اضافت کی وجہ سے ایسا ہو گیا گویا کہ مضاف اور مضاف الیہ کی مغایرت کے غلبہ کی وجہ سے اس کا غیر ہے بخلاف ضَرَبْتُكَ کہ یقیناً اس میں دونوں ضمیریں معنیً متفق ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ضمیر متصل ہے۔

فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ: اس کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس لیے کہ وہ عادۃً واقع نہیں ہوتی اور اگر عقلاً ممتنع نہ ہو بان يضرب شخص نفسه ''کہ ایک شخص اپنے

آپ کو مارے۔"

افعال قلوب: افعال قلوب سے مراد وہ افعال ہیں کہ جن کا تعلق فقط دل کے ساتھ ہوتا جیسے علمته، حسبت، ظننت، رایت، وجدت، خلت، زغمت۔

ان میں دو مفعولوں کا جمع جائز ہے اس لیے کہ ان میں ایک ہی شخص ایک وقت اور ایک حالت میں فاعل اور مفعول دونوں نہیں بن سکتا اس لیے مفعول اول جو ہوتا ہے وہ حقیقت میں مفعول نہیں ہوتا، بلکہ اول مبتداء اور مفعول ثانی خبر ہوتا ہے۔

لِهٰذا قیل: یہاں سے وہ وجہ بتا رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے افعال قلوب میں مفعول اول حقیقت میں مفعول نہیں ہوتا۔

عَلِمْتَ فَضْلِي: یعنی اس مثال سے مراد یہ ہے کہ مفعول حقیقت میں مضمون جملہ (جملے کا مضمون) ہوتا ہے کہ معنیٰ فعل اس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ پس جب آپ کہیں عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا تو پس آپ کے علم کا متعلق فقط اکیلا زید نہیں ہے بلکہ وہ زید اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ فاضل ہے۔

اثنا عشر للمنصوب المنفصل: جب ضمیر متصل کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ضمیر منصوب منفصل کے بیان کرنا چاہتے ہیں، اس کے بھی اسی طرح بارہ کی اقسام ہیں۔

لِلْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ: ضمیر مجرور متصل کا بیان کا بیان ضمیر منصوب کے بعد کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مجرور محمول ہے منصوب پر حرف کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے اور منصوب منفصل فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور حرف کے ساتھ ہوتی ہے، جیسے اِنَّكَ اور اسم کے ساتھ جیسے ضاربك

ضَارِبُهٗ: جان تو کہ ضَارِبُهٗ میں ھاء ضمیر مجرور ہے اور یہی بات صحیح ہے بہر حال جس نے اس کو ضمیر منصوب بنایا ہے تو اس کے نزدیک ضَارِبُهٗ کی مثال ضمیر مجرور متصل کی مثال نہیں ہوگی۔

ضَارِبُوْيَ: اس کی اصل ضَارِبُوْنَ ہے، جبکہ اس کی اضافت کی گئی یاء متکلم کی طرف تو نون جمع گر گئی تو ضَارِبُوْيَ ہوگیا تو پس دو حروف یعنی واؤ اور یاء اکٹھے ہو گئے

اور ان دونوں میں سے پہلا ساکن تھا تو اس (واؤ) کو یاء سے بدل دیا گیا۔ اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا کر دیا گیا پھر ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا۔

باقی رہی یہ بات کہ واؤ کو یاء سے کیوں بدلا گیا تو اس کا حاصل اور وجہ یہ ہے کہ واؤ اور یاء کا مخرج دور دور ہے لیکن وہ دونوں ایک جیسے حروف کی طرح جاری ہوتے ہیں جبکہ ان میں مد ہو اور مخرج اس کو وسعت دیتا ہے۔ پس انہوں نے ان دونوں کا (واؤ اور یاء) کا اجتماع ناپسند کیا جس طرح کہ مثلین (دو حروف ایک طرح) کا اجتماع ناپسند کیا۔

((وَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ يَسْتَتِرُ فِي خَمْسَةِ مَوَاضِعَ فِي الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبَ يَضْرِبُ وَلِيَضْرِبْ وَلَا يَضْرِبْ وَفِي الْغَائِبَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَفِي الْغَائِبَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَتَضْرِبُ وَلِتَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ وَفِي الْمُخَاطَبِ الَّذِي فِي غَيْرِ الْمَاضِي نَحْوُ تَضْرِبُ وَاضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ وَالْيَاءُ فِي تَضْرِبِيْنَ عَلَامَةُ الْخِطَابِ وَفَاعِلُهُ مُسْتَتِرٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَعِنْدَ الْعَامَّةِ هُوَ ضَمِيْرٌ بَارِزٌ لِلْفَاعِلِ كَوَاوِ تَضْرِبُوْنَ وَعُيِّنَتِ الْيَاءُ لِمَجِيْئِهِ فِي هٰذِى لِلتَّانِيْثِ وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوْفِ اَنْتَ شَيْءٌ لِلْاِلْتِبَاسِ بِالتَّثْنِيَةِ فِي الْهَمْزَةِ وَاجْتِمَاعِ النُّوْنَيْنِ فِي النُّوْنِ وَتَكْرَارِ التَّائَيْنِ فِي التَّاءِ وَاُبْرِزَ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَمْعِهِ وَلَمْ يُفَرَّقْ بِحَرَكَةِ مَا قَبْلَ النُّوْنِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالنُّوْنِ الثَّقِيْلَةِ وَالْخَفِيْفَةِ فِي الصُّوْرَةِ وَلَا بِحَذْفِ النُّوْنِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْمُذَكَّرِ الْمُخَاطَبِ وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ نَحْوُ اَضْرِبُ وَنَضْرِبُ وَفِي الصِّفَةِ نَحْوُ ضَارِبٌ ضَارِبَانِ اِلٰى آخِرِهٖ وَاسْتُتِرَ فِي الْمَرْفُوْعِ دُوْنَ الْمَنْصُوْبِ وَالْمَجْرُوْرِ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ جُزْءِ الْفِعْلِ وَاسْتُتِرَ فِي الْمُفْرَدِ الْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ دُوْنَ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ لِاَنَّ الْاِسْتِتَارَ خَفِيْفٌ وَاِعْطَاءُ الْخَفِيْفِ لِلْمُفْرَدِ السَّابِقِ اَوْلٰى دُوْنَ الْمُتَكَلِّمِ وَ الْمُخَاطَبِ الَّذَيْنِ فِي الْمَاضِي لِاَنَّ الْاِسْتِتَارَ قَرِيْنَةٌ ضَعِيْفَةٌ وَالْاِبْرَازُ قَرِيْنَةٌ قَوِيَّةٌ فَاِعْطَاءُ الْاِبْرَازِ

الْقَوِی لِلْمُتَكَلِّمِ الْقَوِيِّ وَالْمُخَاطَبِ الْقَوِيِّ أَوْلَى وَاسْتُتِرَ فِي مُخَاطَبِ الْمُسْتَقْبَلِ وَمُتَكَلِّمِهِ لِلْفَرْقِ وَقِيلَ اُسْتُتِرَ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ دُوْنَ غَيْرِهَا لِوُجُوْدِ الدَّلِيلِ وَهُوَ عَدَمُ الْإِبْرَازِ فِي مِثْلِ ضَرَبَ وَالتَّاءُ فِي مِثْلِ ضَرَبَتْ وَالْيَاءُ فِي يَضْرِبُ وَالتَّاءُ فِي مِثْلِ تَضْرِبُ وَالْهَمْزَةُ فِي مِثْلِ اَضْرِبُ وَالنُّوْنُ فِي مِثْلِ نَضْرِبُ وَهِيَ لَيْسَتْ بِاَسْمَاءِ وَالصِّفَةُ فِي مِثْلِ ضَارِبٌ وَضَارِبَانِ اِلٰى آخِرِهٖ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ تَاءُ ضَرَبَتْ ضَمِيْرًا كَتَاءِ ضَرَبْتِ لِوُجُوْدِ عَدَمِ حَذْفِهَا بِالْفَاعِلَةِ الظَّاهِرَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَلَا يَكُوْنُ اَلِفُ ضَارِبَانِ وَ وَاوُ ضَارِبُوْنَ ضَمِيْرًا لِاَنَّهٗ يَتَغَيَّرُ فِي حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ وَالضَّمِيْرُ لَا يَتَغَيَّرُ وَكَاَلِفِ يَضْرِبَانِ وَالْاِسْتِتَارُ وَاجِبٌ فِي مِثْلِ اَفْعَلُ وَتَفْعَلُ وَاَفْعَلُ تَفْعَلُ لِدَلَالَةِ الصِّيْغَةِ عَلَيْهِ وَقُبِّحَ اِفْعَلُ زَيْدٌ وَتَفْعَلُ زَيْدٌ وَاَفْعَلُ زَيْدٌ وَنَفْعَلُ زَيْدُوْنَ.))

''اور ضمیر مرفوع متصل پانچ جگہوں پر مذکر غائب میں مستتر (پوشیدہ) ہوتی ہے جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ، لِیَضْرِبْ اور وَلَا یَضْرِبْ اور مؤنث غائب میں جیسے ضَرَبَتْ، تَضْرِبُ، لِتَضْرِبْ اور لَا تَضْرِبْ اور مخاطب کے وہ صیغے کہ جو ماضی کے علاوہ ہوں جیسے تَضْرِبُ، اِضْرِبْ اور وَلَا تضرَبْ اور تَضْرِبِینَ میں ضمیر بارز ہے جو کہ فاعل کے لیے ہے۔ جیسے کہ واؤ تَضْرِبُوْنَ میں ہے اور یاء خود ہی متعین ہوگئی ہے ھذی کے کلمہ میں تانیث کے لیے اور کچھ زیادتی نہیں ہوئی اَنْتِ کے حروف میں سے ہمزہ کی وجہ سے تثنیہ کے ساتھ اور دو نونوں کا ایک نون میں جمع ہونا اور دو تاؤں کا ایک تاء میں تکرار ہے اور ظاہر کیا گیا اس کے اور اس کی جمع کے درمیان فرق کرنے کے لیے اور نون کے ماقبل کی حرکت کے ساتھ فرق نہیں کیا گیا۔ تاکہ بظاہر صورت میں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کے ساتھ التباس نہ ہو اور نہ ہی فرق کیا گیا نون کو حذف کرنے کے ساتھ تاکہ نہ

التباس ہو مذکر مخاطب کے ساتھ اور ضمیر مستتر (پوشیدہ) ہوتی ہے مضارع متکلم میں جیسے اَضْرِبُ، نَضْرِبُ اور صفت (اسم فاعل) کے صیغے میں جیسے ضَارِبٌ اور ضَارِبَان آخر تک۔ اور یہ ضمیر مرفوع میں مستتر رکھی جاتی ہے نہ کہ منصوب اور مجرور میں۔ یعنی منصوب اور مجرور میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ بمنزل فعل کے جز کے ہوتی ہے۔ اور ضمیر مستتر رکھی ہے مفرد مذکر غائب اور غائبہ کے صیغوں میں سوائے تثنیہ اور جمع کے صیغوں میں اس لیے استتار (پوشیدہ) کرنا خفیف ہے اور خفیف، مفرد کو دینا جو کہ تثنیہ اور جمع میں سابق یعنی ان دونوں سے پہلے ہے یہ اولیٰ ہے متکلم اور مخاطب کی جمع سے اس لیے کہ وہ دونوں ماضی کے اندر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استتار قرینہ ضعیفہ ہے۔ یعنی پوشیدہ کرنا ضمیر کو ایک کمزور قرینہ (طریقہ) ہے۔ اور جب کہ ابراز (ظاہر کرنا) ایک قوی قرینہ ہے۔ تو پس ابراز جو کہ قوی ہے اس کا متکلم اور مخاطب جو کہ دونوں قوی ہیں ان کو دینا یہ اولیٰ ہے اور اور مستقبل کے مخاطب میں ضمیر کو مستتر رکھا گیا ہے اور اس کے (مستقبل کے) متکلم کو فرق کرنے کے لیے۔ اور یہ بھی بعض لوگوں نے کہا ہے انہوں نے پانچ مذکورہ مقامات میں ضمیروں کو مستتر رکھا گیا ہے ان کے علاوہ میں نہیں دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے اور وہ دلیل ابراز کا نہ ہونا ہے، یعنی ضمیروں کا ظاہر نہ ہونا ہی دلیل ہے کہ ان میں مستتر ہیں۔ ضَرَبَ کی مثال میں اور تاء ضَرَبَتْ کی مثال میں اور یاء یَضْرِبُ کی مثال میں اور تاء تَضْرِبُ کی مثال میں اور ہمزہ اَضْرِبُ کی مثال میں اور نون نَضْرِبُ کی مثال میں اور یہ حروف مضارعۃ اسماء نہیں ہیں۔ اور صفت کے صیغوں میں سے ضَارِبٌ اور ضَارِبَان کی مثال میں (آخر تک صیغوں میں) اور یہ جائز نہیں ہے کہ تاء ضَرَبَتْ میں ضمیر ہو ضَرَبْتَ کی تاء کی طرح ظاہری طور پر فاعل ہونے کی وجہ سے اس کا حذف ہونا نہ پائے جانے کی وجہ سے جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ الف ضاربان اور واؤ ضاربون میں ضمیر واقع ہو اس کی وجہ یہ

ہے کہ وہ حالت نصب اور حالت جر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور جو ضمیر ہوتی ہے وہ کبھی نہیں بدلتی جیسے کہ یَضْرِبَانِ میں الف اور استتاء (ضمیر کو پوشیدہ کرنا) واجب ہے اِفْعَلُ، تَفْعَلُ، اَفْعَلُ اور تَفْعَلُ میں صیغے کی دلالت فاعل معین پر کرنے کے لیے۔ اور یہ بات قبیح ہے کہ یوں کہا جائے اِفْعَلْ زَيْدٌ، نَفْعَلُ وَزَيْدٌ اَفْعَلُ زَيْدٌ اور نَفْعَلُ زَيْدُوْنَ.))

تشریح: جب مصنف رحمہ اللہ ضمائر اور ان کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ان ضمیروں کے متصل اور منفصل ہونے کی طرف غور وفکر کیا تو ان کے مستتر اور ظاہر ہونے احکام کو بیان کرنے میں شروع ہو گئے۔

اَلْغَائِب: سے وہ مقامات (صیغے) بتا رہے ہیں کہ جہاں یا جن صیغوں میں ضمیریں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ واحد مذکر غائب میں ضمیر مستتر ہوتی ہے خواہ وہ ماضی ہو یا مضارع یا امر ہو یا نہی ہو اور ضمیروں کے پوشیدہ ہونے کو ضمیر مرفوع متصل کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل کے جز کی طرح ہیں۔ بخلاف مرفوع منفصل کے اس لیے کہ ضمیر منفصل اپنے عامل پر مقدم ہو جاتی ہے تو پس اس کا پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں ہے۔ بخلاف منصوب متصل اور منفصل کے اس لیے کہ وہ ضمیریں فضلہ میں ان کا عامل ان کا مستتر ہونا قبول نہیں کرتا بخلاف ضمیر مجرور متصل کے اس لیے کہ اس کا عامل قوی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مستتر میں عمل نہ کرلے اور یہ بات بھی ہے کہ اس کا عامل مضاف ہوتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ مضاف الیہ ظاہر ہو۔ تو اس وجہ ضمیر مجرور متصل پوشیدہ نہیں ہوتی۔

فِي غَيْرِ الْمَاضِي: یہاں ماضی کے علاوہ میں ضمیر کے مستتر ہونے کی بات اس وجہ سے کی کیونکہ ماضی میں ضمیر غیر مستکن (مستتر نہیں) بلکہ ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے ضَرَبْتَ میں تاء کے فتحہ کے ساتھ ضمیر ظاہر ہے۔

عِنْدَ الْاَخْفَش: اخفش کا قول حالانکہ عام اہل صرف کے قول کے بالکل خلاف ہے لیکن اخفش کے قول کو اس وجہ سے مقدم کیا کیونکہ وہ مبحث میں داخل ہے، اور وہ بیان ہے ان مقامات کا جن میں ضمیریں مستتر ہیں اور وہ اسی کے قول میں ہی حاصل ہے نہ کہ عام

اہل صرف کے قول میں اس لیے کہ عام اہل صرف کہتے ہیں کہ وہ ضمیر بارز (ظاہر) ہے مستتر نہیں۔

ضَمِیْرٌ بَارِزٌ: یہاں سے تَضْرِبِیْنَ میں موجود یاء کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ جس کے متعلق امام اخفش فرماتے ہیں کہ تَضْرِبِیْنَ میں یاء مخاطب کی علامت ہے اور اس کا فاعل مستتر ہے اور جبکہ عام اہل صرف علماء کے نزدیک یا ضمیر بارز ہے جو کہ فاعل کے لیے جیسے کہ تضربون میں واؤ ہے اور اخفش کا قول کوئی پختہ نہیں ہے اس لیے کہ اگر تضربین یاء خطاب کے لیے علامت ہوتو دو علامتوں کا جمع ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ تضربین کے شروع میں تاء بھی خطاب کی علامت ہے۔ اور ایک ہی شئے میں دو علامتوں کا جمع ہونا یہ چیز ممتنع ہے۔ اور بعض لوگوں نے اخفش کی طرف سے یہ جواب دیا ہے کہ تاء جو کہ خطاب کی علامت ہے۔ اور ایک دوسری چیز ہے جبکہ یاء فقط مخاطب کی علامت ہے اور یہ جواب اس سے متعلق کوئی تسلی بخش نہیں ہے اس لیے دو علامتوں کا اجتماع بھی اس سے لازم آتا ہے جو کہ پسندیدہ نہیں ہے۔

عُیِّنَتِ الیاء: عام علماء اہل صرف کے نزدیک یاء کو فاعل کے لیے متعین کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تاء کو اس کے متعین کیا جائے سوائے اس بات کے تاء اس کے شروع میں ہونے کی وجہ سے خطاب کی علامت ہے یعنی تاء نے دوسری تاء کے زیادہ کرنے سے روک دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے یاء کو اس وجہ سے متعین کر دیا کہ وہ مؤنث کی علامت ہے یا اس وجہ سے کہ وہ مخاطب کی ضمیر ہے۔

وَلَمْ یَزِدْ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ جب تَضْرِبِیْنَ کے نیچے اَنْتَ کے حروف سے ہی کوئی حرف اس میں زیادہ کر دیا جاتا تو مصنف نے اپنے قول لم یزد سے جواب دے دیا کہ تثنیہ کے ساتھ التباس ہو جاتا اگر انت میں سے کوئی حرف زائد کرتے۔

اجتماع النونین: تضربین میں اَنْتَ سے نون کو اگر زائد کرتے تو یہ خرابی پیدا ہوتی کہ ان میں سے نون زائدہ ہوتی اور دوسری رفع کی علامت ہوتی اور اس بات کو اہل

صرف نے پسند کیا ہے اس لیے کہ اس صورت میں ثقل واجب ہو جاتا تو پس اس طریقے کی طرف گئے ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ ثقل پیدا ہو سکتا تھا۔

ابرز: یہ الفاظ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہیں سوال یہ ہے کہ اگر اَنْتَ کے حروف میں سے کوئی حرف زائد نہیں کیا گیا تو پھر مناسب یہ تھا کہ اس میں کو فاعل کی ضمیر مستتر رکھ دیتے پس اس کو ظاہر کیوں کیا۔

الفرق: ان الفاظ سے ضمیر کو ظاہر کرنے کا فائدہ بتا رہے ہیں۔

کہ اگر واحد مخاطبہ میں ضمیر کو ظاہر نہ کرتے تو پھر تضربن کہا جاتا تو پھر اس کی جمع (تَضْرِبْنَ) کے ساتھ التباس لازم آتا۔

ولم یفرق: یہ الفاظ بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینے کے لیے لائے گئے ہیں۔

وہ سوال یہ ہے کہ جب ان دونوں کے درمیان فرق ہی مطلوب تھا پھر واحد میں نون سے ماقبل حرکت کو لازم کیوں کیا حالانکہ جمع میں نون کا ماقبل ہمیشہ ساکن ہوتا ہے تو مصنف نے اپنے قول لم یفرق سے ہی اس کا جواب دے دیا۔

یلتبس بالنون: نون کے ساتھ التباس آنے کی وجہ یہ ہے کہ نون کا ماقبل ہمیشہ متحرک ہوتا ہے اور اس کا ماقبل صرف ضمہ کے ساتھ متحرک نہیں ہوگا تاکہ جمع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے تَضْرِبُنَّ اور فتحہ کے ساتھ بھی اس کو متحرک نہیں کیا جا سکتا تاکہ واحد کے ساتھ التباس نہ ہو جیسے تَضْرِبَنَّ اور نہ ہی کسرہ کے ساتھ متحرک ہوگا تاکہ خود اس نون کا نون ثقیلہ کے ساتھ اتصال ہونے کے وقت خود اسی کے ساتھ التباس نہ ہو۔

الصِّفَةُ: اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کو صفت کا صیغہ کہا اور اس میں ضمیر کو ظاہر نہ کرنے کا بتایا اس لیے کہ اگر ان میں ضمیر کو ظاہر کر دیا جائے تو تثنیہ میں دو الفوں کا اور جمع میں دو واؤں کا جمع لازم آئے گا اور مزید یہ کہ صفت سے مرا اسم فاعل، مفعول، صفت مشبہ، افعل التفضیل کے صیغے بھی مراد ہیں۔

اُسْتُتِرَ: اس استتار سے مراد استتار مطلقاً ہے خواہ ماضی میں ہو خواہ مضارع میں ہو خواہ امر یا نہی میں ہو۔

خَفِيفٌ :استتار کے خفیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اظہار میں چونکہ ثقل ہوتا ہے تو اس لیے اظہار کی نسبت استتار میں خفیف مان لیا گیا ہے اور مفرد میں استتار ہونے کی وجہ سے۔ یعنی تلفظ کرنے میں ثقل محسوس ہوتا ہے جبکہ لفظوں میں ضمیر موجود نہ ہونے کی وجہ سے تلفظ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ تلفظ کے ثقل سے آدمی بچ جاتا ہے۔

دون المتكلم و المخاطب :اس عبارت سے مقصود ایک سوال کا جواب ہے، وہ سوال یہ تھا کہ جس طرح ماضی مفرد کے صیغوں میں ضمیر کو مستتر مانا گیا ہے یعنی ان کو استتار دیا گی ہے استتار کے خفیف ہونے کی وجہ سے تو اسی طرح متکلم اور مخاطب میں بھی استتار دے دیا جاتا جو کہ خفیف ہے یہاں استتار سے اعراض کیوں کیا گیا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ متکلم اور مخاطب کی نسبت غائب میں استتار بہت زیادہ ہوتا ہے جبکہ متکلم اور مخاطب میں کسی درجے میں ابراز ہوتا ہے اور ابراز قوی قرینہ ہے اور استتار ضعیف قرینہ ہے اور غائب جو ہے وہ بھی ضعیف ہے جبکہ متکلم اور مخاطب یہ دونوں قوی ہیں۔ تو ایسی وجہ سے ضعیف کو استتار اور قوی کو ابراز کا قرینہ دے دیا گیا۔

اَلَّذِيْنِ فى الماضى :یہ الفاظ اس لیے لائے گئے کیونکہ ان سے غرض مضارع سے احتراز کرنا ہے۔ اس لیے کہ مضارع مخاطب اور متکلم کے صیغوں (اتَضْرِب، اَضْرِب میں اَنْتَ اور اَنَا ضمیر) میں مستتر ہے۔

اَلْإِبْرَازُ :ابراز یعنی ضمیر کے ظاہر ہونے کو قرینہ قوی کہا گیا ہے۔ اس کے قوی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کی اصل یہ ہے کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اور بارز اس کا نائب ہوتا ہے اور فاعل کے وجود پر دلالت یہ دلالت قویہ ہے اس لیے وہ ظاہر کے قریب ہے اس حیثیت سے کہ اس کا تلفظ کیا جاتا ہے اور جو مستتر ہوتا ہے وہ بارز کا نائب ہوتا ہے اور فاعل پر دلالت کرنے والا قرینہ دلالت ضعیفہ ہے جبکہ وہ کسی وجہ سے بھی ظاہر کے ساتھ شریک نہ ہو۔

قرينة قوية :اس عبارت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ابراز ایک قرینہ قویہ ہے قوی قرینہ ہم نے قوی کو دیا آپ کا یہ اصول ٹوٹ جاتا ہے مضارع کے متکلم میں اس لیے کہ مضارع میں متکلم قوی ہے لیکن اس کے باوجود اس کو مضارع میں ابراز نہیں دیا گیا، تو پس

اس سے تو علت کی تخصیص کا لزوم مفہوم ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ کوئی ایسی بات واضح کرنی چاہیے کہ جو فرق کو ظاہر کرنے والی ہو۔ تو اس کا ایک ضعیف سا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ضمیروں کا مبنی ہونا اختصار کی بناء پر ہے اور مستکن زیادہ مختصر ہوتا ہے تو پس اسی وجہ سے مناسب یہ ہے کہ مضارع کے متکلم میں ضمیر مستکن ہو اور مضارع میں ہمزہ اور نون سے متکلم کے ہونے کا استدلال کیا جاتا ہے تو پس اس میں ابراز کی کوئی ضرورت نہیں بخلاف ماضی کے کہ اس میں بوقت ضرورت اس (ضمیر) کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

وَهُوَ عَدَمُ الْإِبْرَازِ: شاید کہ اس عبارت سے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ عدم ابراز دلیل ہے استتار پر اور یہ اس لیے ہے کہ فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ فاعل محدث (کام کرنے والا) ہے، اور وہ (فاعل) یا تو ظاہر ہوگا یا پوشیدہ ہوگا تو جب وہ ظاہر نہ ہو اور نہ ضمیر بارز ہو تو وہ اس بات پر دلالت کرے کہ وہ مستتر ہے۔ اسی وجہ سے کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں کہ فعل کے لیے کسی فاعل کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ مقوی (دل میں) ہی کیوں نہ ہو جیسے اِفْعَلْ (تو کر) یہاں پر اس فعل میں فاعل منوی ہے کہ جس سے کام کرنے کو کہا گیا ہے۔

وَالتَّاءُ: یہاں سے اس بات کو بتانا مقصود ہے کہ اس تاء کا عطف ماقبل کی کون سی عبارت پر ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا عطف عدم الابراز پر ہے۔ یعنی وہ تاء کیا گیا ہے کہ وہ تاء اس بات پر دلیل ہے کہ اس کا فاعل مؤنث ہے اور یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فعل فاعل پر مطلقاً دلالت کرتا ہے تو یہاں پر اس بات کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ فاعل مؤنث ہے، اس کا مؤنث ہونا تو اسی تاء سے حاصل ہو چکا ہے، تو اس کے مؤنث ہونے کو ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو اسی عدم ضرورت کی وجہ سے اس کو مستتر رکھا گیا ہے، اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جو تاء ساکنہ اس فعل پر داخل کی گئی ہے اس کی وضع اس لیے کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ ضَرَبَتْ کا فاعل مؤنث ہے۔ تو پس اس طرح سے فاعل پر بھی دلالت ہوگی۔ پس اس کے ذریعے سے فاعل کے ظاہر کرنے سے مستغنی ہو گئے غرض کے حاصل ہو جانے کے وقت اختصار پر ہی اکتفاء کر

لیا گیا بغیر کسی اطناب کے۔

یَضْرِبُ: اس یَضْرِبُ میں موجود یاء سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید کہ یہ یاء مذکر غائب کے لیے وضع کی گئی ہے پس اس پر دلیل پائے جانے کی وجہ سے غائب کی ضمیر کے ابراز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَالتَّاءُ فِي تَضْرِبُ: یہاں پر یہ بات بتانا مقصود ہے کہ تَضْرِبُ میں تاء کو لانے کی غرض یہ ہے کہ وہ مخاطب کے لیے علامت کے طور پر وضع کی گئی ہے۔ تو اس پر دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے مخاطب کی ضمیر کے ابراز کی طرف کوئی ضرورت نہیں محسوس نہیں کی گئی۔ اور بالکل اسی طرح واحد متکلم مضارع میں اَضْرِبُ میں موجود ہمزہ کو واحد متکلم کی علامت کے طور پر وضع کیا گیا ہے تو اس پر دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے واحد متکلم کی ضمیر کے ابراز کی کوئی ضرورت نہیں نون کو جمع متکلم کی علامت کے طور پر وضع کیا گیا ہے تو اسی وجہ سے اس پر دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے جمع متکلم کی ضمیر کے ابراز کی کوئی ضرورت نہ ہوئی۔

وَالصِّفَةُ: اس صفت کے کلمہ سے شاید یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ صفت سے مراد وہ اسماء ہیں کہ جو افعال سے مشتق ہوتے ہیں۔ جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل جو کہ ضمیر کے مستتر ہونے کی حالت میں ہوتے کہ جب ان میں ان کا کوئی فاعل اسم ظاہر موجود نہ ہو اور یہ بات اس لیے کی گئی ہے کیونکہ صفات کے لیے ضروری ہے ان کا کوئی ایسا پڑوسی ضرور ہو جو کہ ان کے موصوف ہونے پر دلالت کرے اس کے لیے صفات اعراض ہیں جو کہ بذات خود قائم نہیں رہ سکتے بغیر کسی موصوف کے تو پس جب ان کا کوئی پڑوسی ان کو مل گیا تو ضروری بات ہے کہ وہ فاعل ظاہر ہو گا یا مضمر ہو گا فعل کی طرح تو پس جب ان صفات کے بعد فاعل ظاہر نہ ہو تو خود بخود یہ بات معلوم ہو جائے گی ان کا فاعل ان کے اندر پوشیدہ ہے۔

عَدَمِ حَذْفِهَا: یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ضَرَبَتْ میں تاء فاعل کی علامت نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تا فاعل ہوتی تو ضَرَبَتْ هِنْدٌ میں فاعل ظاہر

کے موجود ہونے کی وجہ سے اس تاء کو حذف کر دیا جاتا اس لیے بات جائز نہیں ہے کہ کسی فعل دو فاعل ہوں بغیر کسی عطف یا بدل کے تو جب اس تاء کو حذف نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا یہ تاء فاعل نہیں ہے۔

ضَرَبَتْ ھِنْدٌ: مذکورہ عبارت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب دے رہے ہیں اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ ایک فعل کے دو فاعل ہونا جائز نہیں تو اگر یوں کہا جائے کہ تاء ضمیر ہے اور اسم ظاہر جو ہے اس سے بدل ہے۔ تو اس صورت میں تو ایک فعل کے دو فاعل متحقق نہیں ہو سکتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس تاء کو ضمیر بنانا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ مستکن (مستتر) جو ہے وہ آپ کے قول ضَرَبَتْ ھِنْدٌ میں متحقق ہے بالاجماع پس اگر تاء ضمیر ہو اور اس صورت میں (اس تقدیر پر) بارز ہو تو مستتر اور بارز کا جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ بات بالاجماع جائز نہیں ہے۔

ھِنْدٌ: فاعل ظاہر کے موجود ہونے کی صورت میں تاء کو ضمیر نہ ماننے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اگر ضَرَبَتْ کی تاء ضمیر ہو تو فاعل ظاہر کے موجود ہونے کی صورت میں اس کو حذف کر دیا جاتا اس لیے کہ فاعل کی ضمیر فاعل ظاہر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

لَا یَجُوْزُ: یہ عبارت بھی ایک سوال کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ جب اسم فاعل کو فعل کے ساتھ مشابہت کاملہ حاصل ہے اور وہ فعل والا عمل بھی کرتا ہے تو پھر اس میں ضَارِبَانِ میں موجود الف ضمیر ہوگی، یَضْرِبَانِ میں موجود الف کی طرح۔ تو اس کا جواب وَلَا یَجُوْزُ سے دیا۔

کَالْفِ یَضْرِبَانِ: یہاں سے اسم فاعل میں موجود الف کے ضمیر نہ ہونے کی وجہ بتا رہے کہ الف تبدیل ہو جاتی ہے حالت نصب اور جر میں جبکہ ضمیر تبدیل نہیں ہوتی جس طرح کہ یَضْرِبَانِ میں الف ہے اس لیے کہ یہ کبھی تبدیل نہیں ہوتی خواہ کوئی بھی حالت ہو۔ حالت رفع جیسے زیدان یضربان اور حالت نصب جیسے زَیْدَانِ، لَنْ یَضْرِبَا اور حالت جزم جیسے زَیْدَانِ لَمْ یَضْرِبَا

وَالْاِسْتِتَارُ: مصنف رحمہ اللہ جب ان مقامات کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے کہ جن

میں فاعل کا استتار جائز ہے تو اب وہ ان مقامات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں فاعل کا استتار واجب ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کون کون سے مقام ہیں کہ جہاں فاعل کا استتار واجب ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ امر میں واحد مذکر حاضر اور مضارع میں بھی واحد مذکر حاضر اور واحد متکلم اور جمع متکلم مع الغیر ہیں۔

لِدَلَالَةِ: یہاں سے عبارت میں موجود چار صیغوں کی علامتوں کے فاعل معین پر دلالت کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں کہ ان میں اِفْعَلْ پہلا صیغہ امر کا ہے جبکہ دوسرے تین میں تَفْعَلُ واحد مذکر مخاطب کا ہے اور اَفْعَلُ واحد متکلم کا اور نَفْعَلُ جمع متکلم مع الغیر کا ہے۔ ان میں فاعل کا استتار اس لیے واجب ہے کہ آخری تین فاعل کا استتار اس لیے واجب ہے کہ آخری تین صیغوں کے شروع میں داخل ہونے والے حروف کی وجہ سے ہر ایک کی فاعل معین پر دلالت ہوتی ہے، اس لیے کہ تَفْعَلُ کے شروع میں جو تاء ہے وہ فاعل مخاطب پر دلالت کرتی ہے۔ اور اَفْعَلُ میں ہمزہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کا فاعل اَنَا ہے اور نَفْعَلُ میں جو نون ہے وہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس کا فاعل نحن ہے اور امر مضارع مخاطب سے مشتق ہوا ہے اور نہی کے بارے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ وہ امر میں ہی شامل ہے۔ ورنہ استتار کا واجب ہونا چار میں منحصر نہ ہوتا۔

قُبِّحَ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ ان چاروں صیغوں کے بعد فاعل کو ظاہر لانا قبیح ہے۔ اس کے ساتھ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا امر کے صیغے میں فاعل ظاہر نہیں ہوتا تو اُسْكُنْ اَنْتَ میں اَنْتَ کیوں فاعل ظاہر لایا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر اَنْتَ تاکید ہے مستتر کے لیے فاعل ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

مواضع جمع موضع کی جگہ کہتے ہیں۔ غائب جو حاضر نہ ہو۔ مستتر پوشیدہ، چھپا ہوا۔ تکرار بار بار آنا۔ ثقیلۃ ادائیگی میں بوجھل۔ خفیفہ ادائیگی میں ہلکا۔

الاستتار پوشیدہ کرنا الابراز ظاہر کرنا۔ عدم نہ ہونا۔ تغیر تبدیل ہونا، بدل جانا۔

فَصْلٌ فِي الْمُسْتَقْبَلِ

((وَهُوَ يَجِيءُ اَيْضًا عَلٰى اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَجْهًا نَحْوُ يَضْرِبُ اِلٰى آخِرِهٖ وَيُقَالُ لَهٗ مُسْتَقْبَلٌ لِوُجُوْدِ مَعْنَى الْاِسْتِقْبَالِ فِي مَعْنَاهُ وَيُقَالُ لَهٗ مُضَارِعٌ لِاَنَّهٗ مُشَابِهٌ بِضَارِبٍ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَعَدَدِ الْحُرُوْفِ وَفِي وُقُوْعِهٖ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ فِي مِثْلِ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ مَقَامَ ضَارِبٍ وَفِي دُخُوْلِ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَلَيَقُوْمُ وَبِاسْمِ الْجِنْسِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ يَعْنِي كَمَا اَنَّ اِسْمَ الْجِنْسِ يُخْتَصُّ بِلَامِ الْعَهْدِ كَذَالِكَ يُخْتَصُّ يَضْرِبُ بِسَوْفَ وَالسِّيْنِ وَبِالْعَيْنِ فِي الْاِشْتِرَاكِ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ ثُمَّ زِيْدَتْ عَلَى الْمَاضِي حُرُوْفُ اَتَيْنِ حَتّٰى يَصِيْرَ مُسْتَقْبَلًا لِاَنَّ بِتَقْدِيْرِ النُّقْصَانِ يَصِيْرُ اَقَلَّ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ وَزِيْدَتْ فِي الْاَوَّلِ دُوْنَ الْآخِرِ لِاَنَّ فِي الْآخِرِ يَلْتَبِسُ بِالْمَاضِيْ وَاشْتُقَّ مِنَ الْمَاضِي لِاَنَّهٗ يَدُلُّ عَلَى الثَّبَاتِ وَزِيْدَتْ فِي الْمُسْتَقْبَلِ دُوْنَ الْمَاضِيْ لِاَنَّ الْمَزِيْدَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْمُجَرَّدِ وَزَمَانَ الْمُسْتَقْبِلِ بَعْدَ زَمَانِ الْمَاضِي فَاُعْطِيَ السَّابِقُ لِلسَّابِقِ وَاللَّاحِقُ لِلَّاحِقِ))

فصل مستقبل کے بیان میں

''وہ (مستقبل) بھی چودہ اقسام پر آتا ہے جیسے یَضْرِبُ الخ اس میں استقبال کا معنیٰ پائے جانے کی وجہ سے اس کو مستقبل کہتے ہیں اور اس کو مضارع اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حرکات وسکنات اور حروف کی تعداد اور نکرہ کی صفت واقع ہونے میں ضَارِبٌ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ مثال میں ہے۔ مَرَرْتُ

بِرَجُلٍ يَضْرِبُ مَقَامَ ضَارِبٍ۔ اور مشابہ ہوتا ہے لام ابتدائیہ کے داخل ہونے میں جیسے اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اور لَيَقُوْمُ اور اسم جنس کے ساتھ عموم اور خصوص میں مشابہہ ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح اسم جنس لام عہد کے ساتھ مختص ہوتا ہے اسی طرح يَضْرِبُ بھی سَوْفَ، سین کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اور عین کے ساتھ حال اور استقبال کے درمیان اشتراک میں مشابہہ ہونے کی وجہ سے پھر ماضی پر حروف اتین کو زیادہ کیا گیا یہاں تک کہ مستقبل بن گیا اس لیے کہ مقدار حروف کو کم کرنے کی وجہ سے کلمہ قابل استعمال کی مقدار سے بھی کم ہو جاتا (کیونکہ کسی کلمہ کے تلفظ کے لیے کم از کم تین حروف پر کلمہ کا مستعمل ہونا ضروری ہے اور یہ زیادتی شروع میں کی گئی آخر میں نہیں اس لیے کہ آخر میں زیادتی کی وجہ سے ماضی کے ساتھ التباس لازم آ جاتا اور اس کو ماضی سے بنایا گیا اس لیے کہ وہ ثبات پر دلالت کرتا ہے اور زیادتی مستقبل میں کی گئی نہ کہ ماضی میں اس لیے کہ جس پر زیادتی کی جائے (مزید) مجرد کے بعد ہوتا ہے۔ مستقبل کا زمانہ بھی ماضی کے زمانہ کے بعد ہوتا ہے تو پس سابق سابق کو دے دیا گیا (پہلا پہلے کو دے دیا گیا) اور لاحق لاحق (بعد والا بعد والے) کو دے دیا گیا۔

تشرِیح: فصل، سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ یہ کلام پہلی کلام سے جدا ہے اور یہ مستقبل کے احکام کے بارے میں ثابت کرنے والی ہے اس بات کو کہ اسم فاعل استقبال سے ہے اور وہ اس دلیل کی وجہ سے کہ جو کہ صحاح میں یہ کہا گیا ہے کہ استقبال پیشوا ہونے میں استدبار کی ضد ہے۔

اَلْمُسْتَقْبَلِ: اب یہ بات وضاحت طلب ہے کہ یہ مُسْتَقْبَل ہے۔ ہے کہ یہ باء کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی اسم مفعول ہے۔ اور قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ باء کے کسرہ کے ساتھ ہونا چاہیے تھا یعنی اسم فاعل جیسا کہ ماضی کہا گیا ہے۔ اور شاید کہ پہلی توجیہہ اس وجہ سے ہو کہ زمانہ اس کا استقبال کرتا ہے تو پس وہ مُسْتَقْبَل یعنی اسم مفعول ہے لیکن اولیٰ یعنی زیادہ اچھا اور مناسب یہ ہے کہ مُسْتَقْبِل باء کے کسرہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

پس یہی صحیح ہے کہ باء کے کسرہ کے ساتھ ہی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ الاستقبال اس پر کس طرح صادق آتا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ استقبال لغت میں ادبار کی ضد کو کہتے ہیں، تو پس مستقبل وہ ہوا کہ جس کی طرف متوجہ ہوا جائے اور مستقبل زمانے کے اعتبار سے اسے کہتے ہیں کہ جو زمانہ آنے والا ہو اس لیے اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور اس کے آنے کی توقع کی جاتی ہے۔

اَلْمُضَارِع: بمعنی مشارک یعنی کہ ایک ہی پستان سے دودھ پینے میں شریک کو کہتے ہیں تو پس ہر ایک مشبہ اور مشبہ بہ سے ہوا تو پس جن دو بچوں نے ایک پستان سے دودھ پیا تو وہ دونوں رضاعی بھی ہیں۔

مشابه بضارب: مضارع کو اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہونے کی کیفیت بتا رہے ہیں کہ مضارع کو اسم فاعل کے ساتھ کس طرح مشابہت ہوتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کا ترتیب میں موافق ہونا مشابہت کی وجہ ہے وہ اس طرح کہ یَضْرِبُ میں حرکت اور سکون کی ترتیب تعداد ضارب میں موجود حرکت اور سکون کی ترتیب پر ہے اور دونوں تعداد میں برابر ہیں۔ اور سکنات کا جمع ہوتا مشاکلت کی وجہ ہے۔

دخول لام الابتداء: سے مراد یہ ہے کہ لام ابتدائیہ فعل مضارع اور اسم فاعل دونوں کے شروع میں داخل ہوتا ہے۔

باسم الجنس: ان الفاظ کا عطف بضارب پر جو کہ ماقبل کی عبارت میں گذرا ہے۔

زِیْدَتْ فِي الْاَوَّلِ: اس عبارت سے غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے کہ آپ نے مضارع بنانے کے لیے ماضی کے شروع میں حروف اَتَیْن کو داخل کیا اس کے آخر میں کیوں نہ لاحق کیا۔ تو عبارت کے اندر ہی یلتبس سے جواب دے دیا۔

یَدُلُّ عَلَی الثبات: اس عبارت سے غرض التباس کا ثبوت دے رہے ہیں کہ وہ التباس کس طرح ہوتا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ضَرَبَ کے آخر میں الف کو زیادہ کرتے تو یہ ضَرَبَا بن جاتا تو جس کا التباس تثنیہ مذکر غائب کے ساتھ آتا اور اگر تاء کو آخر میں لاتے تو مذکر مخاطب اور مخاطبہ اور واحد متکلم کے ساتھ التباس لازم آتا اور اگر

اس تاء کو ساکن کر دیا جاتا تو پھر مؤنث غائب کے ساتھ التباس لازم آتا جیسے ضَرَبَتْ اور اگر اس کے آخر میں نون کو لاتے تو جمع غائب کے ساتھ التباس لازم آتا باقی رہی باء کہ اگرچہ اس کو آخر میں لانے سے کسی صیغے کے ساتھ التباس لازم نہیں لیکن اس کو بھی اس کے اخوات پر بھی محمول کر لیا گیا۔ یعنی جب نہیں کو التباس کی وجہ سے شروع میں لائے تو صرف ایک کو التباس لازم نہ آنے کے باوجود آخر میں لانا مناسب نہیں سمجھا۔

((وَعُيِّنَتِ الْاَلِفُ لِلْمُتَكَلِّمِ الْوَاحِدِ لِاَنَّ الْاَلِفَ مِنْ اَقْصَى الْحَلَقِ وَهُوَ مَبْدَءُ الْمَخَارِجِ وَالْمُتَكَلِّمُ وَهُوَ الَّذِىْ يُبْتَدَءُ الْكَلَامُ مِنْهُ وَقِيْلَ لِلْمُوَافَقَةِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَنَا وَعُيِّنَتِ الْوَاوُ لِلْمُخَاطَبِ لِكَوْنِهَا مُنْتَهَى الْمَخَارِجِ وَالْمُخَاطَبُ هُوَ الَّذِىْ يَنْتَهِى الْكَلَامُ بِهٖ ثُمَّ قُلِبَتِ الْوَاوُ تَاءً حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ الْوَاوَاتُ فِى مِثْلِ وَوُجِلَ فِى الْعَطْفِ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ الْاَوَّلُ مِنْ كُلِّ كَلِمَةٍ لَا يَصْلَحُ لِزِيَادَةِ الْوَاوِ وَحُكِمَ بِاَنَّ وَاوَ وَرَنْتَلٍ اَصْلِىٌّ وَعُيِّنَتِ الْيَاءُ لِلْغَائِبِ لِاَنَّ الْيَاءَ مِنْ وَسْطِ الْفَمِ وَالْغَائِبُ هُوَ الَّذِىْ فِى وَسْطِ كَلَامِ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ، وَعُيِّنَتِ النُّوْنُ لِلْمُتَكَلِّمِ اِذَا كَانَ مَعَهٗ غَيْرُهٗ لِتَعَيُّنِهَا لِذَالِكَ فِى ضَرَبْنَا فَاِنْ قِيْلَ لِمَ زِيْدَتِ النُّوْنُ فِى نَضْرِبُ قُلْنَا لِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ شَىْءٌ وَهُوَ قَرِيْبٌ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِى خُرُوْجِهَا عَنْ هَوَاءِ الْخَيْشُوْمِ وَفُتِحَتْ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ لِلْخِفَّةِ اِلَّا فِى الرُّبَاعِيِّ وَهُوَ فَعْلَلَ وَاَفْعَلَ وَفَعَّلَ وَفَاعَلَ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ رُبَاعِيَّةٌ وَالرُّبَاعِىُّ فَرْعٌ لِلثُّلَاثِىِّ وَالضَّمَّةُ اَيْضًا فَرْعٌ لِلْفَتْحِ وَقِيْلَ لِقِلَّةِ اِسْتِعْمَالِهِنَّ وَيُفْتَحُ مَاوَرَاءَ هُنَّ لِكَثْرَةِ حُرُوْفِهِنَّ اَمَّا يَهْرِيْقُ اَصْلُهٗ يُرِيْقُ وَهُوَ مِنَ الرُّبَاعِيِّ فَزِيْدَتِ الْهَاءُ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ وَتُكْسَرُ حُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ فِى بَعْضِ اللُّغَاتِ اِذَا كَانَ مَاضِيْهِ مَكْسُوْرَ الْعَيْنِ اَوْ مَكْسُوْرَ الْهَمْزَةِ حَتّٰى تَدُلَّ عَلٰى كَسْرَةِ الْمَاضِىْ نَحْوُ يِعْلَمُ وَتِعْلَمُ وَاِعْلَمُ وَنِعْلَمُ اور يِسْتَنْصِرُ

وَتِسْتَنْصِرُ وَاِسْتَنْصِرُ وَنِسْتَنْصِرُ وَفِي بَعْضِ اللُّغَاتِ لَا تُكْسَرُ الْيَاءُ لِثِقْلِ الْكَسْرَةِ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ وَعُيِّنَتْ حُرُوفُ الْمُضَارِعَةِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى كَسْرَةِ الْعَيْنِ فِي الْمَاضِي لِاَنَّهَا زَائِدَةٌ وَقِيلَ لِاَنَّهُ يَلْزَمُ بِكَسْرَةِ الْفَاءِ تَوَالِي اَرْبَعَ حَرَكَاتٍ وَبِكَسْرَةِ الْعَيْنِ يَلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ بَيْنَ يَفْعِلُ وَيَفْعَلُ وَبِكَسْرَةِ اللَّامِ يَلْزَمُ اِبْطَالُ الْإِعْرَابِ وَتُحْذَفُ التَّاءُ الثَّانِيَةُ فِي مِثْلِ تَتَقَلَّدُ وَتَتَبَاعَدُ وَتَتَبَخْتَرُ لِاجْتِمَاعِ الْحَرْفَيْنِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَعَدَمِ اِمْكَانِ الْإِدْغَامِ وَعُيِّنَتِ الثَّانِيَةُ لِاَنَّ الْاُوْلٰى عَلَامَةٌ وَالْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ))

''اور الف کو واحد متکلم کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ الف اقصیٰ حلق سے ادا ہوتا ہے۔ اور وہ مخارج کا مُبْدَاْ ہے اور متکلم وہ ہوتا ہے کہ جس سے کلام شروع کی جاتی ہے سے کلام شروع کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَفْعَلُ اور اَنَا کے درمیان موافقت کی وجہ سے الف کو مقرر کیا گیا ہے۔ اور مخاطب کے لیے واؤ کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ مخارج کے منتہی سے ادا ہوتا ہے اور مخاطب وہ ہے کہ جس کے ساتھ کلام ختم کی جاتی ہے۔ پھر واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا تا کہ واوات (کئی واؤ) اکٹھی نہ ہو جائیں عطف کے اندر وَوُجَلُ کی مثال میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے ہر کلمہ کے شروع میں واؤ کو زیادہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور یہ بھی حکم لگایا گیا ہے یعنی بتایا گیا ہے کہ وَرَنْتَلٌ کی واؤ اَصْلِیْ ہے۔ اور یاء کو غائب کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ یاء منہ کے وسط سے ادا ہوتی ہے۔ اور غائب وہ ہے کہ جو متکلم اور مخاطب کی کلام کے درمیان میں ہوتا ہے اور نون کو متکلم کے لیے مقرر کیا گیا جبکہ اس کے ساتھ اس کا (متکلم کا) غیر بھی شریک ہو تو اس کی تعیین کے لیے نون کو مقرر کیا گیا اسی وجہ سے ضَرَبْنَا میں نون کو لایا گیا ہے، پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ تَضْرِبُ میں نون کو کیوں زائد کیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں

ـ نہ حروف علت میں سے اب کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور نون اپنے مخرج
ے ساتھ حروف علت کے مخارج کے قریب ہے ناک کے بانسہ کی ہوا سے ادا
ہونے کی وجہ سے اور ان حروف کو خفیف ہونے کی وجہ سے فتحہ کی حرکت دی گئی
ہے سوائے رباعی میں۔ اور وہ فَعْلَلَ، اَفْعَلَ، فَعَّلَ اور فَاعِلَ ہیں اس لیے کہ
یہ چاروں چار حرفی ہیں اور رباعی ثلاثی کی فرع ہے۔ اور ضمہ بھی فتحہ کی فرع ہے۔
ان ابواب کو جو ضمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے یہ ان کے قلت
استعمال کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ کو ان کے حروف کے زیادہ
ہونے کی وجہ سے فتحہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ کثرت تخفیف کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ
يُهْرِيْقُ کی اصل يُرِيْقُ ہے وہ رباعی سے ہے اس میں خلاف قیاس ھاء زیادہ کی
گئی ہے۔ اور بعض لغات میں یعنی بعض صرفیوں کے نزدیک حروف مضارعہ کو
کسرہ دیا جاتا ہے جبکہ اس کی ماضی مکسور العین ہو یا مکسور الہمزہ ہوتا کہ وہ ماضی کے
مکسور ہونے پر دلالت کرے جیسے يِعْلَمُ، اِعْلَمُ، تِعْلَمُ، نِعْلَمُ، يِسْتَنْصِرُ،
تِسْتَنْصِرُ، اِسْتَنْصِرُ اور نِسْتَنْصِرُ۔ جبکہ بعض لغات میں یعنی بعض صرفیوں
کے نزدیک صرف مضارعہ یاء کو کسرہ نہیں دیا جاتا کسرہ کی ثقیل ہونے کی وجہ سے
یاء پر کیونکہ یاء ضعیف ہے۔ اور حروف مضارعہ کو اس لیے متعین کیا گیا ہے تا کہ وہ
ماضی کے عین کلمہ کے مکسور ہوئے پر دلالت کریں، اس لیے کہ وہ حروف مضارعہ
زائدہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کسرہ نہیں دیا گیا اور عین کلمہ کو کسرہ اس وجہ سے
نہیں دیا تا کہ يَفْعِلُ، يَفْعَلُ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور لام کلمہ کو اس وجہ
سے کسرہ نہیں دیا گیا کیونکہ اس سے مضارع کے اعراب کا باطل ہونا لازم آتا
ہے۔ اور تتقلد، تتباعد اور تتبختر کی مثل کلمات سے دوسری تاء کو حذف کیا
جاتا ہے تا کہ ایک ہی کلمہ میں دو حرف ایک ہی جنس کے جمع نہ ہوں اور ادغام کا
امکان بھی باقی نہ رہے اور دوسری تاء کو اس وجہ سے مقرر کیا گیا کیونکہ پہلی تاء
علامت ہے اور علامت کے متعلق ضابطہ اور اصول یہ ہے وہ حذف نہیں کی جاتی۔"

تشرِیح: **عینت الالف**: فعل مضارع کے لیے الف کو متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ (الف) حروف علت میں سے ہے اور خفیف ہے اور زیادتی ثقل کو مستلزم ہے تو پس اس کو اخف حرف دے دیا گیا تا کہ ثقل زیادہ سخت نہ ہو جائے، پھر الف کو ہمزہ سے بدل دیا گیا تا کہ ابتداء بالسکون محال نہ ہونے پائے اور الف کو ہمزہ سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مخرج قریب قریب ہیں۔

اَلْکَلَامُ: متکلم کے صیغے کو الف دینے کی وجہ ان دونوں کے درمیان ایک مناسبت کا پایا جانا ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ دونوں چیزیں مبتدائیہ ہیں اس لیے کہ حروف تہجی کی ابتداء الف سے ہی ہوتی ہے اور کسی کلام کی ابتداء متکلم سے ہوتی ہے تو اس آپس کی مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے الف متکلم کو دی۔ لیکن اس کے برعکس بعض حضرات نے یوں بھی فرمایا ہے۔ الف کو متکلم کے لیے اس لیے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ حروف علت میں سے ہے اور ہے بھی خفیفہ اور زیادتی ہمیشہ ثقل کو لازم کرتی ہے تو پس اسی وجہ سے الف کو ہمزہ سے بدل دیا گیا اس لیے کہ الف تو حرکت کو قبول نہیں کرتا اور کسی ساکن کلمے سے ابتداء کرنا یہ ممکن نہیں۔

متکلم کے لیے الف کو متعین کرنے کی ایک وجہ بھی بعض دوسرے لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ الف کو متکلم کے لیے اس وجہ سے مقرر کیا گیا کہ متکلم اور ضمیر مستتر جو کہ اس کے اندر موجود ہے اس کے درمیان موافقت کی طلب کی جاتی ہے اور وہ ضمیر اَنَا ہے۔ اس لیے کہ اس کے شروع میں ہمزہ ہے۔ تو پس اس بات سے پرہیز کیا گیا مضارع سے واحد متکلم کے شروع میں ہمزہ ہو اس لیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک واحد متکلم کے لیے ہے۔

الواوات: یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ کئی واوٗ اکٹھی ہو گئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ایک واوٗ تو خطاب کی علامت ہے اور دوسری واوٗ مثال واوی ہونے کی وجہ سے ہے اور تیسری واوٗ عطف کی ہے۔

وَوَوْجَلُ: یہاں یہ بات بتا رہے ہیں کہ اگر کسی کلمے میں زیادہ واوٗ جمع ہو جائیں اور وہ کلمہ مثال واوی یعنی الوجل سے ہو تو مضارع میں وہ تین واوؤں کے ساتھ جمع ہوگا،

جیسے وَوُوْجَلُ تو پس یہ آواز مثل کتے کے بھونکنے کی آواز کے بن جاتی ہے اور یہ ناپسندیدہ ہے تو واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا ان دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے اور بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ جن میں واؤ کو تاء سے بدلا گیا ہے ان کلمات میں سے التکلان ہے جو کہ اصل میں التو کلان تھا اور تراث ہے جو کہ اصل میں وارث تھا اور تجاہ ہے جو کہ اصل میں وجاہ تھا اور تخمة ہے جو کہ اصل میں وخمة ہے۔اور ان کے علاوہ بھی بے شمار کلمات ہیں جبکہ ہم یہ کہتے ہیں ایک کلمے میں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دو کلموں میں کئی واؤں کے جمع ہونے سے احتراز ہو جائے۔یعنی ایک کلمے میں جمع نہ ہوں اگر دو کلموں میں کئی واؤ جمع ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسے قرآن پاک میں اس کی مثال موجود ہے۔ اوَوْاوَ نَصَرُوْا اور یہ بالکل اسی طرح کی کہا گیا ہے کہ اس میں بھی وہی کچھ ہے کہ جو کچھ اس مثال میں ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شروع واؤ کو باقی نہ رکھے اور اس کو کسی دوسرے حرف کی بدل دینے کی وجہ یہ ہے کہ کسی کلمہ کے شروع میں واؤ کا زیادہ ونا یہ ایک ہی کلمہ میں کئی واؤں کے جمع ہونے تک پہنچا دیتا ہے خصوصاً مثال واوی کے کلمہ کہ جب اس سے پہلے عطف کی واؤ بھی موجود ہو۔

وَحُکِمَ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ ایک ہی کلمے کے شروع میں واؤ کا زیادہ کرنا۔جائز نہیں آپ کا یہ ضابطہ ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ ہم آپ دکھاتے ہیں کہ کلمہ کے شروع میں واؤ کو زیادہ کیا گیا ہے جیسے وَرَنْتَلَ تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی عبارت میں دے دیا کہ شروع میں واؤ زیادہ کا آنا ناپسندیدہ ہے جبکہ واؤ اصلی کا ہونا تو کسی نے ناجائز نہیں کہا اور وَرَنْتَلَ میں واؤ زائدہ نہیں بلکہ واؤ اصلی ہے۔

یہاں جو اس کلمے پر اعتراض کیا گیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ بعض کلمات کے مواد میں واؤ زائدہ کو لانے کی وجہ سے کئی واؤں کا اجتماع لازم آتا ہے تو اس واؤ کو بھی زائدہ سمجھ کر اعتراض کیا گیا۔

اَلْیَاءُ لِلْغَائِبِ :یہاں غائب سے مراد یہ ہے کہ متکلم اور مخاطب کے علاوہ کے لیے یاء مقرر ہوئی ہے تو پس اس میں مذکر اور مؤنث دونوں کے مفرد اور تثنیہ اور جمع شامل ہو گئے لیکن واحد مؤنث غائب اور اس کے تثنیہ میں یہ گر جاتی ہے حال کے قرینہ کی وجہ سے تو باقی چار صیغے بچ گئے تو پس جمع مؤنث کے شامل نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض ساقط ہو گیا۔

باقی رہی بات کہ یہاں غائب سے مراد کون کون سے کلمات مراد ہیں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ مذکر غائب اور جمع مؤنث یعنی یضرب اور یضربن کے صیغے ہیں۔

مَعَهٗ :یہاں معہ سے مراد یہ ہے کہ جب واحد متکلم کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کے ساتھ شریک ہو اگر چہ وہ بات کرنے والا ایک ہی ہے مگر دوسرا اس کلام شریک ہے۔ باقی اس بات میں عموم داخل ہے کہ خواہ وہ متکلم مذکر ہو یا مؤنث ہو تثنیہ ہو یا جمع ہو اور یہ بات بھی ہے کہ کبھی واحد متکلم کا صیغہ تعظیم کی وجہ سے نون کے ساتھ بھی لایا جاتا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصَ

دوسری بات یہ کہ چونکہ ماضی کے صیغے میں بھی متکلم کے ساتھ کسی دوسرے کے شریک ہونے کی وجہ سے نون کو مقرر کیا گیا ہے جیسے ضَرَبْنَا تو اسی موافقت کی وجہ سے مضارع میں بھی نون کو مقرر کیا گیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ باقی کلمات کے شروع میں حروف علت کو زائد کیا گیا لیکن یہاں نون کو زائد کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی کے صیغوں کے ساتھ مخالفت (مختلف رکھنے کے لیے) کی وجہ سے یہ بات ضروری مستقبل میں کوئی حرف زائد کیا جائے اور حروف علت کے ساتھ زیادتی کرنا زیادہ اولیٰ تھا اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں تینوں حروف علت استعمال ہو چکے ہیں، ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا کہ جس کو چوتھی جگہ میں زائد کر دیا جائے تو پھر نون کو زائد کرنے کے لیے کیوں چن لیا گیا حالانکہ یہ غرض تو نون کے علاوہ کسی دوسرے حرف سے بھی پوری ہو سکتی تھی، تو یہاں نون کو زیادہ کرنا اس تخصیص کی کیا وجہ ہے، تو اس بات کا جواب مصنف دے چکے ہیں، مخرج

کے قرب کی وجہ سے نون کو خاص کیا گیا ہے۔

فُتِحَتْ: یہاں سے ان حروف کی حرکت کو بتا رہے ہیں کہ مستقبل میں جو حروف شروع میں زائد کیے گئے ہیں ان کو حرکت کون سی دی گئی ہے، تو فُتِحَبِ کو لا کر بتا دیا کہ ان سب حروف کو فتحہ کی حرکت دی گئی ہے۔ خواہ وہ ثلاثی سے ہوں جیسے یَنْصُرُ خماسی سے ہوں جیسے یَنْتَصِرُ یا سداسی سے ہوں جیسے یَسْتَنْصِرُ مگر یہاں رباعی کے کلمات کا استثناء کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ وہ بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔ تو پس مناسب یہ تھا کہ اس کے لیے کوئی ثقیل حرکت اس میں زائد کی جائے تاکہ قلیل الاستعمال کو مخفف کا تخفیف کر دینا لازم نہ آئے۔ اور یہاں رباعی سے مراد وہ کلمہ ہے کہ جو چار حرفی ہو خواہ وہ چاروں حرف اصلی ہوں یا ان میں کوئی حرف زائد ہو۔

فَرْعٌ: یہاں ضمہ کو فتحہ کی فرع اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ فتحہ اَخَفُ الحرکات (سب سے زیادہ خفیف) ہے۔ اور کلام میں تخفیف ہی مطلوب ہے یا ہم کہتے ہیں کہ ضمہ دونوں ہونٹوں کو ملانے سے حاصل ہوتا ہے جبکہ فتحہ ہونٹ ملانے کی طرف محتاج نہیں ہوتا اور محتاج غیر محتاج کی فرع ہے، تو اسی وجہ سے ضمہ فتحہ کی فرع ہے۔

قِيْلَ: قیل سے ایک غیر معروف سی دلیل دی گئی ہے کہ ان چار اوزان کو ضمہ ان کے قلت استعمال کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

يُفْتَحُ: یہاں سے یہ بات بتانا مقصود ہے کہ جن کلمات میں حروف چار سے زائد ہیں تو وہاں حرف مضارع کو فتحہ کی حرکت دی گئی ہے اور چار حرف سے زائد سے مراد یہ ہے کہ یہ پانچ حرف ہو یا چھ حرف ہوں جیسے اِكْتَسَبَ سے يَكْتَسِبُ اور اِحْرَنْجَمَ سے يَحْرَنْجِمُ۔

اَمَّا: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ يُهْرِيْقُ افعال رباعی کے علاوہ ہے تو پھر مناسب یہ ہے کہ اس میں بھی حرف مضارع مفتوح ہونا چاہیے حالانکہ وہ مضموم ہے۔ تو اصلہ نے اس کے جواب کی غرض سے وضاحت کر دی کہ يهريق اصل میں يُرِيْقُ ہے تو پس اب اعتراض نہ ہوا۔ کیونکہ یہ رباعی ہے۔

هُوَ: یہاں سے یہ بتا رہے کہ وہ رباعی ہے یعنی باب افعال سے ہے اور لغت میں الاراقۃ (گرانا) اور اس کی ماضی اراق جس کی اصل اَرْوَق ہے واؤ کے ساتھ اور یہ بھی اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کی اصل یاء کے ساتھ ہے اور اس میں دوسری لغت اِهْرَاقَ، يُهْرِيْقُ، اِهْرَاقَةً، اهفعل يهفعل اهفعلة کے وزن پر ہے اور اس سے اسم فاعل مُهْرِيق مُهْفعل جبکہ اسم مفعول مُهْرَاق مهفعل۔

عَلٰی خِلَافِ: سے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں وہ اعتراض یہ ہے کہ کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ یہ اوزان فعل کے اوزان میں سے نہیں ہیں۔ تو علی خلاف القیاس کہہ کر جواب دے دیا کہ یہ خلاف قیاس استعمال ہے۔

تُكْسَرُ: یہاں سے بعض لغات میں حروف مضارعہ کو کسرہ دینے کی وجہ کا بیان ہے۔ ماقبل میں جو کلام حروف مضارعہ کے بارے میں جو گذر چکی ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ حروف مضارعہ تمام افعال میں مفتوحہ ہوتے ہیں، اور مذکورہ چار اوزان میں مضموم ہوتے ہیں، پس یہ دو حرکتیں حروف مضارعہ کے لیے اصل ہیں۔ لیکن تُكْسَرُ سے یہ بات بتلا رہے ہیں کہ کسرہ بھی اس میں ایک لغت ہے لیکن کسرہ فتحہ اور ضمہ کی نسبت قلیل ہے۔ استعمال ہونے کے اعتبار سے۔ یہ معاملہ یعنی صرف مضارعہ کو کسرہ اس وقت دیا جائے کہ جب ماضی مکسور العین یا مکسور الہمزہ ہو تو حرف مضارعہ کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے يِعْلَمُ، تِعْلَمُ، اِعْلَمُ، نِعْلَمُ، يِسْتَنْصِرُ، تِسْتَنْصِرُ، اِسْتَنْصِرُ، نِسْتَنْصِرُ.

لَا تُكْسَرُ: اس عبارت سے غرض ہے بتانا مقصود ہے کہ بعض لغات میں کسرہ حرف مضارعہ کو نہیں دیا جاتا یعنی وہ یاء جو کہ حرف مضارعہ ہونے کی حیثیت سے زائد کی جاتی ہے اس کو کسرہ نہیں اس لیے کہ یاء حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور جبکہ کسرہ قوی حرکت ہے۔ اس لیے یاء کو سوائے دوسرے حروف مضارعہ کسرہ نہیں دیا جاتا یہاں پر یاء کے علاوہ دوسرے حروف مضارعہ کا استثناء اس وجہ سے ہے کہ ان کو کسرہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ماضی کے مکسور ہونے پر دلالت کریں۔ اور یاء کو کسرہ اس وقت نہیں دیا جائے گا کہ جب اس کی ماضی مکسور العین ہو مکسور الہمزہ ہو۔

عُيِّنَتْ: یہاں سے ان لوگوں کے اس قول پر اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ جب ماضی مکسور العین یا مکسور الہمزہ ہو تو حروف مضارعہ کو کسرہ دیا جائے گا تا کہ یہ کسرہ ماضی کے مکسور ہونے پر دلالت کرے۔ تو اس وجہ سے اس پر یہ اعتراض ہوا کہ حروف مضارع کو دوسرے حروف کے علاوہ کیوں کسرہ دینے کے لیے مقرر کیا گیا یعنی صرف حروف مضارعہ کو ہی کسرہ کیوں دیا گیا دوسرے حروف کو کیوں نہیں دیا گیا تو مصنف نے اپنے قول لِاَنَّهَا سے جواب دیا کہ ان حروف مضارعہ کو کسرہ کے لیے اس وجہ سے چنا گیا کہ وہ زائدہ ہیں اور زائدہ میں تصرف کرنا غیر زائدہ کے مقابلے میں اولیٰ ہے۔

جبکہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ فاء کلمہ کو کسرہ دینے سے توالی اربع حرکات کی خرابی لازم آتی ہے اور عین کلمہ کو کسرہ دینے سے يَفْعِلُ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور لام کلمہ کو کسرہ دینے سے اعراب مضارع کا باطل ہونا لازم آتا ہے تو اس وجہ سے سوائے حرف مضارع کے کسی دوسرے حرف کو اعراب نہیں دیا گیا۔

تُحْذَفُ التَّاءُ الثَّانِيَةُ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں وہ سوال مقدر یہ ہے کہ باب تفعل، تفاعل اور تفعلل کی دوسری تاء کو حذف کیوں کیا گیا حالانکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حذف نہ کیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ حذف کا عمل اس وجہ سے اپنایا گیا تا کہ دو حرف ہم جنس ایک کلمے میں جمع نہ ہوں۔

مِثْل تَتَقَلَّدُ: اس مثال سے یہ بات بتانا مقصود ہے کہ اس طرح کا جو کلمہ بھی ہو تو اس میں ایک تاء کو (دوسری تاء) کو حذف کر دیا جائے یعنی جب فعل مضارع میں دو تاء جمع ہو جائیں اور وہ مضارع مبنی لِلْفَاعِل ہو تو اس سے دوسری تاء کو تخفیف کی غرض سے حذف کر دیا جاتا ہے، باقی رہی یہ بات کہ ہم نے کہا کہ وہ مضارع مبنی للمفعول ہو اس لیے کہ اگر وہ مبنی المفعول ہوگا تو اس کے قلت استعمال کی وجہ سے تاء کو حذف نہیں کیا جائے گا۔

الحرفین: یہاں حرفین سے مراد وہی دو تاء ہیں کہ جو فعل مضارع کے شروع میں جمع ہو گئی ہیں یعنی ایک تو حرف مضارع کی تاء اور دوسری وہ تا جو کہ ماضی میں تھی۔

اَلْاِدْغَامِ: یہاں پر ادغام کا امکان ختم کرنے کے لیے اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ

ادغام کے لیے دو ہم جنس حروف میں سے اول حرف کا ساکن ہونا ضروری ہے اور یہاں پر دونوں متحرک ہوتے ہیں۔ پس اگر ادغام کی غرض سے اول حرف کو ساکن کر دیا جائے اور پھر اس کے بعد ادغام بھی کر دیا جائے تو اس صورت میں ابتداء بالسکون لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور ساکن کلمہ سے تکلم کرنا ممکن نہیں تو ابتداء بالحرکت کی غرض کے لیے شروع میں اگر ہمزہ لایا جائے تو اس صورت یہ باب تبدیل ہو جائے گا۔ تو ان سب خرابیوں سے بچنے کی وجہ سے ایک تاء کو حذف کر دینا ہی بہتر ہے۔

((وَاُسْكِنَتِ الضَّادُ فِي يَضْرِبُ فِرَارًا عَنْ تَوَالِي الْحَرَكَاتِ الْاَرْبَعِ وَعُيِّنَتِ الضَّادُ لِلْاِسْكَانِ لِاَنَّ تَوَالِيَ الْحَرَكَاتِ يَلْزَمُ مِنَ الْيَاءِ فَاِسْكَانُ الضَّادِ الَّتِي تَكُوْنُ قَرِيْبًا مِنْهُ اَوْلٰى وَمِنْ ثَمَّ عُيِّنَتِ الْيَاءُ فِي ضَرَبْنَ لِلْاِسْكَانِ لِاَنَّهٗ قَرِيْبٌ مِنَ النُّوْنِ الَّذِىْ يَلْزَمُ مِنْهُ تَوَالِي اَرْبَعِ الْحَرَكَاتِ وَسُوِّىَ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبَةِ فِي مِثْلِ تَضْرِبُ اَنْتَ وَتَضْرِبُ هِيَ لِلْاِسْتِوَاءِ هُمَا فِي الْمَاضِي مِثْلُ نَصَرَتْ وَنَصَرْتُ وَلٰكِنْ لَا تُسْكَنُ فِي غَائِبَةِ الْمُسْتَقْبِلِ لِضَرُوْرَةِ الْاِبْتِدَاءِ وَلَا تُضَمُّ التَّاءُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْمَجْهُوْلِ فِيْ مِثْلِ تُمْدَحُ وَلَا تُكْسَرُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِلُغَةِ تِعْلَمُ فَاِنْ قِيْلَ يَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ اَيْضًا بِالْفَتْحَةِ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبَةِ قُلْنَا فِي الْفَتْحِ مُوَافَقَةٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اَخَوَاتِهَا مَعَ خِفَّةِ الْفَتْحَةِ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ اُدْخِلَ فِي آخِرِ الْمُسْتَقْبِلِ نُوْنٌ قُلْنَا عَلَامَةٌ لِلرَّفْعِ لِاَنَّ آخِرَ الْفِعْلِ صَارَ بِاِتِّصَالِ ضَمِيْرِ الْفَاعِلِ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ اِلَّا نُوْنُ يَضْرِبْنَ وَهُوَ عَلَامَةُ التَّاْنِيْثِ كَمَا فِي فَعَلْنَ وَمِنْ ثَمَّ لَا يُقَالُ بِالتَّاءِ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ عَلَامَتَا التَّاْنِيْثِ وَالْيَاءِ فِي تَضْرِبِيْنَ ضَمِيْرُ الْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَاِذَا دَخَلَ لَمْ يَنْتَقِلْ مَعْنَاهُ اِلَى الْمَاضِي (الْمَنْفِيِّ) لِاَنَّهَا مُشَابِهَةٌ بِكَلِمَةِ الشَّرْطِ))

"اور یَضْرِبُ میں ضاد کو توالی اربع حرکات کی خرابی سے بچنے کی وجہ سے ساکن کیا گیا اور ضاد کو ساکن ہی کے لیے مقرر کر دیا گیا تاکہ یاء حرف مضارع کے

آنے کی وجہ سے توالی اربع حرکات لازم نہ آئے تو ضاد کو ساکن کرنا اس وجہ سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ حرف زائد کے قریب ہے اور اسی وجہ سے ضَرَبْنَ میں باء کو ساکن کلمہ ہونے کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ وہ اس نون کے قریب ہے کہ جس کی وجہ سے توالی اربع حرکات لازم آتا ہے اور مخاطب حاضر اور مؤنث غائب میں معاملہ برابر رکھا گیا یعنی تَضْرِبُ اَنْتَ اور تَضْرِبُ هِيَ ان دونوں کے ماضی میں برابر ہونے کی وجہ سے نَصَرْتُ اور نَصَرْتَ لیکن مستقبل (مضارع) کے مؤنث غائب میں ساکن نہیں کیا جائے گا ابتداء بالسکون لازم آنے کی وجہ سے بلکہ اس کو متحرک رکھا جائے گا اور ضمہ بھی نہیں دیا جائے گا تاکہ مجہول کے ساتھ التباس لازم نہ آنے پائے تُمُدِّحُ کی مثال کی طرح اور نہ ہی کسرہ دیا جائے گا تاکہ تِعْلَمُ کی لغت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے پس اگر یوں کہا جائے کہ فتحہ کے ساتھ بھی مخاطب اور غائبہ کے درمیان التباس لازم آتا ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں یہاں پر فتحہ اس کے (ضرب) اور اس کے اخوات کے درمیان موافقۃ کی وجہ سے دیا گیا باوجودیکہ فتحہ کی حرکت خفیف ہے پس اگر یوں کہا جائے کہ مستقبل کے آخر میں نون کو داخل کیوں کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ رفع کی علامت بنانے کی غرض سے اس لیے کہ فعل کا آخر ضمیر فاعل کے متصل ہونے کی وجہ سے بمنزل وسط کلمہ کے ہو گیا مگر یضربن کا جو نون ہے وہ تانیث کی علامت ہے جیسے کہ فَعَلْنَ میں ہے اور اسی وجہ سے تاء کے ساتھ نہیں بولا جائے گا، تاکہ دو علامت تانیث جمع نہ ہونے پائیں اور تضربین میں یاء فاعل کی ضمیر ہے جیسا کہ یہ بات گذر چکی ہے اور جب لَمْ داخل کر دیا جائے تو اس کا معنیٰ ماضی کی طرف منتقل ہو گا اس لیے کہ وہ شرط کے کلمہ کے ساتھ مشابہت لکھتا ہے۔"

وَاُسْكِنَتِ الضَّادُ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضاد کو کس وقت ساکن کیا جائے گا حالانکہ ماضی میں مفتوح ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ جب مضارع کے شروع میں

حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف مثلاً یاء کو داخل کیا جائے گا تو ضاد کو اس وقت ساکن کر دیا جائے گا، اس لیے کہ اس کو اگر اس وقت ساکن نہ کریں گے تو اجتماع توالی اربع حرکات لازم آئے گا ایک ہی کلمہ کے اندر جو کہ اہل صرف کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے یاء کے داخل کرنے کی وجہ سے ضاد کو ساکن کر دیا تو اسی یاء کو ہی ساکن کر دیتے یا پھر کسی اور حرف مثلاً راء کو ساکن کر دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ضاد کی بجائے یاء کو ساکن کرتے تو ابتداء بالسکون محال تھا اور اگر راء کو ساکن کرتے تو اس صورت میں باب کی علامت ختم ہوتی تھی تو ہم نے حرف زائد یاء کے قریب والے حرف کو ساکن کر دیا کہ اس کے ساکن کرنے کی وجہ سے ہمیں کسی قسم کی کوئی خرابی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

مِنْهُ: اس میں ہٗ ضمیر سے مراد حرف مضارعہ یاء ہے کہ جس کی وجہ سے یَضْرِبُ میں سے ضاد کو ساکن کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ ضاد کو ساکن کرنا کیوں اولیٰ ہے تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جس حرف کی وجہ سے توالی اربع حرکات لازم آتا تھا، اسی کے قریب والے حرف کو ساکن کرنا زیادہ اولیٰ ہے، اس حرف کی نسبت جو کہ اس سے دور ہے کہ اس کو ساکن کیا جائے۔

عُيِّنَتْ: سے باء کے متعین کے کرنے کے حق کو بیان کرنے کی طرف توجہ دلا رہے کہ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ تعیین کی وجہ کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ باء کے علاوہ کسی دوسرے حرف کو ساکن کرنا متعذر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضَرَبْنَ میں باء کی بجائے ضاد کو ساکن کرنے سے ابتداء بالسکون مستلزم ہے اور راء کو ساکن کرنے سے ضربن، علمن شرفن کے ساتھ التباس پیدا ہو جاتا ہے اور نون کا ساکن کرنا اس وجہ سے مناقض ہے یعنی خرابی پیدا کرتا ہے کہ وہ (نون) علامت ہے جو کہ تبدیل نہیں کی جاتی پس معلوم ہوا کہ نون جمع مؤنث کی علامت ہے تو پس اس کان (ساکن کرنے کے) لیے باء ہی کو متعین کر لیا گیا۔

قَرِيْبٌ مِنَ النُّوْنِ: یہاں سے یہ بات بتانا مقصود ہے کہ جب ضَرَبْنَ میں موجود نون کو حرکت اس لیے دی گئی کہ وہ اسم ہے جو کہ ایک ہی حرف پر مشتمل ہے اور جب کوئی اسم ایک ہی حرف پر مشتمل ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہ متحرک ہونا چاہیے۔ پس اسی وجہ سے تَضْرِبْنَ میں نون کو ساکن نہیں کیا گیا بلکہ نون کے قریب حرف کو جو کہ یاء ہے اس کو حذف کیا گیا ہے۔ تاکہ اس میں بھی توالی اربع حرکات لازم نہ آنے پائے اس کلمہ میں جو کہ ایک ہی کلمہ کی طرح ہے۔ اس لیے کہ نون ضمیر فاعل ہے اور فاعل فعل کا جز ہوتا ہے تو پس اسی وجہ سے وہ ایک ہی کلمہ کے حکم میں گویا کہ وہ ایک ہی کلمہ ہے۔

سُوِّیَ بَیْنَ الْمُخَاطِبِ: اس عبارت سے غرض ایک سوال مقدار کا جواب ہے۔ وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مناسب یہ ہے کہ ہر معنیٰ کے لیے الگ لفظ ہو تاکہ اشتراک واقع نہ ہو۔ تو پھر مذکر حاضر اور واحد مؤنث غائب ان دونوں کے صیغوں کو برابر کیوں رکھا گیا جیسے تَضْرِبُ تو اس کا جواب عبارت میں یہ دیا کہ ہم نے ایسا اس وجہ سے کیا کہ یہ دونوں ماضی میں بھی برابر ہیں کہ دونوں کے آخر میں ت ہے جیسے ضَرَبْتُ اور ضَرَبْتَ۔

لَا تُسْكِنُ: سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ جس طرح آپ نے ماضی میں مؤنث کی تاء کو ساکن رکھا تو مناسب یہ تھا کہ مضارع میں تاء کو ساکن رکھتے تو اس کا جواب لِضرورۃ الْاِبْتِدَاء سے یہ دیا کہ ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے مضارع میں تاء کو ساکن نہیں کیا گیا۔

لِضَرُوْرَةٍ: اس عبارت سے غرض اس بات کو باور کرانا ہے کہ مستقبل واحد غائبہ میں ابتدائی حرف کو ساکن نہیں گیا اس لیے کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ مستقبل کی غائبہ کا جو صیغہ ہے اس میں تاء واؤ سے نہیں بدلی ہوئی جس طرح کہ مخاطب میں بدلی ہوئی ہے۔ بلکہ وہ تائے تانیث ساکنہ ہے۔ اس کو اس وجہ سے مقدم کیا گیا ہے کہ تاکہ التباس سے بچنے کا فائدہ دے تو پس جب اس کو مقدم کر دیا گیا تو اس کو ابتداء بالسکون مشکل ہونے کی وجہ سے حرکت دے دی گئی اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کہ مصنف رحمہ اللہ بھی میلان اسی طرف ہو

اور یہی سبب ہو مخاطب اور غائبہ کے درمیان برابری اور تقدیم اور تاخیر کا باقی رہی بات حرکت دینے کی وہ ایک مجبوری کی وجہ سے دی گئی ہے کیونکہ ابتداء بسکون محال ہے۔

تُمْدَحُ: یہ مثال دے کر یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں یہ کلمہ ان میں سے کہ جن کا مضارع مفتوح العین ہے خواہ وہ ماضی میں مفتوح العین ہو یا مکسور العین ہو تو ایسے ابواب کی تاء کو ضمہ نہیں دیا جائے گا، تاکہ مضارع مجہول کے ساتھ التباس لازم نہ آنے پائے۔

فَإِنْ قِيلَ: سے ایک اعتراض کر رہے اور آگے قلنا سے اس کا جواب دے رہے کہ آپ نے جو کہا ہے کہ کسرہ اور ضمہ نہ دو اس وجہ سے التباس لازم آتا ہے صرف فتحہ کی حرکت دے دو تو آپ نے جو کچھ کیا تو اس سے بھی التباس لازم آتا ہے۔ مذکر اور مؤنث کے صیغے کے درمیان تو پس تم اس چیز میں پھنس گئے جس سے تم بھاگ رہے تھے تو آگے قلنا سے اس کا جواب دے دیا کہ یہ جو ہم نے فتحہ دیا ہے ان کے مابین موافقت کے پائے جانے کی وجہ دیا ہے جس کی وضاحت ترجمے میں آچکی ہے۔

بَيْنَهَا: اس میں ہاء ضمیر سے مراد مؤنثہ غائبہ کا صیغہ ہے اور اس کے اخوات سے مراد متکلم مخاطب اور غائب کے دوسرے صیغے ہیں کہ ان تمام میں حروف مضارعہ مفتوح ہیں، اس کے اور دوسرے صیغوں کے درمیان برابر تب ہی ہوگی کہ اس کی تاء کو بھی فتحہ بھی کی حرکت دی جائے کہ جس طرح کہ اس کے اخوات کی یاء نون اور ہمزہ میں فتحہ کی حرکت ہے۔

لِمَ أُدْخِلَ: یہاں سے ایک سوال کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل مستقبل جب وہ مفرد ہو تو وہ مرفوع ہوتا ہے لیکن جب اس کے ساتھ تثنیہ کا الف اور جمع کی واؤ متصل ہو جائے تو اس وقت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ الف اور واؤ اس کے فاعل ہیں۔ تو پھر فعل مستقبل کے آخر میں نون کو کیوں زیادہ کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ جس طرح فعل مستقبل مفرد ہونے کے وقت مرفوع ہوتا ہے اور وہ علامت آخر میں ہوتی ہے تو اسی طرح یہ نون بھی مرفوع ہونے کی علامت ہے اسی وجہ سے آخر میں اس کو لایا گیا ہے یعنی یہ رفع کے قائم مقام ہے دوسری بات یہ الف اور واؤ چونکہ فعل کے ساتھ متصل ہو

کر درمیان میں آ گئے ہیں اور ان پر یہ رفع نہیں آ سکتا ہے تو نون ہی کو آخر میں لایا گیا، علامت کے طور پر۔

آخِرَ الْفِعْلِ :اس عبارت سے غرض بھی اسی نون کو آخر میں لانے اور دوسرے حروف کو نہ لانے کی مزید وضاحت ہے تو اس بارے میں فرماتے ہیں کہ جب فعل مضارع کے آخر میں الف ضمیر تثنیہ کو لاحق کیا جاتا ہے جیسے یَضْرِبَانِ یا واوَ جمع مذکر کو جیسے یَضْرِبُوْنَ یا ضمیر مخاطبہ مفرد کو لاحق کیا جاتا ہے جیسے تضربین تو ان حروف کے آخر میں حالت رفعی میں رفع کے لیے نون ہی کو لایا جاتا ہے اور نون کو اس وجہ سے چنا گیا ہے کہ ان پہلے تین حروف میں سے اگر ہر ایک کو اگر ضمہ فتحہ یا کسرہ دے دیا جائے تو فتحہ کی صورت میں دو الف ہم مثل اکٹھے ہو جائیں گے اور ضمہ کی صورت میں دو واؤ ہم مثل اکٹھے ہو جائیں اور یاء کی صورت میں دو یاء ہم مثل اکٹھے ہو جائیں گے اور اس طرح حروف ہم مثل کا آخر میں جمع ہونا درست نہیں تو پس اسی وجہ ایک ایسا حرف آخر میں زائد کیا گیا جو ان تینوں کے مشابہ تھا اور وہ حرف نون ہی ہے۔

وَسْطِ الْكَلِمَةِ :یہاں سے یہ بات مقصود ہے کہ یہ الف، واؤ اور یاء جو کہ فعل کے درمیان میں آ گئے ہیں یہ اعراب نہیں بلکہ علامتیں ہیں فاعل کی اس لیے اعراب کبھی درمیان میں نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ ان ضمیروں میں ہی اعراب بنا دیا جائے اس لیے کہ ان میں اعراب ظاہر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ان کو ساکن ہونا لازم ہے اور جبکہ اعراب مختلف ہوتا ہے تو پس انہوں نے نون کو اس کا متبادل بنا دیا۔

نُوْنُ يَضْرِبْنَ :یہاں سے یہ بات بتانا چاہ رہے ہیں کہ باقی صیغوں میں تو نون بمنزل اعراب کے لیے لیکن یَضْرِبْنَ میں جو نون ہے یہ اعراب کے لیے نہیں بلکہ یہ جمع مؤنث کی علامت کے طور پر لائی گئی ہے تو اسی وجہ سے یہ حرف ناصب اور جازم کے داخل ہونے کے باوجود نہیں گرتی جس طرح کہ یضربان، یضربون اور تضربن میں الف واؤ اور یاء نہیں گرتے اس لیے کہ وہ انہیں کے فاعل کے مطابق علامت کی ضمیریں ہیں۔ بخلاف ان صیغوں میں نون کے کہ ان کے آخر میں جو نون ہے وہ صرف

ناصب اور جازم کے داخل ہونے سے گر جاتی ہیں اس لیے کہ ان میں یہ نون بمنزل اعراب حرفی کے ہوتی ہے اور اعراب کے گرنے کی طرح یہ بھی گر جاتی ہیں۔

عَلَامَةُ التانیث :اس وجہ سے کہا کہ یہ مؤنث کی علامت ہے رفع کی علامت نہیں ہے اس وجہ سے یہ حرف جازم اور ناصب کے آنے کے باوجود نہیں گرتی۔

فَعَلْنَ :اس کلمے میں کو استدلال کے طور پر لائے کہ جس طرح میں نون جمع کی علامت ہے اسی طرح یضرِبن اور ضَرَبْنَ میں بھی جمع کی علامت ہے، نہ کہ رفع کی علامت۔

وَمِنْ ثَمَّ :یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جب ہم نے نون ہی کو جمع کی علامت بنا دیا ہے تو پھر اس میں تاء کو مؤنث کی علامت کے لیے نہیں لایا سکتا کیونکہ پھر اس میں دو تانیث کی علامتیں جمع ہو جائیں گی۔ یعنی فعلتن نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں ایک تو تاء واحد مؤنث کی علامت اور دوسری نون جمع کی علامت اکٹھی ہوگئی تا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے یہ تاء خطاب کی علامت ہے نہ کہ تانیث کی علامت ہے۔

حَتّٰی لَا یَجْتَمِعَ :یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ فَعَلْتُنَّ تاء کے ساتھ جیسا کہ اس کا واحد اور تثنیہ دونوں تاء کے ساتھ ہیں تو اس میں دو علامتیں جمع ہو جائیں اور تاء اور نون ہیں، حالانکہ یہ طریقہ چھوڑ دیا گیا ہے بخلاف جمع مؤنث حاضر کے جیسے تَضْرِبْنَ یعنی اس میں تاء بھی ہے اور نون بھی ہے تو اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اس میں جو تاء ہے وہ خطاب کی علامت ہے نہ کہ تانیث کی علامت تو پس آپ کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

وَالْیَاءُ فِی تَضْرِبِیْنَ :یہاں سے بھی ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال یہ ہے کہ دو علامات تانیث تو جمع ہو چکی ہیں جیسے تَضْرِبِیْنَ کہ اس تاء اور یاء دونوں تانیث کی علامتیں ہیں، تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ دو علامات تانیث کا جمع ہونا ممنوع ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یاء فاعل کی ضمیر ہے نہ کہ تانیث کی علامت ہے۔ جیسا کہ پہلے یہ بات گذر چکی ہے مزید یہ کہ جمہور کے نزدیک یہ خطاب کی علامت نہیں جیسا کہ وہ اخفش کے نزدیک ہے۔ اس لیے کہ خطاب کی علامت تاء ہے تو پس ان کے

نزدیک اس طرح خطاب کی دو علامتوں کا جمع ہونا لازم نہیں آتا۔

بِكَلِمَةِ الشرط: اس غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس طرح حرف شرط ماضی کے معنیٰ کو مستقبل کی طرف تبدیل کر دیتا ہے تو بالکل اسی طرح حرف جازم لَمْ بھی فعل مضارع (مستقبل) کے معنیٰ کو تبدیل کر دیتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

مشابه ملاپ کھانے والا۔ مقام جگہ۔ دخول داخل ہونا۔ العهد متعین، وعدہ۔ النقصان کمی ہونا۔ القدر الصالح درست مقدار۔ واوات جمع واؤ کی حروف تہجی میں حرف ہے۔ الضم منہ۔ خروج نکلنا۔ خیشوم ناک کا بانسہ، ناک کی نرم ہڈی۔ الخفة ہلکا پن۔ یهریق، اهراق مصدر سے بہانا۔ الغات زبانیں۔ الضعیف کمزور۔ ابطال باطل کرنا، ختم کرنا۔ اسکان ساکن کرنا۔ توالی لگاتار۔ استواء برابر ہونا۔ موافقة مطابقت ہونا۔

فَصْلٌ فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ

((اَلْاَمْرُ صِيغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ عَنِ الْفَاعِلِ مِثْلُ اِضْرِبْ، وَلِيَضْرِبْ الخ وَهُوَ مَا اشْتُقَّ مِنَ الْمُضَارِعِ لِمُشَابَهَةٍ بَيْنَهُمَا فِي الْاِسْتِقْبَالِيَةِ وَزِيْدَتِ اللَّامُ فِي الْغَائِبِ لِاَنَّهَا مِنْ وَسْطِ الْمَخَارِجِ وَالْغَائِبِ اَيْضًا وَسْطٌ بَيْنَ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ وَاَيْضًا هِيَ مِنَ الْحُرُوْفِ الزَّوَائِدِ وَالْحُرُوْفُ الزَّوَائِدُ هِيَ الَّتِيْ يَشْتَمِلُهَا قَوْلُ الشَّاعِرِ

هُوِيْتُ السَّمَانَ فَشَيَّبْنَنِي
وَقَدْ كُنْتُ قِدمًا هُوِيْتُ السَّمَانَا

اَيْ حُرُوْفُ هَوِيْتُ السَّمَانَا وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ حَرْفَا عِلَّةٍ وَكُسِرَتِ اللَّامُ لِاَنَّهَا مُشَابِهَةٌ بِاللَّامِ الْجَارَّةِ لِاَنَّ الْجَزْمَ فِي الْاَفْعَالِ كَالْجَرِّ فِي الْاَسْمَاءِ وَاُسْكِنَتْ اِذَا تَّصَلَتْ بِالْوَاوِ

وَالْفَاءِ مِثْلِ وَلْيَضْرِبْ فَلْيَضْرِبْ كَمَا اُسْكِنَتِ الْخَاءُ فِي فَخْذٍ وَنَظِيْرُهُ وَهِيَ وَفَهِيَ بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ بِسُكُوْنِ الْهَاءِ وَاُحْذِفَ حَرْفُ الْاِسْتِقْبَالِ فِي الْمُخَاطَبِ لِلْفَرْقِ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبِ وَعُيِّنَ الْحَذْفُ فِي الْمُخَاطِبِ لِكَثْرَتِهٖ وَمِنْ ثَمَّ لَا يُحْذَفُ اللَّامُ فِي مَجْهُوْلِهٖ اَعْنِيْ يُقَالُ لِتُضْرَبْ لِقِلَّةِ اِسْتِعْمَالِهٖ وَاجْتُلِبَتِ الْهَمْزَةُ بَعْدَ حَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ اِذَا كَانَ مَا بَعْدَهٗ سَاكِنَةً لِلْاِفْتِتَاحِ وَكُسِرَتِ الْهَمْزَةُ فِي اِضْرِبْ لِاَنَّ الْكَسْرَةَ اَصْلٌ فِي هَمْزَاتِ الْوَصْلِ وَلَمْ تُكْسَرْ فِي مِثْلِ اُكْتُبْ لِاَنَّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ يَلْزَمُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْكَسْرَةِ اِلَى الضَّمَّةِ وَلَا اِعْتِبَارَ لِلْكَافِ السَّاكِنِ لِاَنَّ الْحَرْفَ السَّاكِنَ لَا يَكُوْنُ حَاجِزًا حَصِيْنًا عِنْدَهُمْ وَمِنْ ثَمَّ جُعِلَ وَاوُ قِنْوَةٍ يَاءً وَيُقَالُ قِنْيَةٌ وَقِيْلَ تُضَمُّ لِلْاِتِّبَاعِ وَتُكْسَرُ لِلْاِتِّبَاعِ بِخِلَافِ اِفْعَلْ بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْعَيْنِ لِاَنَّهٗ يَلْتَبِسُ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ

اَلْيَوْمَ اَشْرَبْ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحْقِبٍ

اِثْمًا مِنَ اللّٰهِ وَلَا وَاَغِلٍ

بِسُكُوْنِ الْبَاءِ وَبِجَزَاءِ الشَّرْطِ فِي مِثْلِ اِنْ تَمْنَعْ اَمْنَعْ وَفُتِحَتْ اَلِفُ اَيْمُنٍ مَعَ كَوْنِهٖ لِلْوَصْلِ لِاَنَّهٗ جَمْعُ يَمِيْنٍ وَاَلِفُهٗ لِلْقَطْعِ ثُمَّ جُعِلَ لِلْوَصْلِ فِي اللَّفْظِ لِكَثْرَتِهٖ وَفُتِحَ اَلِفُ التَّعْرِيْفِ لِكَثْرَتِهٖ اَيْضًا وَفُتِحَ اَلِفُ اَكْرِمْ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَلِفِ الْاَمْرِ بَلْ اَلِفٌ قَطْعٍ مَحْذُوْفٌ، مِنْ تُكْرِمُ وَحُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ الْهَمْزَتَيْنِ فِي اُكْرِمُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ اُ اَكْرِمُ وَلَا تُحْذَفُ هَمْزَةُ اِعْلَمْ فِي الْوَصْلِ فِي الْخَطِّ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ الْاَمْرُ مِنْ عَلِمَ بِاَمْرِ عَلَّمَ فَاِنْ قِيْلَ يُعْلَمُ بِالْاِعْجَامِ قُلْنَا الْاِعْجَامُ يُتْرَكُ كَثِيْرًا وَمِنْ ثَمَّ فَرَقُوْا بَيْنَ عُمَرَ وَعَمْرٍو بِالْوَاوِ وَحُذِفَتْ فِي بِسْمِ اللّٰهِ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَلَمْ يُحْذَفْ فِيْ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ لِقِلَّةِ

الْاِسْتِعْمَالِ وَجُزِمَ آخِرُهٗ فِي الْغَائِبِ بِاللَّامِ اِجْمَاعًا لِاَنَّ اللَّامَ مُشَابِهَةٌ لِكَلِمَةِ الشَّرْطِ فِي النَّقْلِ وَكَذَالِكَ الْمُخَاطَبُ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي اِضْرِبْ لِتَضْرِبْ عِنْدَهُمْ وَمِنْ ثَمَّ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فَبِذَالِكَ فَلْتَفْرَحُوْا فَحُذِفَ اللَّامُ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ ثُمَّ حُذِفَ عَلَامَةُ الْاِسْتِقْبَالِ لِلْفَرْقِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُضَارِعِ فَبَقِيَ الضَّادُ سَاكِنًا فَاجْتُلِبَتْ هَمْزَةُ الْوَصْلِ وَوُضِعَتْ مَوْضِعَ عَلَامَةِ الْاِسْتِقْبَالِ وَاُعْطِيَ لَهٗ اَثَرُ عَلَامَةِ الْاِسْتِقْبَالِ كَمَا اُعْطِيَ لِقَاءُ رُبَّ عَمَلِ رُبَّ فِيْ قَوْلِ الشَّاعِرِ

فَمِثْلُكِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَمُرْضِعُ
فَاَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِيْ تَمَائِمَ مُحْوِلُ

وَعِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ مَبْنِيٌّ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الْاَفْعَالِ الْبِنَاءُ.))

فصل امر اور نہی کے بیان میں

''امر ایسا صیغہ ہے کہ جس کے ذریعے فاعل سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے، اِضْرِبْ اور لِيَضْرِبْ الخ اور وہ (امر) فعل مضارع سے مشتق کیا گیا ہے ان دونوں کے درمیان استقبالیت میں مشابہت ہونے کی وجہ سے۔ اور امر غائب میں لام کو زائد کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ (لام) مخارج کے وسط سے ادا ہوتا ہے اور غائب بھی متکلم اور مخاطب کے وسط ہی ہوتا ہے اور وہ (لام) حروف زائدہ میں سے بھی ہے۔ اور حروف زائدہ وہ ہیں کہ جو ایک شاعر کے قول پر مشتمل ہیں۔

''پسند کیا میں نے ایسی موٹی عورتوں کو کہ انہوں نے مجھے جوان ہونے سے پہلے ہی جوان کر دیا اس سے پہلے کہ میں جوان ہوتا انہوں غم والم مصائب ومحبت میں گھیر کر جوان کر دیا۔''

یعنی حروف زائدہ کا مجموعہ کا مجموعہ ''هويت السمانا'' ہے۔ اور امر میں حروف

علت میں سے کوئی حرف زائد نہیں کیا تا کہ دو حرف علت اکٹھے نہ ہو جائیں اور لام کو کسرہ دے دیا گیا لام جارہ کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے اس لیے کہ افعال میں جزم اسماء میں جر ہی کی طرح ہوتی ہے اور اس کو ساکن کر دیا جاتا ہے۔ جب اس کے شروع میں واؤ یا فاء متصل ہو جائے جیسے وَلْيَضْرِبْ، فَلْيَضْرِبْ جیسا کہ فِخْذٌ میں خاء کو ساکن کر دیا گیا ہے اور اس کی نظیر وَهْيَ اور فَهْيَ ہے۔ واؤ اور فاء کے داخل کرنے کے وجہ سے ھاء کے سکون کے ساتھ اور حرف استقبال (مضارعۃ) کو مخاطب میں حذف کر دیا گیا مخاطب اور غائب کے درمیان فرق کرنے کی غرض سے اور مخاطب معلوم میں حذف متعین ہو گیا۔ مخاطب کے کثرت استعمال کی وجہ سے کیا۔ اور اسی وجہ سے لام کو مخاطب مجہول (امر) میں حذف نہیں کیا گیا کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہے۔ یعنی اسے مجہول میں لِتُضْرَبْ پڑھا جاتا ہے۔ پھر حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد ہمزہ داخل کر دیا گیا جب کہ اس کا مابعد ساکن دیکھا گیا ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے اور ہمزہ کو کسرہ دے دیا گیا اِضْرِب کے صیغے میں اس لیے ہمزہ ہمزات وصیلہ کی اصل ہے اور اُكْتُبْ جیسی مثال میں کسرہ نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ ہمزہ کو کسرہ دینے کی وجہ سے کسرہ سے ضمہ کی طرف جانا لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے۔ کاف کے ساکن ہونے کی وجہ اس لیے کہ ساکن حرف بصریوں کے نزدیک قوی مانع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے قنوة کی واؤ کو یاء کر دیا گیا اسی وجہ سے قنية بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمزہ کو ضمہ عین کلمہ کے کسرہ کی اتباع کرنے کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ بخلاف اِفْعَلْ کے یعنی ہمزہ کے کسرہ اور عین کے فتحہ کے ساتھ اس لیے کہ وہ ملتبس ہو جاتا ہے شاعر کے اس قول کے ساتھ

''آج کے دن میں شراب پیتا ہوں بغیر کسی گناہ کے شمار کے اللہ کے ہاں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے بغیر کسی قوم کے بلانے والے کی طرح''

باء کے سکون کے ساتھ اور شرط کی جزاء بننے کی وجہ سے بھی آخر کو ساکن کر دیا جاتا

ہے جیسے اِنْ تَمْنَعْ اَمْنَعْ اور اَیْمُن کی الف کو فتحہ دیا گیا باوجودیکہ وہ وصل کے لیے اس لیے کہ یمین کی جمع ہے اور اس کا الف قطع (جدا) کرنے کے لیے ہے۔ پھر وہ لفظ میں اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے وصلی بنا دیا جاتا ہے اور الف تعریف کو بھی فتحہ اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور اُکْرِمْ کے الف کو فتحہ اس وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ وہ امر کے الف سے نہیں ہے بلکہ وہ الف قطعی ہے جو کہ حذف کر دیا گیا تھا تُکْرِمُ سے اور اُکْرِمُ سے ہمزہ اس وجہ سے حذف کیا گیا تھا کہ وہاں دو ہمزے اکٹھے ہو گئے تھے اس لیے کہ اس کی اصل ااُکْرِمُ تھی۔ اور اِعْلَمْ کا ہمزہ کسی دوسرے کلمے سے وصل کے وقت لکھنے کی حالت میں حذف نہیں کیا جاتا۔ جبکہ پڑھنے کی حالت میں بہ ایک اعتبار سے حذف ہوتا ہے یعنی پڑھا نہیں جاتا تاکہ عَلِمَ کے امر کے ساتھ عَلَّمَ کے امر کا التباس نہ ہونے پائے پس اگر یوں کہا جائے کہ یہ بات تو اعراب سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سا باب عَلِمَ ہے اور کون سا عَلَّمَ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر طور پر اعراب کو ترک کر دیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اہل صرف عمر اور عمرو میں واؤ کے ساتھ فرق پیدا کیا ہے تاکہ التباس نہ ہو سکے اور بسم اللہ میں ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے کثرت استعمال کی وجہ سے جبکہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ میں قلت استعمال کی وجہ سے حذف نہیں کیا گیا اور امر کے آخر کو غائب میں بھی جزم دی جاتی ہے لام کے ساتھ بالاتفاق۔ اس لیے کہ لام نقل میں کلمہ شرط کے مشابہہ ہے اور اسی طرح ہی مخاطب ہے کوفیوں نے کے نزدیک یعنی اس میں بھی لام ہی کی وجہ سے آخر میں جزم ہے۔ اس لیے کہ اِضْرِبْ اصل میں لِتَضْرِبْ تھا کوفیوں کے نزدیک اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے پڑھا فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا پس لام کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر علامت استقبال (حرف مضارعۃ) کو امر اور مضارع کے درمیان فرق پیدا کرنے کے لیے حذف کر دیا گیا پس پھر ضاد ساکن باقی رہ گیا پھر ہمزہ وصلی

شروع میں داخل کیا گیا اور اس کو علامت استقبال (حرف مضارعۃ محذوف) کی جگہ پر رکھا گیا اور اس ہمزہ کو علامت استعمال دے دی گئی جیسا کہ لِقَاءِ رُبَّ میں دی گئی ہے شاعر کے قول میں موجود رُبَّ کے عمل میں۔

"پس تیری مثل حاملہ عورت تحقیق میں ان کے پاس رات کو آیا اس حال میں کہ وہ دودھ پلا رہی تھی پس میں نے اس کو ایسا مشغول کیا کہ وہ سال کے (محول) بچے کے تعویذ کو بھی بھول گئی۔"

اور بصریوں کے نزدیک مبنی ہے اس لیے کہ افعال میں اصل مبنی ہونا ہی ہے۔"

تشریح: **صِيْغَةٌ**: یہ لفظ اس غرض سے لائے ہیں کہ امر وضع کے اعتبار سے صیغہ ہے تا کہ اسماء افعال کے ساتھ نقض (تناقض) وارد نہ ہونے پائے اس لیے کہ صَهْ اور مَهْ یہ دونوں فعل کے لیے وضع کیے ہیں نہ کہ طلب فعل کے لیے۔

اَلْفَاعِل: یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ اس تعریف پر یہ بات لازم آتی ہے کہ امر حاضر جو کہ مبنی للمفعول ہے وہ امر نہیں ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعے فاعل سے فعل کو طلب نہیں کیا جاتا بلکہ مفعول یہ سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ فاعل سے مراد وہ فاعل ہے کہ جو اس کے قائم مقام ہو تو پس اس آدمی کے قول پر یہ نقض وارد نہیں ہوتا کہ جس نے اس کو بالکل فاعل نہیں بنایا۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تعریف صرف امر حاضر معلوم ہی کی ہے جو کہ اکثر استعمال ہوتا ہے اور عام طور پر اہل صرف کی زبان پر اسی کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ امر حاضر مجہول قلیل ہے اور قلیل مثل معدوم کے ہی ہوتا ہے تو پس اس کے اس تعریف سے نکلنے کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

وَهُوَ: اس هُوَ سے امر مطلقاً مراد ہے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو معروف ہو یا مجہول ہو۔

مِنَ الْمُضَارِعِ: یہاں مضارع کا ذکر کر کے ماضی سے احتراز کیا ہے کیونکہ امر کا اشتقاق مضارع ہی سے ہوتا ہے اس لیے کہ کسی آدمی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ سوائے

مضارع کے کسی دوسرے فعل سے ایسا فعل یعنی امر حاضر بنالے جو کہ پہلے گذر چکا ہے ایسا ناممکن ہے اس لیے کہ ایسا کرنا اپنے آپ کو اس مشقت میں ڈالنا ہے جس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں یعنی جس سے کچھ حاصل نہ ہو اس میں دفاع کھپانا فضول ہے اور ایسا کرنا بالکل ممنوع ہے۔

فِي الْاِسْتِقْبَالِيَةِ: یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ ان (امر و مضارع) دونوں میں سے ہر ایک استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ مضارع تو استقبال پر دلالت کرنے میں ظاہر ہے اور امر اس وجہ سے استقبال پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں کسی آدمی کو اس کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جو کام اس نے اب تک نہیں کیا اس کام کو وہ اب یا آئندہ کر لے یعنی اس اس موجود میسر وقت یا آئندہ میں کر لے۔ اور یہ موجودہ میسر وقت یا آئندہ استقبال ہی ہے اور یہ بھی بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امر کو ماضی سے مشتق کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ تحصیل حاصل کی طرف پہنچاتا ہے اور یہ محال ہے۔ تو پس امر کے اشتقاق کے لیے مضارع ہی متعین ہوا اسی وجہ سے امر مضارع سے ہی بنایا جاتا ہے ماضی سے نہیں بنایا جاتا۔

فِي الْغَائب: ان الفاظ سے یہ بات بتلانا مقصود امر غائب کے صیغوں کے شروع میں ''لا'' کو زائد کیا جاتا ہے تا کہ امر حاضر اور غائب میں فرق رہے۔

اَلْحُرُوْفُ: یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''لا'' جو کہ حرف زائد ہے یہ غائب کو کیوں دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے فرق تو کسی اور کو دینے سے بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا حروف زائدہ میں سے ہے اور غائب بھی متکلم اور مخاطب دونوں کے درمیان زائد ہی کی طرح ہے تو اس وجہ سے زائد کو زائد حرف دینا زیادہ اچھا ہے یعنی زائد زیادہ لائق ہے اس بات کا کہ اس کو حرف زائد دیا جائے۔

الزَّوَائِد: زوائد سے مراد یہ ہے کہ ان کی زیادتی کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا بے شک وہ ہر جگہ میں زائد ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کی زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی حرف زائد کو زیادہ کیا جاتا ہے ان زائد حروف کے علاوہ سے کسی حرف کو زائد نہیں کیا جاتا اس لیے کہ

اصل میں حروف زائدہ یہی ہیں کہ جن کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے۔

هَوَيْتُ: یہ شعر ابو عثمان المازنی کا ہے، حکایت کی گئی ہے کہ ابو عباس نے ان سے سوال کیا کہ حروف زائدہ کو آپ کیسے جمع کریں گے تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں یہ شعر پڑھ کر سنا دیا اور کہا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے یہ جواب ہے تیرے سوال کا کہ جو میں دو دفعہ اس شعر میں تجھے دے چکا ہوں اپنے قول ''هويت السمانا'' کو مراد لیتے ہوئے۔ اور شعر کا معنیٰ هويت واحد متکلم ہے هوی سے اور آسمان جمع سمينة کی یعنی موٹی عورتیں اور الف اشباع کے لیے ہے شَيَّبْنَنِي جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور نون وقایہ کا ہے اور یاء متکلم مفعول کی ہے اور قدما حال ہے یعنی ان عورتوں نے مجھے ایسا کر دیا کہ میں وقت سے پہلے جوان ہو گیا سختیوں کے جھیلتے ہوئے اور غموں کے برداشت کرتے اور مصائب میں مبتلا ہونے اور ان کی محبت میں سرگرداں رہنے کی وجہ سے۔''

لَمْ يَزِدْ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ امر کے لیے حروف علت میں سے کوئی حرف زائد کیوں نہیں کیا گیا باوجود اس کے وہ زائدہ ہونے کے زیادہ حقدار ہیں اپنے کثرت استعمال کی وجہ سے کلام عرب میں لام کو کیوں زائد کیا تو اس سوال کا جواب یہ دیا کہ دو حروف علت کے جمع ہو جانے کے خوف سے حروف علت میں سے کسی حرف کو زائد نہیں کیا گیا۔

كُسِرَتْ: یہ الفاظ بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینے کے لیے لائے گئے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ لام امر کو کسرہ کیوں دیا گیا حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کلمہ ایک ہی حرف پر مشتمل ہو تو اس کو حرکت فتحہ کی دی جاتی ہے۔ جیسے کہ واؤ عاطفہ اور ہمزہ استفہام کہ ان پر فتحہ پڑھتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس کو کسرہ اس وجہ سے دیا کہ اس کو لام جارہ کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور اس لام کو جو کہ امر میں زائد کیا گیا ہے اہل صرف کی اصطلاح میں لام امر کہتے ہیں۔

مشابهة باللام الجارة: لام امر کی لام جارہ کے ساتھ مشابہت صورۃً اور معنیً دونوں طرح سے ہے۔ صُوْرَةً تو ظاہر ہے۔ کہ دونوں ہی مکسور ہیں۔ اور معنیً مشابہت

سے مراد یہ ہے کہ ان کا عمل آپس میں مشابہت اس طرح رکھتا ہے کہ لام امر یہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور فعل کے آخر کو جزم دے دیتا ہے کیونکہ فعل پر جر نہیں آتا جبکہ لام جارہ یہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور اس کے آخر کو کسرہ دے دیتا ہے اگر فعل پر جر ممنوع نہ ہوتا اور اسم پر جزم ممنوع نہ ہوتا تو دونوں کو عمل میں بھی مشابہت تامہ حاصل ہوتی لیکن چونکہ دونوں کے اعراب کو مجبوراً جزم اور جر کی دو مختلف حالت میں لانا پڑا ہے۔ کیونکہ اہل صرف اور اہل نحو نے اسم اور فعل دونوں کے اعراب کو ہر ایک کے ساتھ خاص کر دیا ہے مزید یہ جر اسم کے اعراب کی اقسام میں سے تیسری قسم ہے کہ جس طرح فعل کے اعراب کی اقسام میں سے جزم تیسری قسم ہے۔

اُسْكِنَتْ: یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں یہ لام امر اپنے شروع میں فاء اور واوَ کے داخل ہونے کی وجہ سے ساکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ واوَ اور فا بمنزل کلمہ کے جز کے ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں پر بغیر کسی کلمہ کے وقف کرنا ممتنع ہوتا ہے۔ تو اسی وجہ سے لام کو ساکن کر دیا اتا ہے۔ جس طرح کہ فِخْذٌ میں خاء کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ اصل میں فَخِذٌ تھا، خاء کے کسرہ کے ساتھ اور دوسری مثال یہ دی وَهْيَ اور فَهْيَ یہ ہے کہ جس طرح واوَ اور فاء کے شروع میں آنے کی وجہ سے ھاء ساکن ہوگی بالکل اسی طرح لام امر کے شروع میں بھی واوَ اور فاء کے آنے کی وجہ سے لام امر ساکن ہو جاتا ہے۔

حُذِفَ حَرْفُ الْاِسْتِقْبَالِ: یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ امر اصل میں لِتَضْرِبْ تھا تو کثرت استعمال کی وجہ سے لام امر کو مخاطب معروف میں حذف کیا تو اس کے بعد جو علامۃ مضارع تاء تھی اس کو بھی حذف کر دیا اس غرض سے کہ غائب اور مخاطب میں فرق باقی رہ جائے لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے لام امر کو تخفیف کی غرض سے حذف کیا گیا اس لیے کہ اِضْرِبْ اصل میں لِتَضْرِبْ تھا، جبکہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غائب کی طرح مخاطب میں بھی لام اور ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ امر میں طلب صرف لام امر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اور لام کو اسی لیے اس میں وضع کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو زیادہ کیا گیا ہے تو پس قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ فاعل مخاطب کا امر بھی لام ہی کے ساتھ ہو لیکن جب

اس کا (امر مخاطب) کا استعمال بہت زیادہ ہوگیا تو لام امر کو جب حذف کیا گیا تو اس کے ساتھ حرف مضارعۃ کو بھی حذف کر دیا گیا اور ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے شروع ہمزہ وصلی مکسور لائے مضارع میں عین کلمہ کے مکسور ہونے کی وجہ سے۔

عُيِّنَ الْحَذْفُ: یہ الفاظ ایک سوال مقدر کا جواب ہیں اور سوال مقدر یہ ہے کہ فرق کرنے کے لیے مخاطب ہی کو متعین کیا گیا غائب کو کیوں نہ کیا گیا کیونکہ فرق تو غائب کو حذف کے لیے متعین کرنے سے بھی حاصل ہوسکتا تھا تو پھر اس طریقے فرق کرنا کیوں پسند کیا گیا، تو مصنف نے اپنے لِكَثْرَتِهِ سے جواب دے دیا کہ مخاطب کے کثرت استعمال کی وجہ سے ہی اس کو حذف کے لیے متعین کرلیا گیا تاکہ زبان پر اس کا تکلم آسان رہے الفاظ کے کم ہونے کی وجہ سے۔

وَمِنْ ثَمَّ: یہاں سے امر حاضر مجہول کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ امر مخاطب میں لام امر اور تاء مضارعہ کو حذف کرنے کی وجہ کثرت استعمال ہے تو اسی وجہ امر حاضر مجہول میں ان دونوں حروف کو حذف نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا استعمال کثرت سے بلکہ بہت قلت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

وَاجْتُلِبَتْ: یہاں سے مضارع سے امر کو بنانے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ مضارع سے امر کس طرح بنتا ہے، اس طریقے کا حاصل یہ ہے کہ جب حرف مضارعہ کو حذف کیا جائے تو اس کا مابعد اگر ساکن ہو تو ہمزہ وصلی اس کے سروع میں داخل کیا جائے گا، جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ اور اگر حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد اگر اس کا مابعد اگر متحرک ہو تو پھر اس کو اسی حال پر رکھیں گے جیسے تَضَعُ سے ضَعْ بہر حال حرف مضارعہ کو حذف کرنے کی وجہ یہ ہے وہ مضارع کی علامت ہے تو یہ بات از حد ضروری ہے کہ مضارع کے صیغہ اور شکل کو ختم کر دیا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ شروع میں کسی حرف (ہمزہ وصل) کو زائدہ کرنے کی تو وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور وہ ضرورت ابتداء بالسکون محال ہونا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ شروع میں ہمزہ کو کیوں لایا گیا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ چونکہ مخارج کے مبتداء کے ساتھ مختص ہے۔

اَلْهَمْزَةُ: یہاں ہمزہ سے مراد ہمزہ وصلی ہے کہ جس کو زیادہ کرنے کی غرض ابتداء بالسکون کی خرابی سے بچنا ہے۔ جبکہ ہمزہ وصلی ہی کو زیادہ کرنے کے لیے خاص کر لینا اس کی وجہ یہ ہے یہ حروف میں سے اقویٰ ہے بجائے دوسرے حروف کے اور اقویٰ حرف کے ساتھ ابتداء کرنا یہی اولیٰ ہے۔ اور اس لیے اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اس کو شروع میں رکھا جائے۔ اور اگر یہ شروع میں آ جائے تو یہ باقی رہتا ہے اگر درمیان میں آ جائے تو یہ گر جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے حروف درمیان میں آنے کی وجہ سے نہیں گرتے تو پس یہ خفیف بھی ہوا۔ باقی رہی یہ بات کہ جب اس امر میں حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد اس کا مابعد ساکن ہو تو اس وقت ہمزہ وصلی زائد کرتے ہیں اور اگر اس کا مابعد متحرک ہو تو پھر ہمزہ وصلی زائد نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ جب حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد مابعد ساکن ہو اس لیے کہ اس وقت ساکن حرف سے کلمہ کو پڑھنا ناممکن ہوتا ہے، تو پس اس وقت ہمزہ وصلی مکسور یا مضموم شروع میں زائد کر دیا جاتا ہے تا کہ کلمے کو ابتدا کی صرف سے پڑھنا ممکن ہو سکے۔

كُسِرَتِ الْهَمْزَةُ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ ہمزہ وصلی مکسور اس وقت لایا جائے گا کہ جب عین کلمہ مکسور ہو یا مفتوح ہو اس لیے ہمزہ وصلی میں کسرہ اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر حرف کی اصل یہ ہے کہ وہ ساکن ہوتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ جب کسی ساکن کو حرکت دی جائے تو اس کو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ حرف کہ جو متحرک ہو کسرہ کے ساتھ اس کا مخرج قریب ہے، اس کے مخرج کے جبکہ وہ ساکن ہو اسی وجہ سے ساکن حرف کے لیے کسرہ اصل ہے۔

وَلَمْ تُكْسَرْ: یہ الفاظ ایک سوال مقدر کا جواب دینے کی غرض سے لائے گئے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ آپ یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ ہمزات وصل کے لیے اصل یہ ہے کہ ان کو کسرہ ہی دیا جائے تو پھر آپ نے اُكْتُبْ میں موجود ہمزہ وصلی کو کسرہ کیوں نہیں دیا حالانکہ وہ بھی ہمزہ وصلی ہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہمزہ وصلی کو کسرہ اس وقت دیا

جائے گا کہ جب اس کلمہ کا عین کلمہ مضموم نہ ہوا گر مضموم ہوگا تو پھر ہمزہ وصلی کو ضمہ ہی دینا پڑے گا، اگر یہاں پر ہمزہ وصلی کو کسرہ دیتے تو پھر اس صورت میں کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم آتا جبکہ اس طرح منتقل ہونا اہل صرف کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

وَلَا اِعْتِبَارَ: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا تو ممکن ہے اس لیے کہ دونوں کے درمیان میں کاف ساکن متخلل ہے۔ تو بطریق اتم کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلا جا سکتا ہے تو مصنف نے ولا اعتبار سے جواب دے دیا اس کاف ساکن کا درمیان میں آنا کوئی معتبر نہیں کیونکہ وہ کوئی حاجز قوی نہیں ہے۔

بِخِلَافِ: اس سے غرض مذکورہ عبارت پر ہونے والا ایک اعتراض اور جواب کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اِفْعَلْ کا ہمزہ کو بھی فتحہ ہی دیا جاتا تو مصنف نے اپنے قول بخلاف اِفْعَلْ سے یہ جواب دیا کہ اگر اس کے ہمزہ کو فتحہ دیا جائے تو پھر متکلم کے ہمزہ کے ساتھ التباس لازم آجائے گا۔

بقول الشاعر: ''اصل شعر یوں ہے:

اوله حلت لي الحمر وكنت
من شربها في شغل شاغل
اليوم اشرب من غير مستحقب
اثما من الله ولا واغل

اشرب میں باء کے سکون کے ساتھ ساتھ یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے ساکن کیا گیا ہے یا وقف کی وجہ سے پس اشرب شعر میں متکلم کا صیغہ ہے اگر ہمزہ کو امر کا بنایا جائے تو بھی مفتوح ہوگا، تو اس صورت اس کے ساتھ التباس کا لام آئے گا اور شعر کا معنیٰ یہ ہے کہ آج کے دن میں شراب پیتا ہوں اس ارادے سے کہ اللہ مجھ کو گناہ گاروں میں شمار نہیں کرے گا، اور میں کسی غیر کا طفیلی ہو کر بھی شراب نہیں پیتا یعنی میں محبوب کے ہاتھ سے بغیر کسی واسطے کے شراب پیتا ہوں۔''

وَبِجَزَاءِ الشَّرْطِ: اس عبارت سے غرض یہ بات بتانا مقصود ہے کہ امر شرط کی جزاء کے ساتھ ملتبس ہو جاتا ہے اس لیے کہ شرط کی جزا بھی مجزوم ہوتی ہے جبکہ بغیر فاء کے ہو اور امر بھی مجزوم ہوتا ہے تو پس امر کے ہمزہ کو کسرہ دے دیا گیا تاکہ جزاء کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔

فُتِحَتْ: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ آپ پہلے بات یقیناً کر چکے ہیں کہ همزات وصلیہ کے لیے اصل یہ ہے کہ ان کو کسرہ ہی دیا جاتا ہے تو پھر آپ نے اَیْمَنُ میں الف کو کسرہ کیوں دیا تو اس کا جواب یہ دیا کہ ہم نے ہمزہ وصلی کی بات کی ہے اور اَیْمُنُ میں جو ہمزہ ہے وہ قطعی ہے کیونکہ اَیْمَن یمین کی جمع ہے۔ پھر الفاظ میں کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو وصل بنالیا گیا۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کو الف کیوں کہا گیا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ جب شروع میں واقع ہو جائے تو الف ہی کی صورت میں لکھا جاتا ہے، اس لیے کہ الف اور ہمزہ دونوں مخارج کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ تو اسی وجہ سے جب الف کو حرکت دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، تو اس کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں اور صحاح میں کہا ہے کہ الف دو قسم پر ہے لین اور اور متحرک۔ پس الف لین وہ ہے کہ جس کا نام الف رکھا گیا ہے، الف متحرک جو ہے اس کا نام ہمزہ رکھا گیا ہے۔

لِكَثْرَتِهِ: سے مراد یہ ہے کے لوگوں کی زبانوں پر کثرت سے اس کے جاری ہونے کی وجہ سے اس کے الف کو (اَیْمَنُ) فتحہ دے دیا گیا تخفیف کی غرض سے۔

اَلِفُ التَّعْرِيْفِ: یہاں سے ایک فائدے کو بیان کرنا مقصود ہے اور وہ فائدہ یہ ہے کہ اہل نحات نے اس بات میں اختلاف کیا ہے الف لام میں سے دونوں تعریف کے آلے ہیں یا صرف لام ہے یا الف ہے تو اس سلسلے میں مبرد یہ فرماتے ہیں کہ حرف تعریف ہمزہ ہے جو کہ مفتوحہ ہے (جو کہ اکیلا ہی ہے) اور جو اس کے ساتھ لام کو ملایا گیا ہے وہ اس غرض سے ملایا گیا ہے کہ الف تعریف کا الف استفہام کے ساتھ التباس نہ ہو سکے تو پس یہ قطعی ہو گیا، جبکہ علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ حرف تعریف لام ہے (اکیلا لام ہی ہے)

اور ہمزہ زائد وصلی ہے۔ تو اس کو فتحہ دیا گیا باوجود اس کے کہ ہمزات وصل کی اصل یہ ہے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو کسرہ ہی دیا جاتا ہے۔ جبکہ خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ الف اور لام دونوں ہی ہی تعریف کے آلے میں جیسے کہ ھَلْ ہے دو حرفی ہے۔ اسی طرح تعریف کا آلہ بھی دو حرفی ہے تو پس ہمزہ قطع کے لیے ہو گیا یعنی دو کلموں کو جدا کرنے کے لیے باقی رہی یہ بات کہ وہ حذف کیوں ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ درمیان کلام میں کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے، جب آپ یہ بات سمجھ چکے تو پس آپ یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ مصنف قول کہ ''الف تعریف کو فتحہ دیا گیا ہے اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے وہ یقیناً سیبویہ کے مذہب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ یہ جواب اس بات کو تسلیم کرنے کے بعد ہے کہ وہ وصل کے لیے ہے اور وہی ظاہر اور الف کی اضافت تعریف کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے۔

لَیْس مِنَ الْاَلِفِ: اس عبارت سے غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ امر کے شروع میں جو حرف (ہمزہ) ہے وہ الف نہیں ہے کہ جس کو ابتداء کرنے کے لیے شروع میں لایا گیا ہے۔

اُاُکْرِمُ: اس کو لانے کی غرض یہ ہے کہ ہے کہ اُکْرِمُ کی اصل اُاُکْرِمُ ہے تو چونکہ دو ہمزوں کا ایک جگہ اکٹھا درست نہیں تھا تو اس۔ لیے اس دوسرے ہمزے کو حذف کر دیا گیا تو اسی کی اتباع کرتے ہوئے، مضارع کے دوسرے صیغوں سے بھی ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تا کہ مضارع کے فعل انداز مختلف نہ ہو تو پس امر بناتے وقت اس مضارع کو اپنی اصل حالت پر لائے اس لیے کہ تُاُکْرِمُ میں مفتوح تھا جو کہ حذف کر دیا گیا تھا تو امر میں بھی اس کو برقرار رکھا گیا۔

یُعْلَمُ: ان الفاظ کو لانے کی غرض یہ ہے کہ عَلِمَ اور عَلَّمَ کے امر میں فرق ان کے اعراب سے ظاہر ہو جاتا ہے، وہ اس طرح سے کہ عَلِمَ کے امر میں بوقت وصل فَعْلَمْ لکھا جاتا ہے یعنی عین پر جزم کو ثابت رکھتے ہو اور لام پر فتحہ کو ثابت رکھتے ہوئے تخفیف کی غرض سے اور جبکہ عَلَّمَ کے امر میں بوقت وصل فَعَلِّمْ لکھا جاتا ہے عین پر فتحہ اور لام پر تشدید اور اس کے نیچے کسرہ کو باقی رکھتے ہو۔

بِالْاِعْجَامِ :یعنی اعراب کے ساتھ جیسے کہ کہا جاتا ہے اعجمه ای اعربه یعنی اس نے اس کو اعراب والا بنا دیا اور عجم اصل میں سیاہ نقطہ کو کہتے ہیں، جیسے کہ ق کہ اس پر دو نقطے ہیں اور یوں بھی کہا جاتا ہے اَعْجَمْتُ الْحُرُوْفَ یعنی میں نے حروف کو اعراب لگائے اور اسی سے کہا جاتا ہے حروف معجمہ یعنی اعراب لگائے ہوئے حروف اس کے بعد اس بات کی مزید وضاحت کر رہے ہیں کہ اعراب لگانا عبارت پر کوئی ضروری یا لازم نہیں بلکہ یہ ان امور میں سے ہے کہ جو جائز ہیں بلکہ بلغاء اور فصحاء نقطہ، تشدید اور اعراب کو درست قرار دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے فارسی کا ایک مقولہ بھی مشہور ہے ''برموز بود حدیث پیراں بے نقطہ بود خط دبیراں۔'' یعنی بڑی عمر کے لوگوں کی بات مختصر اور سبق آموز ہوگی جبکہ معلم یا مربی کی تحریر بغیر نقطہ کے ہوگی جس کو ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔

اور اسی وجہ سے اعراب کو اکثر طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بِالْوَاوِ :یہاں پر یہ بات بتائی جارہی ہے عمر اور عمرو کے درمیان فرق رکھنے کے لیے واؤ کو زائد کیا جاتا ہے نہ کہ الف کو تاکہ منسوب کے ساتھ ملتبس نہ ہو اور بغیر یاء کے تاکہ مضاف الیہ یاء المتکلم کے ساتھ ملتبس نہ ہو پس عمرو کو واؤ کے ساتھ مخصوص کر لیا گیا نہ کہ عمر کو اس لیے کہ عمرو اخف (زیادہ خفیف) ہے عمر سے شروع فتحہ ہونے کی وجہ سے اور درمیان میں ساکن ہونے کی وجہ سے بخلاف عُمَر کے پس اس میں زیادتی کی وجہ سے ثقل کا زیادہ ہونا لازم آتا ہے بخلاف عمر کے اور اس لیے عَمرو زیادہ حق دار ہے اس بات کا کہ عمر کے مقابلے میں تصرف کا اس لیے کہ عمرو منصرف ہے بخلاف عمر کے کہ وہ غیر منصرف ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ منصرف تصرف کے اعتبار سے زیادہ ہوتا ہے غیر منصرف سے اور زیادۃ (زائد کرنا) بھی ایک تصرف ہی ہے، تو پس عمرو اس کا زیادہ حقدار ہو عمر سے۔

حُذِفَتْ :اس حذف سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمزہ وصلی بسم اللہ کے اندر لکھنے اور پڑھنے دونوں صورتوں میں حذف کر دیا جاتا ہے، بسم اللہ کے کثرت استعمال کی وجہ سے باقی رہی یہ بات کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ میں ہمزہ لکھنے میں باقی ہے پڑھنے

میں نہیں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر کتاب (القرآن) کے استحقاق اور مرتبے کا لحاظ یہ ہے کہ اس کو لکھنے میں نہ گرایا جائے۔

جُزِمَ فِي آخِرِهٖ: یہاں سے اشتقاق کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد امر کے احوال کو بیان کرنے کی ابتداء کررہے ہیں۔

لِاَنَّ اللَّامَ مُشَابِهَةٌ: اس عبارت سے غرض یہ بتانا کہ لام امر کلمہ شرط کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے تو باقی رہی یہ بات کہ وہ مشابہت کس طرح سے ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کلمہ شرط اِنْ مضارع کے معنیٰ کو حال سے استقبال کی طرف منتقل کرتا ہے بالکل اسی طرح امر بھی اس کے معنیٰ کو حال سے استقبال کی طرف منتقل کرتا ہے اور جس طرح کلمہ شرط اِنْ اس کو خبر ہونے سے نکال دیتا ہے تو بالکل اسی طرح لام امر بھی اس کو خبر ہونے سے انشاء کی طرف نکال دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ کلمہ شرط اِنْ جب ماضی پر داخل ہو جائے اور وہ اس ماضی کے معنیٰ کو استقبال کی طرف منتقل کر دیتا ہے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ تو اسی طرح لام بھی جب داخل ہوتا ہے تو وہ بھی اس خبر کے معنیٰ کو انشاء کی طرف منتقل کر دیتا ہے جیسے لِيَضْرِبْ زَيْدٌ تو جب اس کی اس میں مشابہت پیدا ہوگئی تو اس نے اس جیسا ہی عمل کیا اور وہ آخر پر جزم کا آنا ہے۔

فائدہ: اس میں بصریوں اور کوفیوں کے ایک اختلاف کو بیان کرتے ہیں کہ بصریوں اور کوفیوں کا آپس میں امر حاضر کے متعلق اختلاف ہے کہ امر حاضر مبنی یا معرب ہے تو بصریین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ امر حاضر مبنی ہے جبکہ کوفیین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ امر حاضر معرب ہے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کیا ہے۔ تو اس بارے میں کوفیین کے دلائل یہ ہیں جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

''عند الكوفيين'' الخ کہ امر مخاطب امر غائب ہی کی طرح ہے اور مجزوم ہونے کی وجہ سے یہ معرب ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے ''فَبِذَالِكَ فَلْتَفْرَحُوْا'' سے دلیل بھی دی کہ امر مخاطب معلوم میں لام ہے اور یہ یعقوب کی قراءۃ ہے جبکہ باقی حضرات

اس کو "فَلْيَفْرَحُوْا" پڑھتے ہیں، تو کوفیوں کے نزدیک اس میں سے لام کو حذف کر دیا گیا، کثرت استعمال کی وجہ سے جس طرح کہ لَمْ يَكُ میں نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

اَثَرٌ: یہاں اثر سے مراد اعراب ہے اور وہ اعراب جزم کا ہے کہ فعل مضارع دیا جاتا ہے جر کے قائم مقام سمجھ کر جو کہ اسم کو دیا جاتا ہے۔ یعنی اعراب اور جزم ہے اس لیے کہ فعل مضارع کا اعراب جزم ہے جو کہ اسم میں بمنزل جز کے ہے اور حُبْلٰی صفت ہے مثل قد طرقت کے یعنی میں اس کے پاس رات کو آیا اس حال میں کہ وہ دودھ پلا رہی تھی، یہ کلام عطف ہے، حبلی فالهيتها پر یعنی میں نے اس کو بچے سے جھڑا کر دوسری طرف مشغول کر دیا جس کے لیے وہ تعویذ گنڈے کو بہت محبوب خیال کرتی تھی کہ اس کے گلے میں لٹکائے اور بچہ آفات و بلیات سے محفوظ ہو جائے، بدنظری سے بچانے کی غرض سے اور محول اس بچے کو کہتے ہیں کہ جو دودھ پیتے ہوئے ایک سال کا ہو جائے۔

یعنی یہاں پر وہ جماع کی لذت کو بتا رہا ہے کہ اگر چہ عورتیں ماں کی ممتا کی وجہ سے سال بھر کے دودھ پیتے بچے کی حفاظت کا بہت خیال رکھتی ہیں اور اس کو ہر طرح کی تکلیف سے بچانے کے لیے تعویذ استعمال کرتی ہیں تو جب میں اس کے پاس آیا تو جماع کی لذت کی وجہ سے وہ سب کچھ بھول گئی گویا میں نے اس کے ساتھ ایسا کیا کہ وہ لذت جماع وجہ سے بچے کے گلے میں تعویذ لٹکانا بھی بھول گئی۔

مبنی: اس سے مراد امر مخاطب معلوم ہے بصریین کے نزدیک وہ مبنی علی السکون ہے۔
لِاَنَّ الاصل: افعال اصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معانی جو کہ اعراب کا سبب بنتے ہیں۔ مراد میری اس سے فاعلیت، مفعولیت، اضافت وغیرہ ہیں وہ اس میں منتفی ہیں۔ پس لازم آیا کہ ان کو مبنی بنا دیا جائے اور یہ ایسا اختلاف ہے کہ اس کا ثمرہ صرف امر غائب پر مجزوم ہونے کے اطلاق کی صورت میں اور اس کے سکون پر جزم کے اطلاق کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور امر مخاطب پر وقف کے اطلاق اور اس سکون پر وقف کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

((وَاِنَّمَا اُعْرِبَ الْمُضَارِعُ لِمُشَابَهَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاِسْمِ وَلَمْ تَبْقَ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الْاَمْرِ وَالْاِسْمِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ قَوْلُهُ فَلْتَفْرَحُوْا مُعْرَبٌ بِالْاِجْمَاعِ لِوُجُوْدِ عِلَّةِ الْاِعْرَابِ وَهِيَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ وَزِيْدَتْ فِي آخِرِ الْاَمْرِ نُوْنَا التَّاكِيْدِ لِتَاكِيْدِ الطَّلَبِ نَحْوُ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبُنَّ لِتَضْرِبَنَّ لِتَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبْنَانِّ وَفُتِحَ الْبَاءُ فِي لِيَضْرِبَنَّ فِرَارًا عَنْ اِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَفُتِحَ النُّوْنُ لِلْخِفَّةِ وَحُذِفَتْ وَاوُ لِيَضْرِبُوْا اِكْتِفَاءً بِالضَّمَّةِ وَيَاءُ اِضْرِبِيْ اِكْتِفَاءً عَلَى الْكَسْرَةِ وَلَمْ تُحْذَفْ اَلِفُ التَّثْنِيَةِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْوَاحِدِ وَكُسِرَتِ النُّوْنُ الثَّقِيْلَةُ بَعْدَ اَلِفِ التَّثْنِيَةِ لِمُشَابَهَتِهَا بِنُوْنِ التَّثْنِيَهِ وَحُذِفَتِ النُّوْنُ الَّتِيْ هِيَ تَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ فِي مِثْلِ هَلْ تَضْرِبَانِّ لِاَنَّ مَا قَبْلَ النُّوْنِ الثَّقِيْلَةِ تَصِيْرُ مَبْنِيًّا فَاِنْ قِيْلَ لِمَ اُدْخِلَ الْاَلِفُ الْفَاصِلَةُ فِي مِثْلِ لِيَضْرِبْنَانِّ قُلْنَا فِرَارًا عَنْ اِجْتِمَاعِ النُّوْنَاتِ وَحُكْمُ الْخَفِيْفَةِ مِثْلُ حُكْمِ الثَّقِيْلَةِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ بَعْدَ الْاَلِفَيْنِ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فِي غَيْرِ حَدِّهٖ وَعِنْدَ يُوْنُسَ يُدْخَلُ قِيَاسًا عَلَى الثَّقِيْلَةِ وَكِلْتَاهُمَا تَدْخُلَانِ فِي سَبْعَةِ مَوَاضِعَ لِوُجُوْدِ مَعْنَى الطَّلَبِ فِيْهَا فِي الْاَمْرِ كَمَا مَرَّ۔ وَالنَّهْيِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ وَالْاِسْتِفْهَامُ هَلْ تَضْرِبَنَّ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلَا تَضْرِبَنَّ وَالْقَسَمُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَا تَضْرِبَنَّ وَالنَّفْيُ قَلِيْلًا مُشَابَهَةً بِالنَّهْيِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ وَالنَّهْيُ مِثْلُ الْاَمْرِ فِي جَمِيْعِ الْوُجُوْهِ اِلَّا اَنَّهُ مُعْرَبٌ بِالْاِجْمَاعِ يَجِئُ الْمَجْهُوْلُ مِثْلَ الْاَشْيَاءِ الْمَذْكُوْرَةِ فَمِنَ الْمَاضِي نَحْوُ ضُرِبَ اِلٰى آخِرِهٖ وَمِنَ الْمُسْتَقْبَلِ نَحْوُ يُضْرَبُ الخ وَالْغَرْضُ مِنْ وَضْعِهٖ خَسَاسَةُ الْفَاعِلِ اَوْ عَظْمَتُهُ اَوْ شُهْرَتُهُ وَاخْتُصَّ بِصِيْغَةِ فُعِلَ فِي الْمَاضِيْ لِاَنَّ مَعْنَاهُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ وَهُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلَى الْمَفْعُوْلِ فَجُعِلَ صِيْغَتُهُ اَيْضًا غَيْرَ

مَعْقُوْلَةٍ وَهِيَ فُعِلَ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِيُّ عَلٰى هٰذِهِ الصِّيْغَةِ كَلِمَةٌ اِلَّا وُعِلَ وَدُئِلَ وَفِي الْمُسْتَقْبِلِ عَلٰى يُفْعَلُ لِاَنَّ هٰذِهِ الصِّيْغَةَ مِثْلُ فُعْلِلَ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَلَايَجِيُّ عَلَيْهِ كَلِمَةٌ اَيْضًا وَيَجِيُّ فِي الزَّوَائِدِ مِنَ الثُّلَاثِي بِضَمِّ الْاَوَّلِ وَ كُسِرَ مَا قَبْلُ الْآخِرِ فِي الْمَاضِي نَحْوُ اُكْرِمَ وَبِضَمِّ الْاَوَّلِ وَفُتِحَ مَا قَبْلُ الْآخِرِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ تَبْعًا لِلثُّلَاثِي اِلَّا فِي سَبْعَةِ اَبْوَابٍ بِضَمِّ اَوَّلٍ مُتَحَرِّكٍ مَعَ ضَمِّ الْاَوَّلِ وَكُسِرَ مَا قَبْلُ الْآخِرِ وَهِيَ تُفُعِّلَ وَتُفُوْعِلَ وَاُفْتُعِلَ وَاُنْفُعِلَ وَاُسْتُفْعِلَ وَاُفْعُنْلِلَ وَاُفْعُوْعِلَ وَضُمَّ الْفَاءُ فِي الْاَوَّلَيْنِ حَتّٰى يَلْتَبِسَا بِمُضَارِعَيْ فَعَّلَ وَفَاعَلَ وَضُمَّ فِي الْخَمْسَةِ الْبَاقِيَةِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْاَمْرِ فِي الْوَقْفِ يَعْنِيْ اِذَا قُلْتَ وَافْتُعِلْ فِي الْمَجْهُوْلِ فِي الْوُقْفِ بِوَصْلِ الْهَمْزَةِ وَافْتَعِلْ فِي الْاَمْرِ يَلْزَمُ اللَّبْسُ فَضُمَّ التَّاءُ لِاِزَالَتِهٖ فَقِسِ الْبَاقِيَ عَلَيْهِ))

''اور جبکہ مضارع کو اعراب (معرب بنایا گیا ہے) دیا گیا ہے اس کے اور اسم کے درمیان مشابہت کے پائے جانے کی وجہ سے اور حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد امر اور اسم کے درمیان مشابہت باقی نہیں رہی تھی بلکہ ختم ہوگئی تھی اور اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا قول فَلْتَفْرَحُوْا بالاتفاق معرب ہے، معرب ہونے کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے اور وہ حذف ہونے والا حرف جو ہے وہ حرف مضارعۃ ہے۔ اور اب امر کے آخر میں نون تاکید کو زیادہ کیا گیا فعل کی طلب میں تاکید کرنے کی غرض سے جیسے لِيَضْرِبَنَّ، لِيَضْرِبَانِّ، لِيَضْرِبُنَّ، لِتَضْرِبَنَّ، لِتَضْرِبَانِّ، لِيَضْرِبْنَانِّ اور لِيَضْرِبَنَّ میں باء کو فتحہ کی حرکت دی گئی اجتماع ساکنین سے بچنے کی غرض سے اور خفت کی غرض سے نون کو فتحہ دیا گیا اور لِيَضْرِبُوْا کی واؤ کو حذف کر دیا گیا ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اور اسی طرح اِضْرِبِيْ کی یاء کو بھی حذف کر دیا گیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اور تثنیہ کے الف کو حذف نہیں کیا گیا تاکہ واحد کے صیغے کے ساتھ

التباس لازم نہ آنے پائے اور الف تثنیہ کے بعد نون ثقیلہ کو کسرہ دے دیا گیا اس کی نون تثنیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور اس نون کو حذف کر دیا گیا جو کہ رفع (مرفوع ہونے) پر دلالت کرتی تھی جیسے هَلْ تَضْرِبَانِّ کی مثال میں ہے۔ اس لیے کہ نون ثقیلہ کا مقابل مبنی ہوگیا ہے اگر یوں پوچھا جائے کہ الف فاصلہ کا کیوں داخل کیا گیا جیسے کہ لِيَضْرِبْنَانِّ میں ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں تین نونات کو جمع ہونے سے بچانے کی غرض سے الف فاصلہ کو داخل کیا گیا ہے۔ اور نون خفیفہ کا حکم بھی نون ثقیلہ کے حکم ہی کی طرف ہے مگر یہ (نون خفیفہ) اجتماع الساکنین علی غیر حدہ میں دو الفوں کے بعد داخل نہیں کیا جاتا اور جبکہ یونس (حبیب البصری) کے نزدیک نون ثقیلہ پر قیاس کرتے ہوئے داخل کیا جاتا ہے۔ اور یہ دونوں (نون ثقیلہ اور خفیفہ) سات مقامات پر طلب کا معنیٰ پائے جانے کی وجہ سے داخل کی جاتی ہیں ان ساتوں میں سے ایک امیر ہے جیسے کہ گذر چکا ہے اور دوسرا نہی ہے جیسے لَا تَضْرِبَنَّ اور استفہام ہے جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ اور چوتھا تمنی ہے جیسے لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ اور پانچواں عرض ہے، جیسے اَلَا تَضْرِبَنَّ اور چھٹا قسم ہے جیسے لَا تَضْرِبَنَّ اور ساتواں نفی ہے نہی کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی مشابہت کی وجہ سے جیسے لَا تَضْرِبَنَّ اور نہی تمام صورتوں میں امر ہی کی طرح ہے مگر یہ کہ نہی بالاتفاق معرب ہے اور مجہول آتا ہے، مذکورہ چیزوں کی طرح پس ماضی سے مجہول جیسے ضُرِبَ الخ اور مستقبل (مضارع) سے مجہول جیسے يُضْرَبُ الخ اور اس کی وضع سے غرض فاعل کی حقارت یا اس کی عظمت یا شہرت ہوتی ہے اور ماضی میں مجہول کو فعل کے وزن کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کا معنیٰ غیر معقول (سمجھ میں نہ آنے والا) ہے اور اس میں فعل کا اسناد مفعول کی طرف ہوتا ہے۔ تو پس اس کے صیغہ کو بھی غیر معقول بنایا گیا۔ اور وہ صیغہ فُعِلَ ہے اور اسی وجہ سے اس صیغے کے وزن پر اسم میں کوئی کلمہ نہیں سوائے وُعِلَ اور دُعِلٌ اور مستقبل (مضارع) میں مجہول يُفْعَلُ کے

وزن پر آتا ہے اس لیے کہ یہ صیغہ حرکات اور سکنات میں فُعِلِلَ کی طرح ہے اور اس وزن پر بھی اسم میں کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اور ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں ماضی میں حرف اول کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے اُکْرِمَ اور مستقبل (مضارع) میں صرف اول کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو فتحہ دیا جاتا ہے ثلاثی مجرد کی اتباع کرتے ہوئے مگر سات ابواب تفعل، تفاعل، افتعال، انفعال، استفعال، افعنلال، افعیعال ایسے ہیں کہ جن میں ماضی کے اندر باب تفعل اور تفاعل کے پہلے دونوں حرفوں کو اور ان کے دو علاوہ باقی پانچ میں پہلے اور تیسرے حرف کو جو کہ متحرک ہوتے ان کو ضمہ دے دیا جاتا ہے ؛ کلمہ آخر سے ماقبل حرف میں ساتوں ابواب میں سے ہر ایک کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ جیسے تُفُعِّلَ، تُفُوْعِلَ، اُفْتُعِلَ، اُنْفُعِلَ، اُسْتُفْعِلَ، اُفْعُنْلِلَ اور اُفْعُوْعِلَ باقی رہی یہ بات کہ باب تفعل اور تفوعل میں پہلے دو حرفوں کو ضمہ اس وجہ سے دیا گیا تا کہ فَعَّلَ اور فاعل (تفعیل اور مفاعلہ) دونوں کے مضارع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور باقی پانچ ابواب میں ضمہ اس وجہ سے دیا گیا (پہلے اور تیسرے حرف کو) تا کہ حالت وقف میں امر کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، یعنی جب آپ اُفْتُعِلَ کو حالت وقف میں وَافْتُعِلْ پڑھیں گے ہمزہ وصلی کے ساتھ اور امر میں بھی وَافْتَعِلْ پڑھیں گے تو دونوں کا آپس میں التباس میں لازم آتا ہے تو پس اسی وجہ سے باب افتعال میں تاء کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ دونوں کے مابین فرق باقی رہے تو پس باقی افعال کو بھی اسی پر قیاس کرلیں۔

تشریح : وَاِنَّمَا: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ جب افعال میں اصل ان کا مبنی ہونا ہے تو پھر فعل مضارع کو معرب کیوں بنایا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مصنف رحمہ اللہ نے انما سے اس کا یہ جواب دیا کہ اسم چونکہ معرب ہوتا ہے، اور مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہت ہے تو اس مشابہت کی وجہ سے اس کو معرب بنا دیا۔

بَیْنَ الْاِسْمِ: یہاں اسم سے مراد کوئی مطلقاً اسم مراد نہیں بلکہ یہاں اسم سے مراد اسم فاعل ہے کہ جو حرکات وسکنات میں فعل مضارع اس سے مشابہت رکھتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: ان الفاظ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ مضارع کو معرب اس وجہ سے بنایا گیا کیونکہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہت اور امر کو مبنی بنایا گیا کیونکہ اس کو اسم کے ساتھ کوئی مشابہت باقی نہیں رہی کیونکہ امر میں حذف مضارعہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور حرکات وسکنات میں دونوں اب برابر نہیں رہے اگر علامت مضارع امر میں پائی جاتی تو یہ معرب ہوتا تو بعض لوگوں نے جو امر کو معرب کہا ہے وہ اس وجہ سے کہا ہے کہ فَلْتَفْرَحُوْا بالاتفاق معرب ہے اور امر ہے اس لیے کہ اس میں علامت مضارعہ موجود ہے۔ بالاتفاق سے مراد یہ ہے کہ کوفیین اور بصریین جو کہ اہل نجات سے ہیں دونوں کے نزدیک فَلْتَفْرَحُوْا معرب ہے۔ اور یہ قراءت صرف یعقوب کی ہے جب اس کے علاوہ کی قراءت فَلْیَفْرَحُوْا ہے۔ جو کہ امر غالب ہے۔ اور امر غائب کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ معرب ہے نہ کہ مبنی۔

وَزِیْدَتْ: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ امر کے لواحق اور ان احوال کو بیان کرنے کی ابتداء کر رہے کہ جو امر کے بناتے وقت پیش آتے ہیں۔ تو زیدت سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ جب امر کو مؤکد کرنا ہو تو پھر اس کے آخر میں مطلقاً (خواہ وہ معلوم ہو یا مجہول حاضر ہو یا غائب) نون تاکید کا زیادہ کرتے ہیں۔

نونا التاکید: یہاں تاکید کے دونوں سے مراد یہ ہے کہ خواہ نون تاکید ثقیلہ ہو یا نون تاکید خفیفہ دونوں کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ نون ثقیلہ میں تاکید زیادہ ہوتی ہے اور نون تاکید خفیفہ میں تاکید کم ہوتی ہے تو اسی وجہ سے خلیل نحوی فرماتے ہیں جب آپ کسی کلمہ کو نون تاکید خفیفہ کے ساتھ لائے تو آپ نے گویا معمولی سی تاکید کی اور اگر جب نون تاکید ثقیلہ کو لائے تو آپ نے بہت سخت تاکید کی اور باقی رہی یہ بات یہ دونوں نون آخر میں ہی لاحق کیے جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر شروع میں داخل کیا جائے تو پھر دو حرف زائد اکٹھے ہو جائیں گے جبکہ زیادتی کرنا بھی تبدیلی کے ایک قسم ہے تو اس وجہ سے

کلمہ کے آخر میں زیادہ کر کے تبدیلی لائی جاتی ہے۔

لِتَاكِيد الطلب: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے کہ یہ دونوں نون صرف طلب فعل کے لیے ہی استعمال ہی ہوتی ہیں نہ کہ ماضی اور حال میں ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ماضی اور حال میں طلب نہیں ہوتی۔

فِرَارًا: یہاں متحرک کرنے کی علت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اجتماع ساکنین سے بچنے کی غرض سے حرکت دی گئی باقی رہی یہ بات کہ حرکت دینے کے لیے فتحہ کو کیوں خاص کیا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ میں خفت پیدا کرنے کے لیے اور فعل کو جر کے بھائی یعنی کسرہ سے بچانے کے لیے اور ثقل سے احتراز کرنے اور التباس فی الضم سے بچنے کے لیے۔

فُتِحَ النُّوْنُ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ نون ثقیلہ کو اس وجہ سے فتحہ دیا گیا کہ کسی مقام پر دو ساکنوں کے جمع ہو جانے کے وقت سکون (ساکن ہونے) کی کوئی مجال (حیثیت، طاقت) نہیں اور نہ ہی ضمہ اور کسرہ کی مقام کے ثقل کے پائے جانے کی وجہ سے تو پس فتحہ ہی متعین ہو گیا۔

لِيَضْرِبُوْا: اس پر ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دیا جا رہا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ لِيَضْرِبُوْا کی واؤ نون تاکید کے اتصال کے وقت کیوں حذف کی گئی یعنی جو واؤ فاعل بن رہی تھی جبکہ فاعل کا حذف کرنا جائز نہیں ہے تو پھر اس کو کیوں حذف کیا گیا تو قلنا کہہ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے واؤ کو تو حذف کر دیا لیکن ضمہ کو باقی رکھا تاکہ واؤ کے حذف کے بعد ضمہ پر ہی اکتفاء کافی ہے وہ اس لیے کہ ضمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے یہاں پر واؤ موجود تھی تو ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ واؤ کے موجود ہونے کا استدلال ابھی باقی ہے تو پس گویا کہ وہ واؤ بظاہر حذف ہوئی ہے حقیقتاً حذف نہیں ہوئی تو یہ گویا اس طرح سے ہوا کہ جس طرح مریض کا اشارہ اس کی نماز ادا کرنے کے لیے نماز کے ارکان کے قائم مقام ہے تو پس اس طرح کے ترک پر اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں ممکنہ مقدار تک کفایت موجود ہے اور تثنیہ میں فتحہ کے ساتھ کفایت غیر کافی ہے التباس کے پائے جانے کی وجہ سے تو

پس تثنیہ کا الف نون تاکید کے اتصال کے وقت حذف نہیں کیا گیا۔ اور لِیَضْرِبُنَّ میں بھی التقائے ساکنین کی وجہ سے ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے واؤ کو حذف کیا باقی تثنیہ کے صیغے میں نون ثقیلہ کو کسرہ دیا گیا اس وجہ سے کہ وہ الف تثنیہ کے بعد واقع تھا۔

اَلْاَلِفُ الْفَاصِلَةُ: اس الف فاصلہ پر ہونے والے سوال کا جواب یہ ہے کہ جمع مؤنث میں جمع مؤنث کا نون اور نون ثقیلہ کے درمیان الف برائے فاصلہ لائے اور نون جمع مؤنث کو حذف نہیں کیا اس لیے کہ وہ رفع کی علامت نہیں بلکہ وہ مؤنث کی علامت ضمیر ہے۔

قُلْنَا: اس عبارت کے غرض ایک سوال مقدار کا جواب دینا ہے اور وہ سوال مقدار یہ ہے کہ بجائے الف فاصلہ لانے تینوں نونات کا ادغام کر دیتے کیونکہ وہ ایک مثل سے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ بھی بخوبی جانتے ہیں مثلین یعنی دو ہم جنس حروف کا ادغام ثقیل ہوتا ہے تو جب دو سے زیادہ ہم جنس حروف اکٹھے ہو جائیں تو اس وقت ان کا ادغام کتنا ثقیل ہوگا تو اسی ثقل سے بچنے کی غرض سے الف برائے فاصلہ کو لائے اور وہ اپنے اخوین سے خفیف بھی ہے۔

النونات: سے مراد تین نون ہیں یعنی ایک نون ضمیر جمع اور دونوں جو کہ نون مشدد کی وجہ سے ہیں۔

فِي غَيْرِ حَدِّهٖ: اس میں نون خفیفہ کا دخول ممنوع قرار دیا اس لیے کہ اجتماع ساکنین علی حدہ یہ ہے کہ اول ساکن مدہ ہوا اور ثانی ساکن مدغم ہو جیسا کہ ولا الضالین اور علی غیر حدہ یہ ہے کہ ساکن ثانی تثنیہ یا جمع مؤنث سے ہو لیکن مدغم نہ ہوگا خفیفہ میں بخلاف نون ثقیلہ کے اس لیے نون ثقیلہ میں حرف ثانی مدغم ہوتا ہے پس اگر کہا جائے کہ لِیَضْرِبُوْا میں اجتماع ساکنین علی حدہ ہے اور وہ کلام میں جائز ہے۔ تو پھر واؤ کو حذف کیوں کیا گیا حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو حذف نہ کیا جائے جیسا کہ تثنیہ کا الف حذف نہیں کیا جاتا تو آپ کے سوال کا جواب یہ ہے میں کہتا ہوں کہ اجتماع ساکنین علی حدہ ایک ہی کلمہ میں جائز ہے جبکہ لِیَضْرِبُنَّ دو کلمے ہیں۔ اور اسی وجہ

سے اس کو کلام کہا گیا ہے۔ تو پس واؤ کو حذف کر دیا گیا پھر اگر یوں کہا جائے کہ لِيَضْرِبَانِّ میں بھی اجتماع ساکنین علی حدہ دو کلموں میں ہے اس کے باوجود وہ جائز ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ اصل یہ ہے کہ میں اس میں بھی جائز نہیں ہے مگر ہم نے التباس کے خوف کی ضرورۃ کی وجہ سے اس کو جائز قرار دے دیا۔

اَلتَّمَنِّيّ: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شی کی طلب کرنا محبت کے طریقے اور انداز سے۔

اَلَا تَضْرِبُنَّ: اس میں ہمزہ استفہام کا ہے جو کہ فعل منفی پر اس کو داخل کیا گیا حالانکہ اس کا حمل استفہام کی حقیقت پر ممتنع ہے اس لیے کہ مخاطب عدم ضرب کو پہچانتا ہے پس اس سے متعلق سوال کرنا یہ طلب حاصل ہی ہے۔ تو پس حال کے قرینہ سے اس سے مخاطب پر ایک عرض پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے اس کا طلب کرنا۔

بِالنَّهِيْ: نہی کے ساتھ مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک عدم فعل (فعل نہ کرنے یا نہ ہونے) پر دلالت کرتا ہے۔

اَلنَّهْيُ مثل الامر: نہی امر کی مثل ہے اس سے مراد یہ ہے کہ امر میں مقصود طلب ہوتی ہے اور نہی میں فعل سے رکنے کو طلب کیا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ امر کی طرح نہیں بھی مضارع ہی سے ماخوذ ہے اور اس میں امر ہی کی طرح حرکت، حرف علت اور نون جمع مؤنث کے علاوہ نون کو حذف کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے بھی دونوں میں ایک اعتبار سے طلب پائی جاتی ہے اور دونوں کے آخر میں نون تاکید لاحق کی جاتی ہے اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے وہ احکام جو اس پر متفرع ہوتے ہیں ان کی وجہ سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

بِالْإِجْمَاعِ: یہاں بالاجماع سے مراد ہے کہ بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک اور یہ اس لیے کہ نہی ایسا مضارع ہے کہ جس پر حرف جازم داخل ہوتا ہے جیسے کہ لم جحد پہ داخل ہوتا ہے اور مضارع معرب ہے اس میں اعراب کے بدل جانے کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے پس بے شک اس کے معرب ہونے مدار اس مشابہت تامہ پر ہے کہ جو حرف مضارعت پر مشتمل ہے اور وہ اس (نہی) میں موجود ہے اور حرف جازم کی وجہ سے

لام کلمہ کی حرکت کا زائل ہو جانا اس کے محل تغیر ہونے کی وجہ سے اور معرب ہونا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔

یَجِیُٔ الْمَجْهُوْلُ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ مذکورہ اشیاء میں سے یعنی ماضی، مضارع امر، نفی، نہی میں سے ہر ایک کی مجہول بھی آتی ہے۔ جیسے ماضی سے ضُرِبَ اور مضارع سے یُضْرَبُ مجہول آتا ہے۔ اب یہاں اس عبارت پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاعل کو ذکر کیوں نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے تو اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ کہ بعض کہتے ہیں کہ جہاں فاعل کے ذکر کو ترک کرنا مناسب ہوتا ہے تو وہاں پر فعل بعد فاعل کے ذکر سے استغناء کیا جاتا ہے اور یوں بھی کہا گیا ہے فاعل کو اس کے خسیس اور حقیر، ہونے کی وجہ سے اس کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا جیسے تو کہے شُتِمَ الْخَلِیْفَةُ یہاں پر شاتم کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ بعض کے نزدیک فاعل کو ذکر نہیں کیا جاتا اس وجہ سے کہ یا تو اس کی عظمت شان کی وجہ سے جیسے قُتِلَ الْجَانِی یہاں پر فاعل کا نام اس کی عظمت کی وجہ سے نہیں ذکر کیا گیا، یا پھر اس کی شہرت کی وجہ سے نام کو ذکر کرنے سے ترک کر دیا جاتا ہے۔ خُلِقَ الانسان ضعیفا پس خالق تو مشہور ہے جس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ایک ایسا فعل ہے جو اس کے علاوہ سے متصور نہیں کیا جا سکتا۔

بِصِیْغَةِ: صاحب مفتاح فرماتے ہیں صیغہ اس ہیئت کو کہتے ہیں کہ جو کلمہ کو گردان کے سبب سے حاصل ہوتی ہے یعنی کلمہ کو مختلف صورتوں میں پھیرنے سے جو شکل کلمہ کو حاصل ہوتی ہے اس کو صیغہ کہتے ہیں۔

اِسْنَادُا لِفِعْلِ: فعل مجہول میں فعل کا اسناد مفعول کی طرف کیا گیا ہے تاکہ فعل بغیر مسند الیہ کے باقی رہے پس اسی وجہ سے افعال متعدیہ کو مبنی للمفعول بنایا گیا ہے۔ اس لیے کہ اگر غیر متعدی کو مبنی للمفعول بنایا جائے اور فاعل کو نَسْیًا منسیًا کر دیا جائے تو وہ چیز باقی نہیں رہے گی کہ جس کی طرف اسناد کیا جائے۔

اِلَی الْمَفْعُوْلِ: فعل کے مفعول کی طرف اسناد کرنے کی وجہ سے ایک اعتراض یہ

ہوتا ہے کہ مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل کی ضد ہے تو پھر کیسے جائز ہوا کہ اس کو اس کے قائم مقام کیا جائے اور رفع دینا مرتفع ہو جائے تو اس کا ایک کمزور سا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ جائز ہے اس لیے کہ فعل کی دو طرفیں ہوتی ہیں ایک صادر ہونے کی طرف اور وہ فاعل ہے اور ایک واقع ہونے کی طرف اور وہ مفعول ہے۔ تو پس ان دونوں کے درمیان ظرفیت کے لحاظ سے مشابہت موجود ہے۔ تو پس صحیح ہے کہ مفعول کو فاعل کے قائم مقام کیا جائے۔ اور رفع دینا جائز ہے۔ اس لیے کہ فاعل کی فاعلیت اس کی طرف فعل کے اسناد کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے کسی چیز کے احداث کی وجہ سے ہے۔ پس زید زَیْدٌ مَاتَ میں فاعل ہے باوجود اس کے کہ اس سے کسی چیز کا حدوث نہیں ہوا بلکہ وہ تو معنی کے لحاظ سے مفعول ہے اس لیے کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ موت دی ہے، اس کی طرف اسناد کے پائے جانے کی وجہ سے۔ اور اسناد متحقق ضُرِبَ زَیْدٌ جیسی مثال میں تو پس ضروری ہے کہ فاعل کا مرفوع ہونا مرتفع ہو جائے۔

فُعِلَ: ماضی مجہول کو اس وزن پر جو لایا گیا اس لیے لایا گیا ہے کہ یہ وزن ان کو ضمہ سے کسرہ کی طرف جانے کے لیے ثقیل نہیں محسوس ہوتا جیسا کہ ان کے لیے کسرہ سے ضمہ کی طرف جانا ثقیل سمجھا جاتا ہے اور جو کسی جگہ پر آ گیا ہے تو وہ شاذ ہے۔ تو پس اسی وجہ سے یہ صیغہ غیر معقولہ ہے۔

السَّکَنَات: یہاں پر جو سکنات کا لفظ جمع کی صورت میں لایا ہے باوجود اس کے کہ سکون تو نہیں ہے مگر صرف دوسرے حرف کے ساتھ سجع بندی کرنے کی غرض سے لائے ہیں جو کہ الحرکات ہے حالانکہ فُعْلِلَ یا یُفْعَلُ میں تو صرف ایک ایک حرف ساکن ہے تو یہاں پر جمع کا لفظ صرف وزن کو برابر کرنے کے لیے لائے ہیں الحرکات کے کلمے کے ساتھ۔

اِلَّا فِي سَبْعَةِ اَبْوَابٍ: یہ کلام استثناء مفرغ پر مشتمل ہے کہ مزید فیہ کے ابواب میں سوائے سات ابواب کے ماضی مجہول صرف پہلے حرف کے ضمہ اور آخر سے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور جو باقی سات ابواب ہیں، ان میں مجہول صرف پہلے حرف کے ضمہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ کچھ اور زیادتی کے ساتھ مجہول لائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ

اوّل متحرک حرف کو ضمہ دیا جاتا ہے تو مصنف کے قول بضم اول کا متعلق محذوف ہے کہ جو کہ یہ ہے کہ یَجِیُٔ الْمَجْهُوْلُ بِضَمِّ الْاَوَّلِ الْمُتَحَرِّكِ الْوَاقِعِ فِي اَثْنَاءِ الْكَلِمَةِ مَعَ ضَمِّ اَوَّلِ الْحَرْفِ مِنَ الْكَلِمَةِ "ان ابواب میں مجہول کو اس متحرک حرف کے ضمہ کے ساتھ لایا جاتا ہے کہ جو کلمہ کے درمیان میں واقع ہے کلمہ میں حرف اول کو ضمہ دینے ساتھ۔

یَلْتَبِسَا: یہاں پر التباس کا خیال اس وجہ سے رکھا گیا اس لیے کہ فَعَّلَ سے مضارع مخاطب تُفَعِّلُ آتا ہے اور فَاعَلَ سے تُفَاعِلُ آتا ہے فا کلمہ کے فتحہ کے ساتھ پس اگر ماضی مجہول میں فاء کلمہ کو ضمہ نہ دیا جائے تو فَعَّلَ سے ماضی مجہول اور مضارع معروف کے درمیان التباس لازم آئے گا۔

ضُمَّ فِي الْخَمْسَةِ: یعنی باقی پانچ ابواب جو ہیں ان میں پہلے حرف کو ضمہ دیا جاتا ہے یعنی متحرک اول مفتوح جو کہ تاء ہے اِفْتَعَلَ اور اِسْتَفْعَلَ اور اِنْفَعَلَ میں میں فاء کو اور اِفْعَوْعَلَ، اِفْعَنْلَلَ میں عین کلمہ کو ضمہ دیا جاتا ہے۔

فِي الْوَقْفِ: یعنی وقف کی حالت میں مجہول کے اندر التباس کا خطرہ ہے امر اور ماضی میں باقی رہی یہ بات اس کو حالت وقف کے ساتھ مقید کیا گیا تو اس سے غرض غیر حالت وقف سے احتراز ہے۔ اس لیے کہ اس وقت اس میں کوئی التباس نہیں ہوتا حرکات کے ساتھ مکاں (مقام) کی پہچان ہو جانے کی وجہ سے پس اگر یوں کہا جائے کہ شروع کے ضمہ اور کسرہ سے معلوم ہو جاتا ہے لہٰذا التباس کا کوئی خطرہ نہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں ضمہ ہمزہ وصلی کے گرنے کے ساتھ ہی گر جاتا ہے تو اس وقت ایسی کوئی واضح فرق کرتے والی پہچان نہیں رہتی تو اس وجہ سے کسی فرق کرنے والی چیز کا ہونا ضروری ہے، تو اپنے قول "وافتعل بوصل الهمزة" کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

فَقِسْ: اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ افتعل میں التباس سے بچنے کے لیے تاء کو ضمہ دیا جائے گا، پس اسی طرح ہی انفعل میں فاء کو اور استفعل میں تاء اور افعوعل اور افعنلل میں بھی عین کو ضمہ دیا جائے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

فَصْلٌ فِي اِسْمِ الْفَاعِلِ

((وَهُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُضَارِعِ لِمَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَاشْتُقَّ مِنْهُ لِمُنَاسَبَتِهَا فِي الْوُقُوْعِ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ وَغَيْرِهِ وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِي عَلَى وَزْنِ فَاعِلٍ وَحُذِفَ عَلَامَةُ الْإِسْتِقْبَالِ مِنْ يَضْرِبُ فَاُدْخِلَ الْاَلِفُ لِخِفَّتِهَا بَيْنَ الْفَاءِ وَالْعَيْنِ لِاَنَّ فِي الْاَوَّلِ يَصِيْرُ مُشَابِهًا بِالْمُتَكَلِّمِ وَبِالتَّفْضِيْلِ وَكُسِرَ عَيْنُهُ لِاَنَّ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحِ يَصِيْرُ مُشَابِهًا بِمَاضِي الْمُفَاعَلَةِ وَبِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ يَثْقُلُ وَبِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ اَيْضًا يَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ بِاَمْرِ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَلٰكِنْ اَبْقٰى مَعَ ذَالِكَ لِلضَّرُوْرَةِ وَقِيْلَ اِخْتِيَارُ الْاِلْتِبَاسِ بِالْاَمْرِ اَوْلٰى لِاَنَّ الْاَمْرَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبَلِ وَاِسْمَ الْفَاعِلِ اَيْضًا مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبَلِ وَيَجِيْئُ عَلٰى وَزْنِ فَعِلٍ وَ فَعْلٍ وَفُعْلٍ وَفِعْلٍ وَفُعُلٍ وَفَعَالٍ وَفُعَالٍ وَ فَعْلَانِ وَاَفْعَلُ نَحْوُ فَرِقٍ وَ شَكْصٍ وَ صُلْبٍ وَ مِلْحٍ وَ جُنُبٍ وَ حَسَنٍ وَجَبَانٍ وَشُجَاعٍ وَعَطْشَانٍ وَاَحْوَلُ وَهُوَ يُخْتَصُّ بِبَابِ فَعِلَ اِلَّا سِتَّةً يَجِيْئُ مِنْ بَابِ فَعُلَ نَحْوُ اَحْمَقَ وَاَخْرَقَ وَآدَمَ وَاَرْعَنَ وَاَسْمَ وَاَعْجَفَ وَزَادَ الْاَصْمَعِي الْاَعْجَمَ وَقَالَ الْفَرَّاءُ يَجِيْئُ اَحْمَقُ مِنْ حَمِقَ وَهُوَ فِي لُغَةِ حَمُقَ وَكَذَالِكَ يَجِيْئُ خَرِقَ وَسَمِرَ وَعَجِفَ اَعْنِي فَعِلَ لُغَةٌ فِيْهِنَّ وَيَجِيْئُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ الْفَاعِلُ مِنَ الثُّلَاثِي غَيْرِ مَزِيْدٍ فِيْهِ مِمَّا لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ وَلَا يَجِيْئُ مِنَ الْمَزِيْدِ فِيْهِ لِعَدَمِ اِمْكَانِ مُحَافَظَةِ جَمِيْعِ حُرُوْفِهِ فِي اَفْعَلَ وَلَا يَجِيْئُ مِنْ لَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِاَنَّ فِيْهِمَا يَجِيْئُ اَفْعَلُ لِلصِّفَةِ فَيَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ وَلَا يَجِيْئُ لِتَفْضِيْلِ الْمَفْعُوْلِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِتَفْضِيْلِ الْفَاعِلِ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ لَمْ يُجْعَلْ عَلَى الْعَكْسِ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ

الْإِلْتِبَاسُ قُلْنَا جَعْلُهٗ لِلْفَاعِلِ اَوْلٰی لِاَنَّ الْفَاعِلَ مَقْصُوْدٌ وَالْمَفْعُوْلُ فُضْلَةٌ وَاَيْضًا يُمْكِنُ التَّعْمِيْمُ فِي الْفَاعِلِ دُوْنَ الْمَفْعُوْلِ وَنَحْوُ اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْيَيْنِ لِتَفْضِيْلِ الْمَفْعُوْلِ وَنَحْوُ اَعْطَاهُمْ وَاَوْلَاهُمْ مِنَ الزَّوَائِدِ وَاَحْمَقُ مِنْ هَبَنَّقَةٍ مِنَ الْعُيُوْبِ شَاذٌّ وَيَجِيْءُ الْفَاعِلُ عَلَی الْفَعِيْلِ نَحْوُ نَصِيْرٌ وَقَدْ يَسْتَوِي فِيْهِ الْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ اِذَا كَانَ بِمَعْنٰی مَفْعُوْلٍ نَحْوُ قَتِيْلٍ وَجَرِيْحٍ فَرْقًا بَيْنَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ اِلَّا اِذَا جُعِلَتِ الْكَلِمَةُ مِنْ اَعْدَادِ الْاَسْمَاءِ نَحْوُ ذَبِيْحَةٌ وَ لَقِيْطَةٌ وَقَدْ يُشَبَّهُ بِهٖ مَا هُوَ بِمَعْنٰی فَاعِلٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ وَيَجِيْءُ عَلٰی فَعُوْلٍ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ مَنُوْعٌ، وَيَسْتَوِي فِيْهِ الْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ اِذَا كَانَ بِمَعْنٰی فَاعِلٍ نَحْوُ اِمْرَاَةٌ صَبُوْرٌ وَيُقَالُ فِي الْمَفْعُوْلِ نَاقَةٌ حَلُوْبَةٌ وَاُعْطِيَ الْاِسْتِوَاءُ فِي فَعِيْلٍ لِلْمَفْعُوْلِ وَفِي فَعُوْلٍ لِلْفَاعِلِ طَلَبًا لِلْعَدْلِ وَيَجِيْءُ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ صَبَّارٌ سَيْفٌ مِجْزَمٌ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْاٰلَةِ وَبَيْنَ مُبَالَغَةِ الْفَاعِلِ وَفِسِّيْقٌ وَكُبَّارٌ وَطُوَّالٌ وَعَلَّامَةٌ وَ نَسَّابَةٌ وَرَوَّايَةٌ وَفَرُوْقَةٌ وَضُحَكَةٌ وَمِجْزَامَةٌ وَمِسْقَامٌ وَمِعْطِيْرٌ وَيَسْتَوِي الْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ فِي التِّسْعَةِ الْاَخِيْرَةِ لِقِلَّتِهِنَّ اَمَّا قَوْلُهُمْ مِسْكِيْنَةٌ فَمَحْمُوْلَةٌ عَلٰی فَقِيْرَةٍ كَمَا قَالُوْا هِيَ عَدُوَّةُ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ يَدْخُلِ التَّاءُ فِي فَعُوْلٍ الَّذِيْ لِلْفَاعِلِ حَمْلًا عَلٰی مَعْنٰی صَدِيْقَةٍ لِاَنَّهٗ نَقِيْضُهٗ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰی صِيْغَةِ الْمُسْتَقْبَلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ مُكْرِمٌ وَاخْتِيْرَ الْمِيْمُ لِتَعَذُّرِ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَقُرْبِ الْمِيْمِ مِنَ الْوَاوِ فِي كَوْنِهِمَا شَفَوِيَّةً وَضَمَّ الْمِيْمُ لِلْفَرْقِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَوْضِعِ وَنَحْوُ مُسْهَبٍ لِلْفَاعِلِ عَلٰی صِيْغَةِ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَسْهَبَ وَيَافِعٌ مِنْ اَيْفَعَ شَاذٌّ وَيُبْنٰی مَا قَبْلَ تَاءِ التَّانِيْثِ عَلَی الْفَتْحِ فِي ضَارِبَةٍ لِاَنَّهٗ صَارَ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ كَمَا فِي نُوْنِ

التَّاكِيْدِ وَيَاءِ النِّسْبَةِ وَعَلَى الْفَتْحِ لِلْخِفَّةِ))

فصل اسم فاعل کے بیان میں

''اسم فاعل وہ اسم ہے کہ جو مضارع سے بنایا جاتا ہے اس شخص کے لیے کہ جس کے ساتھ فعل قائم ہوتا ہے بمعنی حدوث کے۔ اور اس کو (اسم فاعل کو) مضارع سے اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اس مناسبت کی وجہ سے کہ جو کہ مضارع سے اس لیے بنایا گیا ہے اس کی اس مناسبت کی وجہ سے کہ جو کہ مضارع اور اسم فاعل کے درمیان ہے نکرہ کی اور اس کے علاوہ کی صفت واقع ہونے کی وجہ سے، اور ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ ''فاعل'' کے وزن پر آتا ہے اور یَضْرِبُ سے استقبال (مضارع) کی علامت کو حذف کر دیا گیا ہے تو فاء اور عین کلمے کے درمیان الف کو اس کے خفیف ہونے کی وجہ داخل کر دیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے شروع الف کو داخل کرنے سے وہ متکلم اور تفصیل کے مشابہہ ہو جاتا اور اس کے عین کلمہ کو کسرہ دے دیا گیا اس لیے کہ فتحہ لگا دینے کی وجہ سے وہ مفاعلہ کی ماضی کے مشابہہ ہو جاتا اور ضمہ لگا دینے کی وجہ سے وہ ثقیل ہو جاتا اور کسرہ لگانے کی وجہ سے بھی باب مفاعلہ کے امر کے ساتھ التباس لازم تو آتا ہے لیکن اس کو باوجود اس کے ضرورت کی وجہ سے باقی رکھا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امر کے ساتھ التباس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اس لیے کہ امر مستقبل سے بنایا گیا ہے اور اسم فاعل بھی مستقبل سے ہی بنایا گیا ہے اور ثلاثی مجرد سے اسم فاعل فَعِلٌ، فَعْلٌ، فُعُلٌ، فِعْلٌ، فُعُلٌ، فَعَالٌ فُعَالٌ اور فَعْلَانٌ اور اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے جیسے فَرِق، شَكِصٌ، صُلُبٌ، مِلْحٌ، جُنُبٌ، حَسَنٌ، جَبَانٌ، شُجَاعٌ، عَطْشَانٌ اور اَحْوَلُ وغیرہ اور وہ فَعِلَ کے باب کے ساتھ خاص ہے مگر چھ اس کے علاوہ ہیں۔ وہ فَعُلَ کے باب سے آتے ہیں جیسے اَحْمَق، اَخْرَق، آدم، اَرْعَن، اَسْمَر، اَعْجَف اور اصمعی ایک کا اضافہ کیا ہے کہ اَلْاَعْجَمُ بھی

شامل ہے اور فرّاء نے کہا ہے کہ اَحْمَق حَمِقَ سے آتا ہے حالانکہ وہ تو حَمُقَ ہے ایک لغت میں اور اسی طرح ہی خَرِق، سَمِرَ، عَجِفَ یعنی فَعِلَ ان کے اندر ایک لغت ہے۔ اور اسم فاعل تفضیل (اسم تفضیل) غیر ثلاثی مزید فیہ (ثلاثی مجرد) سے اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے ان ابواب سے کہ جن میں نون اور عیب کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ اور ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفصیل تمام حروف کی حفاظت کے ممکن نہ ہوسکنے کی وجہ سے نہیں آتا۔ اور نہ ہی لون اور عیب سے اسم تفضیل آتا ہے اس لیے کہ ان دونوں اَفْعَلُ صفت کے لیے آتا ہے۔ اگر ان سے اسم تفضیل لایا جائے تو التباس لازم آئے گا۔ اور نہ ہی مفعول کا تفضیل آتا ہے تاکہ فاعل کی تفضیل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس کے برعکس کیوں نہیں بنایا گیا تاکہ التباس لازم نہ آتا۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں اس کو فاعل کے لیے بنانا زیادہ اولیٰ ہے اس لیے کہ فاعل مقصود ہے جبکہ مفعول فضلہ (زائد) ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ فاعل میں تعیم ممکن ہے نہ کہ مفعول میں اور وہ نَحَيِيْن والی سے بھی زیادی مشغول ہے۔ مفعول کی تفصیل کی وجہ سے اور جیسے اعطاهم اور اولاهم زوائد سے ہیں۔ جیسے اَحْمَقُ مِنَ الْهَبَنَّقَةِ یعنی هبنقه سے زیادہ احمق یہ عیوب سے ہے اور شاذ ہے اور اسم فاعل فعیل کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے نَصِيْرٌ اور کبھی اس مذکر اور مؤنث برابر ہوتا ہے جبکہ وہ مفعول کے معنیٰ میں ہو جیسے قَتِيْلٌ اور جَرِيْحٌ (مقتول اور زخمی) فرق کرتے ہوئے فاعل اور مفعول کے درمیان مگر یہ کہ جب کلمہ اسمائے عدد میں سے ہو جیسے ذَبِيْحَةٌ اور لَقِيْطَةٌ اور کبھی وہ اس چیز کے مشابہ ہوتا ہے کہ جو فاعل کے ہم معنیٰ ہو۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور کبھی یہ فَعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے مبالغہ کی غرض سے جیسے مَنُوْعُ اور اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں جبکہ وہ فاعل کے معنیٰ میں ہوں جیسے اِمْرَأَةٌ صَبُوْرٌ اور مفعول کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے جیسے نَاقَةٌ حُلُوْبَةٌ

اور جو فعیل بمعنی مفعول کے ہو تو اس میں مذکر مؤنث کو برابر رکھا جاتا ہے اور جو فعول فاعل کے معنی میں ہو عدل کو طلب کرنے کی غرض سے اور اسم فاعل مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے صَبَّارٌ اور سَيْفٌ مَجْزَمٌ اور وہ اسم آلہ اور فاعل کے مبالغہ کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور فِسِّيقٍ، كُبَّار، طُوَّال، عَلَّامَة، نَسَّابة رَوَّايَة، فروقة، ضُحَكة، مجزامة، مِسْقَامٌ، مِعْطِيرٌ ان مذکورہ اسماء میں سے آخری آٹھ میں ان کے قلت استعمال کی وجہ سے مذکر اور مؤنث برابر ہوتا ہے۔ جبکہ اہل صرف کا قول مِسْكِيْنَة پس وہ فقیرہ پر محمول ہے جیسے کہ انہوں نے کہا ہے هي عدوة الله (حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ عدو الله ہوتا) اگرچہ اس فعول پر جو کہ فاعل کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو صديقة کے معنی پر محمول کرتے ہوئے تا آخر میں داخل نہ کی گئی ہو اس کے لیے کہ اس کی نقیض اور اسم فاعل کا صیغہ غیر ثلاثی سے مستقبل کے صیغے کے وزن پر آتا ہے، میم مضمومہ اور آخر سے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ جیسے مُكْرِمٌ اور میں کو چنا گیا حروف علت کے متعذر اور میم کے واؤ سے قریب ہونے کی وجہ سے شفوی ہونے میں، اور میم کو ضمہ دیا گیا اسم فاعل اور اسم ظرف کے مابین فرق پیدا کرنے کے لیے اور مُسْهَب فاعل کے لیے استعمال ہوتا ہے مفعول کے صیغہ پر اور یہ اسهب بنایا گیا ہے اور یافع کو ایفع سے بنایا گیا ہے یعنی یہ اسم تفضیل کے معنیٰ میں لیے گئے ہیں۔ اور یہ شاذ ہیں۔ اور ضَارِبَةٌ میں تائے تانیث کے ماقبل کو مبنی برفتحہ بنایا گیا ہے اس لیے وہ بمنزل درمیان کلمہ کے ہو گیا جیسا کہ نون تاکید اور یائے نسبت اور اس کو مبنی برفتحہ خفت (تخفیف) کی غرض سے بنایا گیا ہے۔

تشریح: وَهُوَ اِسْمٌ: مصنف رحمہ اللہ کی عبارت میں اسم بمنزل جنس کے ہے جو کہ تمام اسماء کو شامل ہے۔ اور اس کے بعد مصنف کا قول مشتق من المضارع یہ بمنزل فصل کے ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اسماء جو اس (مضارع) سے مشتق نہیں ہوتے وہ نکل گئے اور مصنف کے قول لمن قام به الفعل کی وجہ سے اسم فاعل، اسم آلہ، اسم زمان اور

مکان نکل گئے اور مزید یہ بھی بعض کی طرف سے کہا گیا ہے کہ اسم تفضیل بھی خارج ہو گیا اور اس کے قول بمعنی الحدوث سے صفت مشبہ خارج ہو گئی اس لیے کہ اس کی وضع ثبوت اور دوم پر ہے نہ کہ حدوث پر۔

مُشْتَقٌّ: اس عبارت سے غرض اس فاعل سے احتراز کرنا ہے کہ جس کی طرف فعل کا اسناد کیا جائے اس لیے اس کا نام اسم فاعل نہیں رکھا جاتا کیونکہ اس کا نام مشتق ہونے کی وجہ سے نہیں رکھا جاتا۔

وَزْنِ فَاعِل: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے کہ اسم فاعل کو فاعل کے وزن پر بنایا گیا ہے اور اس کے اشتقاق کا طریقہ یہ ہے کہ جب مضارع سے اسم فاعل کو بنانے کا ارادہ کیا جائے تو اسم فاعل اور مضارع کے درمیان فرق کرنے کی غرض سے علامت مضارع کو حذف کیا جائے فرق کو حذف کے ساتھ سے خاص کر دیا گیا ہے اس لیے کہ کوئی حرف زائد کرنے سے بہت سے زائد حروف کا اکٹھا ہونا لازم آتا ہے۔ اور علامہ مضارع کو حذف کے لیے خاص کر لیا گیا یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ زائدہ ہے اور زائدہ زیادہ حقدار ہے۔ اس بات کا کہ اس کو حذف کیا جائے۔

وَحُذِفَ: اس حذف سے مراد مطلقاً یا ہمیشہ حذف کرنا مراد نہیں بلکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حرف مضارعہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ کبھی اسم فاعل فعول کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے صبور اور فعیل کے وزن پر بھی جیسے کَرِیْمٌ، رَحِیْمٌ اور اس قید کو اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ عنقریب ان دونوں اوزان کا ذکر کیا جائے گا۔ •

لِخِفَّتِهَا: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے کہ اسم فاعل میں تخفیف کی غرض سے الف کو داخل کیا گیا اس لیے کہ زیادہ کرنے کے لیے زیادہ حق دار حروف علت ہیں۔ اس وجہ سے جو کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ مگر یہ کہ الف زیادہ خفیف ہے پس یہاں اسی کو چن لیا گیا۔

یَصِیْرُ: اس سے غرض یہ بتانا ہے کہ اگر الف کو شروع میں لائے تو واحد متکلم مضارع اور اسم تفضیل کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی گویا کہ وہی کلمہ ہو جاتا اس لیے کہ جب الف کو شروع میں لاتے تو اَضْرَبُ ہو جاتا تو پس اسم فاعل متکلم کا اپنے متعلق خبر دینے

کے مشابہہ ہو جاتا یا اپنے متعلق فضیلت کو بیان کرنے کے مشابہہ ہو جاتا حالت وقف کی صورت میں۔

كَسرَ عَيْنُهُ: اس عبارت کو لانے سے غرض یہ ہے کہ اسم فاعل بناتے وقت عین کلمہ کو کسرہ دیا جاتا ہے اگر چہ عین کلمہ مفتوح یا مضموم ہو جیسے يَفْتَحُ سے فَاتِحٌ، يَقْتُلُ سے قَاتِلٌ۔

بِمَاضِي الْمُفَاعَلَة: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے کہ اگر عین کلمہ کو فتحہ دے دیا جائے تو وہ باب مفاعلہ کی ماضی کے مشابہ ہو جائے گا۔ اس لیے باب مفاعلہ کی ماضی فاعل کے وزن پر آتی ہے، عین کلمے کو فتحہ دینے کی وجہ سے پس اگر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل میں عین کلمے کو فتحہ دے دیا جائے تو اس صورت میں التباس لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے۔

بِتَقْدِيرِ الضَّمَّه: اس عبارت سے غرض ضمہ دینے کی صورت جو خرابی لازم آتی ہے اس کو بیان کرنا ہے کہ اسم فاعل میں عین کلمہ کو ضمہ نہیں دیا اس لیے کہ ضمہ ثقیل ہے جبکہ کلام میں اصل بات یہ ہے کہ تخفیف ہونی چاہیے نہ کہ کلام کو ثقیل بنانا چاہیے۔

بامر باب مفاعله: ان الفاظ کو اس لیے لائے کہ باب مفاعلہ کا امر مخاطب کا صیغہ مشابہ ہوتا ہے اسم فاعل کے ساتھ جب اسم فاعل حالت وقف میں ہو تو کسرہ اس لیے نہیں دیا گیا۔

لٰكِنْ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ جب اسم فاعل میں عین کلمے کو کسرہ دینے سے اسم فاعل اور باب مفاعلہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے تو پھر کسرہ کو کیسے جائز قرار دیا تو اس کا جواب یہ دیا کہ اگر چہ واقعتاً یہ خرابی اور التباس لازم آتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو کسرہ پر ہی باقی رکھا گیا ایک ضرورت شدیدہ کی وجہ سے کیونکہ اس کے بغیر کوچارہ کار ہی نہیں اس لیے کہ حرکتیں صرف تین ہی ہیں ان کے علاوہ کوئی حرکت ہی نہیں جو لائی جائے۔

يَجِئُ عَلٰى وَزْنِ فَعِلٍ: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ مصنف نے صفت مشبہ کو الگ فصل کے ساتھ ذکر نہیں کیا بلکہ اس کو اسم فاعل ہی میں ضمناً ذکر کر دیا ہے ثلاثی مجرد

سے مشابہت تامہ ہونے کی وجہ سے اسم فاعل اور صفت مشبہ کے درمیان گویا کہ وہ اسی سے ہے اور صفت مشبہ کو ثلاثی مزید فیہ کے اسم فاعل پر مقدم کیا اس وجہ سے ثلاثی مزید فیہ سے صفت مشبہ نہیں آتی۔

وَهُوَ يُخْتَصُّ :اس عبارت سے اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ اسم فاعل جو **اَفْعَلَ** کے وزن پر آتا ہے وہ **فَعِلَ** کے باب سے ہی آتا ہے یعنی باب **سَمِعَ، يَسْمَعُ** سے ہی آتا ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے باب سے نہیں آتا۔

اَحْمَقُ :یہ حمق سے ہے جس کا معنیٰ ہے تھوڑی عقل والا ہونا۔

اَلْاَعْجَمَ : اعجم اسے کہتے ہیں کہ جو بات کرنے کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فصیح نہ ہواور اپنی بات کو بیان نہ کرسکتا ہو اگر چہ وہ اہل عرب سے ہواور یہ بھی کہا گیا ہے اعجم اسے کہتے ہیں کہ جس کی زبان میں عجمہ (ابہام کو واضح نہ کرتا) ہو اگر چہ وہ اس میں فصیح ہو۔

مِنَ الْمَزِيْدِ فِيْهِ :یہاں سے یہ بات بتانا چاہتے ہیں اسم تفصیل جو ہے وہ غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید فیہ سے نہیں آتا اس لیے اس حروف زائدہ کی پہلے بھی کثرت ہوتی ہے۔ اور پھر اسم تفصیل بنانے سے مزید اضافہ کرنا پڑے گا، باقی اس کے علاوہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل نہ آنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں یا اس وجہ سے نہیں آتا اس لیے کہ اسم تفضیل ثلاثی ہے، اس کے شروع میں ہمزہ زیادہ کیا گیا تا کہ اس کا وزن **اَفْعَلُ** ہو جائے پس اگر کوئی کلمہ چار حرفی ہو یا اس سے حروف پر مشتمل ہو جب اس کے شروع میں ہمزہ کو زیادہ کیا جائے گا، تو وہ **اَفْعَلُ** کے وزن سے نکل جائے گا، تو پس یہی وہ خاص وجہ ہے کہ جس کی وجہ سے اسم تفضیل ثلاثی مجرد کے علاوہ کسی سے نہیں آتا۔

مُحَافَظَةً :ان الفاظ سے یہ بات باور کرانا چاہتے ہیں کہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل کے نہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے حروف کے بہت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے تمام حروف کی حفاظت نہیں ہو سکے گی جب اس سے کوئی حرف بھی حذف نہ کیا جائے اور اگر حروف زائدہ کو حذف کر دیا جائے تو پھر میں کہتا ہوں کہ وہ **اُسْتُخْرِجَ** سے

اَخْرَجُ آئے گا، جو کہ ثلاثی مجرد کے ساتھ التباس کہلائے گا۔ یعنی اس سے یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس اَخْرَجُ سب سے زیادہ نکلنا مراد ہے یا سب سے زیادہ نکالنا مراد ہے۔

وَلَا یَجِیٔ من لون: اس عبارت سے یہ بات بتانا مقصود ہے کہ جن مصادر سے لون (رنگ) کے معنیٰ نکلتے ہیں ان سے عموماً اسم تفضیل نہیں آتا ہاں اگر لون و عیب کی آپس میں ایک دوسرے سے زیادتی کو بیان کرنا مقصود ہو یا ثلاثی مزید فیہ کے ابواب کی زیادتی کو بیان کرنا ہو تو پھر اس مصدر کے شروع میں ہی اَشَدُّ کے لفظ کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے اَشَدُّ حُمْرَةً یعنی بہت زیادہ سرخ اَشَدُّ بَیَاضًا (بہت زیادہ سفید) جیسے اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا، اَشَدُّ، اِحْتِرَامًا، اَشَدُّ اِکْرَامًا۔

عَیْب: عیب کے متعلق علمائے صرف کی رائے یہ ہے کہ اس سے اسم تفضیل قیاس کا تقاضا تو یہ نہیں آتا خواہ وہ عیب ظاہری ہو یا باطنی ہو اور جو باطنی عیوب سے اسم تفضیل اگر کسی جگہ آیا بھی ہے جیسے اَجْهَل، اَحْمَق اور اَضَلُّ تو پس وہ غیر قیاسی ہے تو پس مذکورہ بناء پر عیب کو مقید کرنا ظاہر کے ساتھ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ علامہ زمخشری، صاحب لباب اور مصنف رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے اَحْمَقُ کو شواذ سے ہونا قرار دیا ہے یعنی احمق کا استعمال جو ہوا ہے وہ شاذ ہے باوجود اس کے وہ باطنی عیوب سے ہے۔

فَیَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ: اس سے غرض یہ بتانا ہے کہ لون و عیب سے اسم تفضیل اس وجہ سے نہیں آتا کہ یہ صفت کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو اگر ان سے اسم تفضیل لایا جائے تو پھر صفت مشبہ اور اسم تفضیل کے درمیان التباس لازم آئے گا جو کہ درست نہیں یعنی یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ غیر صفت کا اسم تفضیل ہے یا صفت مشبہ کا اسم تفضیل چونکہ وزن دونوں کا ایک ہی ہوگا۔

وَلَا یَجِیٔ لِتَفْضِیْلِ الْمَفْعُوْلِ: اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ اسم تفضیل میں فاعل کی فضیلت اور برتری کو اس کے غیر ظاہر کیا جاتا ہے نہ کہ مفعول کی فضیلت اور برتری کو اس کے غیر کے مقابلے میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ فضیلت یا برتری اس

شخص کے لیے ہوتی ہے کہ جس میں کسی چیز یا فعل کی تاثیر زیادہ پائی جاتی ہو اور کسی فعل میں موثر جو ہوتا ہے وہ فاعل ہی ہوتا ہے نہ کہ مفعول ہوتا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ فاعل وہ ہے کہ جس سے فعل صادر ہو جب کہ مفعول کا فعل میں کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خود اپنے اندر فعل کے اثر کو قبول کرتا ہے کہ جو اثر فاعل کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے ورنہ اس کو بھی کمی یا زیادتی کی صفت کے ساتھ موصوف کیا جاتا۔ تو پس نہیں کہا جائے گا زَیْدٌ اَضْرَبُ مِنْ عَمْرٍو اس معنیٰ کے لحاظ سے کہ ضرب (مار) جو پڑی ہے وہ زید پر پڑی ہے یعنی یہاں زید کو فاعل نہیں بلکہ مفعول مانیں کہ زید عمرو کے مقابلے میں زیادہ مارا ہوا ہے حالانکہ اس عبارت کا حقیقی معنیٰ تو یہ ہے زید عمرو سے زیادہ مارنے والا ہے اس لیے کہ زید اس عبارت میں فاعل ہے، یعنی زید سے جو مار صادر ہوئی ہے وہ عمرو کے مقابلے میں زیادتی ہوئی ہے۔

اَلْعَکْسِ: اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ آپ کے برعکس کرنے کے بجائے فاعل کے مفعول سے اسم تفضیل کو لاتے۔

لِاَنَّ الْفَاعِلَ مَقْصُوْدٌ: ان الفاظ سے غرض اسم فاعل کی تفضیل لانے کی وجہ بتا رہے کہ اسم فاعل سے تفضیل اس لیے لائے ہیں کہ کلام میں فاعل ہی مقصود ہوتا ہے اس لیے کہ کوئی بھی کلام ہو وہ فاعل کے بغیر پوری یا مکمل نہیں ہوتی تو اسی سے تفضیل لانا اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے اولیٰ ہے۔

فُضْلَۃٌ: اس لفظ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کلام عربی کے اندر مفعول کو فضلہ یعنی زائد تصور کیا جاتا ہے، اس لیے کہ کلام تو اس کے بغیر ہی پوری ہو جاتی ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ اور تَرَکَ عَمْرٌو اس وجہ سے مفعول کا حذف کرنا جائز ہے نہ کہ فاعل کا۔ جیسے فرمان ہے "وَمِنْهُمْ مِنْ کلم اللہ ای کلمہ اللہ" یہاں پر ۂ ضمیر جو کہ مفعول تھی وہ حذف کر دی گئی ہے اور دوسری وجہ اس کے فضلہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ یہ فعل لازم سے نہیں آتا مگر حرف جر کے واسطہ سے۔

اَیْضًا یُمْکِنُ: اس عبارت سے یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ فاعل سے اسم تفضیل

بنانا ممکن ہے یعنی اگر اسم تفضیل کو فاعلیت کے معنیٰ میں استعمال کیا جائے یہ ممکن ہے اور عام ہے کہ وہ فعل متعدی ہو یا لازم ہو تمام سے لایا جا سکتا ہے اگر چہ اسم تفضیل کو مفعول کے معنی میں لیا بھی جائے تو افعال لازمہ تفضیل کے بغیر رہ جائیں گے۔

ذَاتُ النِّحْيَيْنِ: اَلنِّحْيَيْنِ یہ تثنیہ ہے اور اس کا واحد ہے اَلنِّحِیُ اور اس کی جمع اَلنِّحَا آتی ہے۔ اور اس کا مطلب ہے گھی کی مشک اور یہ اَلنِّحْيَيْنِ کا لفظ ایک مشہور ومعروف مثل میں استعمال ہوتا ہے جیسے "اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْيَيْنِ" درحقیقت یہ مثل اس طرح مشہور ہوئی کہ ایک عورت تھی جو بنی تمیم جو کہ ثعلب کی شاخ ہے۔ اس سے تعلق رکھتی تھی وہ ایک دفعہ بازار عکاظ میں حاضر ہوئی اور وہ بازار مکہ کے قریب ہے اور اس عورت کے پاس گھی کے دو مشک تھے۔ تو اس کو خولہ بن جبیر الانصاری لے گئی اپنے خالو کے مکان کی طرف تاکہ اس سے گھی خرید لے تو اس نے ان دو مشکوں میں سے ایک کو کھولا اور اس کو چکھا اور واپس کر دیا تو اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر بند کر دیا اور پھر دوسرے کو کھولا اور اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جیسا کہ پہلے کے ساتھ کیا اور اس نے اپنا دوسرا ہاتھ دوسرے مشکیزے کے منہ پر رکھ کر اس کو محفوظ کیا تو اس کے دونوں ہاتھوں کے مشغول ہونے کی صورت میں وہ مرد اس کے ساتھ جماع کرنے لگا اور وہ اپنے ہاتھوں کے مصروف ہونے کی وجہ سے اس کو ہٹانے پر قادر نہ تھی گویا اس نے گھی کو بچایا اور اپنی عزت گنوا بیٹھی تو اس پر مقولہ مشہور ہو گیا کہ وہ اس عورت سے بھی زیادہ مشغول ہے"

هَبَنَّقَةُ: یہ لقب ہے ایک ایسے آدمی کا کہ جس کو "ذو قلادہ" یعنی قلادے والا کہا جاتا تھا اور اس کا نام یزید ابن ثوران تھا جو کہ قیس بن ثعلبہ کا دادا تھا اور وہ حماقت کی ضرب المثل میں مشہور تھا، اس کی تمام تر حماقت کا حاصل یہ تھا کہ وہ اپنی گردن میں قلادہ ڈالے رکھتا تھا جو کہ مختلف رنگوں کے چیتھڑوں یا دھاگوں سے بنا ہوا ہوتا تھا، جب اس سے پوچھا گیا کہ تو یہ قلادہ اپنی گردن میں کیوں لٹکائے ہوئے ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں اس کو اپنی گردن میں اس لیے لٹکائے رکھتا ہوں تاکہ میں لوگوں میں اپنے

آپ کو پہچان لوں تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اس کے بھائی نے رات کے وقت اس کا قلادہ چرالیا اور اس کو اپنی گردن میں ڈال لیا تو جب صبح ہوئی تو یزید بن ثوران نے اپنے بھائی کو دیکھا کہ اس نے وہ قلادہ اپنی گردن میں لٹکایا ہوا ہے، تو پس وہ ہنسا اور اس نے بھائی سے کہا کہ اے میرے بھائی کیا تو نے قلادہ کو چرالیا مجھ سے۔ پس پھر تو تو میں ہوا تو پھر میں کون ہوا۔ اب باقی رہی یہ بات کہ یہ مثال یہاں پر کس مقصد کے لیے لائی گئی تو اس کا حاصل یہ ہے کہ درحقیقت یہ مثال جواب ہے ایک سوال مقدر کا وہ سوال یہ کہ آپ نے کہا کہ لون اور عیب سے اسم تفضیل نہیں آتا۔ تو اس دعویٰ کو رد کرنے کے لیے یہ مثال لائی گئی ہے۔

وَقَدْ يَسْتَوِيْ: یہاں سے یہ بات بتائی جارہی ہے کہ مُفَصَّل میں ذکر کیا گیا ہے کہ فعیل میں مذکر اور مؤنث بمعنی مفعول کے برابر ہوتے ہیں جب تک یہ اسم پر بولے جائیں اس کے صفت واقع ہونے کی وجہ سے یا حال یا مبتداء کی خبر یا کان اور اس کے اخوات کی خبر یا ان اور اس کے اخوات کی خبر یا علمت اور اس کے اخوات کا مفعول ثانی ہو جیسے آپ کہیں گے مَرَرْتُ بِامْرَأَةٍ قَتِيْلٍ وَرَأَيْتُ هٰذَا قَتِيْلًا طَرِيْحًا فِي الطَّرِيْقِ وَهٰذِهِ الْمَرْأَةُ قَتِيْلٌ بَنِي فُلَانٍ وَكَانَتْ هِنْدٌ قَتِيْلًا وَإِنَّ هِنْدًا لَقَتِيْلٌ وَعَلِمْتُ هِنْدًا قَتِيْلًا اور جب یہ اسم پر نہ بولا جائے تو پس یہ اس وقت لازم کر دیتا ہے تاء زائدہ کے داخل کرنے کو التباس سے بچنے کی غرض سے۔ جیسے کہ آپ کہیں "رَأَيْتُ قَتِيْلَةً فِي الطَّرِيْقِ وَمَرَرْتُ بِقَتِيْلَةِ بَنِيْ فُلَانٍ"

إِذَا كَانَ بِمَعْنَى مَفْعُوْلٍ: اس عبارت سے مقصود یہ بات بتانا ہے کہ جب اسم صفت مشبہ اسم فاعل کے معنیٰ میں ہو تو مؤنث میں ھاء داخل کی جائے گی جیسے کریم، کریمة بخلاف اس کے کہ جب بمعنی مفعول کے ہو تو اس وقت ھاء داخل نہیں کی جائے گی۔ صفت مشبہ کے اسم فاعل اور مفعول کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فرق کرنے کی غرض سے۔ مگر جب اسمائے اعداد میں سے کسی کلمہ کو اسم مفعول کے معنیٰ میں لایا جائے تو اس وقت مؤنث میں ھاء داخل ہوگی جیسے النطحة اور الذبیحة.

فَرْقًا بَیْنَ الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلِ: اس عبارت میں فرق رکھنے کی بات اس لیے کی گئی ہے کہ اصل عدم استواء یعنی برابری کا نہ ہوتا ہے۔ تو یہ حق فاعل کو دیا گیا جو کہ اصل ہے۔

اِلَّآ اِذَا جُعِلَتِ الْکَلِمَةُ: یعنی الفعیل (صفت مشبہ کا کلمہ) جو کہ مفعول کے معنیٰ میں ہو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں۔ مگر جب فعیل کے کلمے کو اسمائے اعداد کے معنیٰ میں لیا جائے تو اس وقت مذکر اور مؤنث میں برابری نہیں ہوتی۔ اسمیت کے غلبہ کی وجہ سے جیسے بَقَرٌ ذَبِیْحٌ وَنَاقَةٌ ذَبِیْحَةٌ وَرَجُلٌ لَقِیْطٌ وَامْرَأَةٌ لَقِیْطَةٌ.

مِنْ اَعْدَادِ الْاَسْمَاءِ: کلمہ کا اسمائے اعداد سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسمائے اعداد میں وصفیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا گویا کہ وہ کسی چیز کا نام ہے جیسے جامد چیزوں کے نام جیسے ناقة ذبیحة پس ذبیح کا لفظ کثرت کے ساتھ اس اسم (نام) کے لیے استعمال ہوتا ہے، کہ جو کہ ذبح کیا جاتا ہے بکری اور اونٹ سے تو اسمیت غالب ہوگئی پس وہ ایسے ہوگیا کہ گویا اس کی کوئی وصف ہے ہی نہیں پس اسی وجہ سے اس میں مذکر اور مؤنث برابر نہیں ہوتے بلکہ تاء کے ساتھ فرق پیدا کیا جاتا ہے جیسا کہ تمام اسماء میں برابری نہیں ہوتی۔

مَا هُوَ بِمَعْنَی فَاعِلٍ: اس عبارت سے قبل جو بات بتائی گئی کہ کبھی صفت مشبہ تاء کے داخل نہ ہونے کی وجہ سے مفعول کے مشابہ ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے اندر مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قتیل بمعنی مقتول تو پس اس وقت مؤنث میں تاء کو لاحق نہیں کیا جاتا۔

قَرِیْبٌ: یہ مثال اس لیے دی گئی ہے کہ کبھی صیغہ فعیل بمعنی مفعول کے بھی آ جاتا ہے بغیر تاء پس اگر قریب لفظ بغیر تاء کے اس پر محمول نہ ہوتا تو پھر ضروری ہے کہ اس کو تاء کے ساتھ ہی کہا جائے۔

لِلْمُبَالَغَة: یہاں مبالغہ سے مراد کثرت کا ہونا اور اصل فعل کا بار بار ہونا یا تکرار کے ساتھ ہونا۔

مَنُوْعٌ: یہ منع یعنی روکنے کے منع میں ہے، یعنی روکنے میں مبالغہ کرنا۔

بمعنی فاعل: یعنی جب فعول بمعنی فاعل کے ہو تو مذکر اور مؤنث میں برابر ہوگی

لیکن یہ مطلقاً نہیں جب اس کا موصوف مذکور ہو اور جب موصوف مذکور نہ ہوگا تو پھر اس میں برابری نہیں ہوگی تاکہ مذکر اور مؤنث میں التباس واقع نہ ہو۔

صُبُور: یعنی بہت زیادہ صبر کرنے والی اور صبر سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کو جزع فزع سے روکنا۔

یُقَالُ: یہاں سے غرض یہ بتانا ہے کہ اگر فعول بمعنی مفعول کے ہوتو پھر موصوف کے ساتھ مطابقت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے نَاقَةٌ حَلُوْبَةٌ اور جب فعول بمعنی فاعل کے ہو اور اس سے غرض عدل کو طلب کرنا ہو تو اس وقت بھی برابری کی جائے گی حَلُوْبَةٌ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

طَلَبًا لِلْعَدْل: سے مراد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان انصاف کو قائم کرنے کے لیے تاکہ ان دونوں میں سے ایک کے لیے تو استواء ہو اور دوسرے کے لیے عدم استواء ہو اور اس کا عکس (الٹ) نہ ہو اس لیے کہ فعول میں ثقل ہے اس کے ضمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور فاعل کثیر الاستعمال ہے اپنے تمام افعال میں جاری ہونے کی وجہ سے اور اس میں خفت مطلوب ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ استواء میں خفت ہے۔ تو پس وہ خفت اسی کو دے دی گئی جو کہ کثیر الاستعمال ہے۔

لِقِلَّتِهِنَّ: کتاب کے متن میں جو اوزان ذکر کیے گئے ہیں، ان میں سے آخری نو جو ہیں وہ قلیل الاستعمال ہیں تو ان کے مذکر اور مؤنث میں فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

اما قولهم: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مسکین ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس میں مذکر اور مؤنث کا استواء نہیں ہوسکتا بلکہ کہا جائے مؤنث میں امراةٌ مِسْكِيْنَةٌ باوجود اس کے کہ وہ معطیر کے وزن پر ہے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسکینة یہ فقیرہ پر محمول ہے مزید یہ کہا گیا ہے کہ اہل صرف نے مسکینة پر تاء کو داخل کیا ہے مِفْعِيْلًا کے وزن پر ہونے کے باوجود فَقِيْرَةٌ پر محمول کرتے ہوئے اس لیے کہ وہ معنیٰ میں اس کی نظیر ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کو فقیرہ پر کس وجہ سے محمول کیا گیا تو اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ اس کی نقیض ہے یعنی ضد ہے اس لیے کہ فقیر اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس ادنیٰ سی چیز ہو جبکہ مسکین اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور بعض کے نزدیک ان دونوں کا معنیٰ مذکورہ معنیٰ کے برعکس ہے، بہر حال دونوں معنوں کی صورت میں یا دونوں اقوال کی صورت میں ان دونوں کے درمیان تضاد ثابت ہوتا ہے اور اہل صرف کی عادات میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ضد کا حمل ضد پر ہی کرتے ہیں۔

صدیقة: یہ صدقة سے ماخوذ ہے بمعنیٰ خِلّة (دوستی) جیسے کہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ صَدِیْقٌ اور اَلْاُنْثٰی صدیقة ای حبیبة.

اُخْتِیْرَ: سے میم کے زیادہ کرنے کے متعلق بتا رہے ہیں کہ تمام حروف زائدہ سے صرف میم ہی کو چنا گیا ہے۔

لِتَعَذُّرِ: یہاں سے میم کے علاوہ حروف علت کے استعمال کی وجہ سے مشکل پیش آنے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ حروف علت میں کسی حرف کو زیادہ کرنے کی وجہ سے ہمیں کوئی نہ کوئی مشکل اور پریشانی ضرور درپیش آتی تھی تو اس وجہ سے الف کو شروع میں لاتے تو اس ابتداء ناممکن تھی اور اگر واؤ کو لاتے تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ واؤ شروع میں زائد نہیں کی جاتی اور اگر یاء کو زائد کرتے تو وہ التباس کی طرف پہنچا دیتی کہ جو مضارع کے ساتھ ملا دیتا اس لیے کہ وہ اس تکرار تک پہنچا دیتی کہ جو بے فائدہ تھا اور ایسا کرنا حکمت کے خلاف ہے۔

ضُمَّ الْمِیْمُ: ثلاثی مزید فیہ میں اسم فاعل کے شروع کلمہ میں دینے اور دوسرے حروف سے احتراز کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ کسرہ دینے سے کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے کہ وہاں کسرہ کی کوئی ضرورت یا مجال نہیں تھی۔ اس لیے وہ حرف جو اس کے حرف مضارعہ قائم مقام بنایا گیا ہے یا تو وہ مضموم ہے جیسا کہ رباعیات میں گزرا یا مفتوح ہے جیسا کہ خماسیات اور سداسیات میں گذرا۔ تو پس یہی صورت تھی کہ اس کو یا تو ضمہ دیا جائے یا فتحہ دیا جائے تو پس فرق پیدا کرنے کے لیے ضمہ کو اختیار کر لیا اور فتحہ کو چھوڑ دیا گیا۔

لِلْفَرْقِ :ان الفاظ سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فرق کرنا ہی مقصود تھا تو پھر فتحہ ہی دے دیتے شروع میں ضمہ کو چن لیا۔تو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں ضمہ کو چن کر فتحہ کو چھوڑ دیا گیا اس لیے کہ اگر فتحہ کو چن لیتے تو پھر اس کا التباس ان مقامات کے ساتھ آتا کہ جن کے شروع میں فتحہ اور آ کر سے ماقبل میں کسرہ ہے، جیسے اَلْمَنْسِكُ وَالْمَجْزِرُ وَالْمَنْبِتُ، تو پس اس فاعل کو ضمہ ہی دیا گیا ایسے کلمات سے فرق پیدا کرنے کے لیے۔

اَلْمَوْضِع :عبارت میں اَلْمَوْضِعُ کا لفظ مطلقاً مکان کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ اس مراد ظرف ہے جو کہ ثلاثی مجرد میں یَفْعِلُ سے بنایا تو وہ مَفْعِلٌ نہ کے وزن پر ہی آتا ہے۔

اَیْفَعَ :یہ باب افعال سے ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے اَیْفَعَ الْغَلام اَیْ اِرْتَفَعَ اور اس مراد اسم فاعل یافع ہے اس کو مُوْقِع نہیں کیا جائے گا اگرچہ باب افعال سے ہے اس لیے کہ وہ نادر ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل ہے شروع میم مضموم اور عین مفتوحہ کے ساتھ اور یافع جو ہے وہ بھی غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل ہے بغیر میم کی زیادتی کے حالانکہ یہ جواب شاذ ہے۔

وَيُبْنٰى مَاقَبْلَ التَّاءِ: جب مصنف رحمہ اللہ صیغہ مبنی للفاعل مذکر کی طویل بحث سے فارغ ہوئے تو اب وہ مبنی للفاعل مؤنث کی بحث میں شروع ہوتے ہیں، پس اس کی بناء میں فرق صرف اتنا ہے کہ اسم فاعل مذکر کے صیغہ میں آخر میں تاء برائے تانیث کو لاحق کر کے اس تاء کے ماقبل کو فتحہ دے دیتے ہیں، جیسے فَاعِلٌ سے فَاعِلَةٌ یوں ضَارِبَةٌ۔

مشکل الفاظ کے معانی:

قَامَ بمعنی حَصَلَ یعنی حاصل ہوا ہو۔ لخفتها اس کی تخفیف کی غرض سے۔ جبان تنگ دل ہونا۔ شجاع بہادر ہونا۔ عطشان پیاسا ہونا۔ اَحْوَل بھینگا ہونا۔ احمق کم عقل ہونا۔ اخرق یہ خرق بمعنی کپڑے ٹکڑے کرنا۔ آدم گندم گوں ہونا۔ یہ الادمة سے ہے۔ اَرْعَنْ طیش اور غصے والا ہونا۔ اَسْمَر گندم گوں ہونا۔ اعجف کمزور

ہونا۔ الاعجم گونگا ہونا۔ التعمیم بغیر کسی قید کے ہونا۔ ذات النحیین گھی دو مشکوں والا۔ اَلْهَبَنَّقَة بیوقوف ہونا۔ ذبیحہ ذبح کیا ہوا جانور۔ لقیطۃ گری پڑی عورت۔ طُوَّال بہت لمبا۔ عَلَّامة بہت علم والا۔ نَسَّابَہ نسب کی وجہ سے مشہور۔ روایة بہت روایت کرنے والا۔ فروقة بہت فرق والا۔ ضحکة بہت ہنسنے والا۔ مجزامه محبت کو جلدی ختم کرنے والا۔ مسقام بہت کمزوری والا۔ معطیر بہت عطر والا۔ مسکینة بغیر مال و دولت کے ہونا۔ فقیرہ بہت کم مال والا ہونا۔ عدوة دشمن۔ تعذر مشکل ہونا۔ شفویة ہونٹ سے ادا ہونے والے۔ مسهب تیز رفتار گھوڑا۔

فَصْلٌ فِی اِسْمِ الْمَفْعُوْلِ

((وَهُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يُفْعَلُ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِي يَجِيُّ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ نَحْوُ مَضْرُوْبٌ وَهُوَ مُشْتَقٌّ مَنْ يُضْرَبُ لِمُنَاسَبَةِ بَيْنَهُمَا فَاِنْ قِيْلَ لِمَ اُدْخِلَ الْمِيْمُ مَقَامَ الزَّوَائِدِ قُلْنَا لِتَعَذُّرِ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فَصَارَ مُضْرَبًا ثُمَّ فُتِحَ الْمِيْمُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِمَفْعُوْلِ الْاِفْعَالِ فَصَارَ مَضْرَبًا ثُمَّ ضُمَّ الرَّاءُ حَتّٰى لَايَلْتَبِسَ بِالْمَوْضِعِ فَصَارَ مَضْرُبًا ثُمَّ اُشْبِعَتِ الضَّمَّةُ لِاِنْعِدَامِ مَفْعُلٍ فِي كَلَامِهِمْ بِغَيْرِ التَّاءِ فَصَارَ مَضْرُوْبًا وَغُيِّرَ مَفْعُوْلٌ مِنَ الثُّلَاثِي دُوْنَ مَفْعُوْلِ سَائِرِ الْاَفْعَالِ وَالْمَوْضِعِ حَتّٰى يَصِيْرَ مُشَابِهًا فِي التَّغَيُّرِ بِاِسْمِ الْفَاعِلِ اَعْنِي غُيِّرَ الْفَاعِلُ مِنْ يَفْعَلُ وَيَفْعُلُ اِلٰى فَاعِلٍ وَالْقِيَاسُ فَاعَلٌ وَفَاعُلٌ فَغُيِّرَ الْمَفْعُوْلُ اَيْضًا لِلْمُوَاخَاتِ بَيْنَهُمَا وَصِيغَتُهُ مِنْ غَيْرِ الثُّلَاثِي عَلٰى صِيغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ مِثْلُ مُسْتَخْرَجٌ))

فصل اسم مفعول کے بیان میں

''اسم مفعول وہ اسم ہے کہ جو يُفْعَلُ یعنی مضارع مجہول سے نکالا (بنایا) جاتا

ہے۔ اس شخص کے لیے کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَضْرُوْبٌ اور وہ یُضْرَبُ سے بنایا گیا ہے ان دونوں (اسم مفعول اور مضارع مجہول) کے درمیان مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے۔ پس اگر یوں پوچھا جائے کہ حروف زائد کی جگہ پر میم کو زائد کیوں کیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یوں کہیں گے یعنی اس کا یہ جواب ہے کہ حروف علت کے متعذر ہو جانے کی وجہ سے تو یہ یُضْرَبُ سے مُضْرَبٌ ہو گیا پھر میم کو فتحہ اس لیے دیا گیا تا کہ باب اِفْعَال کے مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو جائے تو یہ مَضْرَبٌ ہو گیا پر راء کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ ظرف کے ساتھ التباس نہ ہو جائے تو مَضْرُبًا ہو گیا پھر اہل صرف کی کلام میں مَفْعُلٌ کا کلمہ بغیر تاء کے نہ ہونے کی وجہ سے راء کے ضمہ کا اشباع کیا گیا تو اس سے واؤ پیدا ہو گیا۔ تو مَضْرُوْبٌ ہو گیا صرف ثلاثی مجرد سے مفعول میں تبدیلی کی گئی نہ کہ تمام افعال کے مفعول اور ظرف میں تا کہ وہ تبدیلی میں اسم فاعل کے مشابہ ہو جائے یعنی اس فاعل میں تبدیلی کی گئی کہ جو یَفْعَلُ اور یَفْعُلُ سے اسم فاعل بنایا گیا۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ یَفْعَلُ سے اسم فاعل فَاعَلٌ اور یَفْعُلٌ سے فَاعُلٌ آتا تو اسی وجہ سے اسم مفعول میں بھی ان دونوں کے درمیان بھائی چارے (تعلق) کی وجہ سے تبدیلی کی گئی اور اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم فاعل کے وزن پر ہی آتا ہے، آخر سے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مُسْتَخْرَجٌ۔

تشریح: مُشْتَقٌّ یہ بمنزل جنس کے لیے ہے جو کہ تمام اسمائے مشتقات کو شامل ہے اور مصنف کا قول مِنْ یُفْعَلُ یہ بمنزل قید کے ہے اس سے اسم فاعل نکل جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مضارع معلوم سے مشتق ہوتا ہے۔ اور لِمَنْ وَقَعَ عَلَیْهِ الْفِعْلُ کی قید سے اسم مکان، زمان اور آلہ نکل گئے اگرچہ اسم فاعل پہلی قید سے نہیں نکلا لیکن اس کے ساتھ نکل گیا لیکن اس کے نکلنے اسناد اس کی طرف کیا گیا اس کے مقدم (پہلے آنے) کی وجہ سے اور ہر قید کسی شے نکالنے کے لیے مستقل ہے۔

مِنْ يُفْعَلُ :اس سے مراد مضارع مجہول ہے، جس کو مبنی للمفعول بھی کہا جاتا ہے۔
اَلْفِعْلُ :اس قید سے تمام ظروف خارج ہو گئے اس لیے وہ اس چیز کے لیے مشتق ہوتے (نکالے، بنائے جاتے) ہیں کہ جن میں فعل واقع ہوتا ہے۔
عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ :اَیْ غالبًا یعنی ثلاثی مجرد سے اسم مفعول اکثر اوقات مفعول کے وزن پر ہی آتا ہے، اس لیے کہ کبھی مفعول فَعِیْلٌ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے جَرِیْحٌ اور قِیْلٌ بمعنی مجروح اور مَقْتُوْلٌ کے بولے جاتے ہیں۔
بَیْنَهُمَا :ان دونوں کے درمیان سے مراد یہ ہے کہ اسم مفعول اور فعل مجہول حرکات، سکنات اور تعداد حروف میں برابر ہیں۔ اس لیے کہ مَضْرُوْبٌ کی اصل مُضْرَبٌ ہے۔ پھر مذکورہ التباس کی وجہ سے تبدیلی پیدا کی گئی اور بَیْنَهُمَا سے مراد یہ بھی لیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے دونوں اس مفعول کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں کہ جن کا فاعل معلوم نہیں ہوتا یعنی ان دونوں کا اسناد مفعول مالم یسم فاعلہ کی طرف ہوتا ہے تو اس وجہ سے ان دونوں کے درمیان ایک تعلق پایا جاتا ہے۔
اَلزَّوَائِد :ان زوائد سے مراد وہ حروف علت زائدہ ہیں کہ جو فعل مضارع مجہول کے شروع میں تھے اور ان کو حذف کر کے میم کو داخل کر دیا گیا۔
فَصَارَ :یعنی حرف مضارعہ کو حذف کرنے کے بعد اور اس کی جگہ میم کو داخل کرنے اور اس کو حرکت فتحہ دینے کے بعد یہ مَضْرَبٌ ہو گیا۔ یعنی میم اور آخر سے ماقبل کو فتحہ دینے کے بعد مَضْرَبٌ ہو گیا۔
بِالْمَوْضِع :اس سے مراد ثلاثی مجرد سے آنے والے اسم ظرف کے صیغے ہیں جو کہ يَفْعَلُ اور يَفْعُلُ سے بنائے جاتے ہیں۔
اُشْبِعَتِ الضَّمَّةُ :سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو ادا کرتے ہوئے ذرا لمبا کیا گیا تو اس سے واؤ پیدا ہو تو اسی کو اشباع کہا گیا ہے۔
بِغَيْرِ التَّاءِ :ان الفاظ کا ذکر کر کے مَفْعُلَةٌ سے احتراز کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ ان کی کلام میں متروک نہیں ہے۔ مقبرة، مشرقفة اور مشربة کے آنے کی وجہ سے......

مُشَابِهًا الخ: جب مصنف نے اس بات کی طرف توجہ کی ثلاثی کے مفعول میں تبدیلی تمام افعال اور ظرف کے علاوہ سے کی گئی ہے۔ التباس سے بچنے کے لیے تو اس پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ التباس سے بچنے کے لیے تبدیلی اس کے برعکس بھی کی جا سکتی ہے کہ اسم مفعول کو چھوڑ کر اس کے علاوہ میں تبدیلی کر دی دے تاکہ التباس سے بچا جا سکے تو آپ نے اسم مفعول کو تبدیلی کے لیے خاص کیوں کر لیا تو اس اعتراض سے بچنے کے لیے مصنف نے **یَصِیْرُ مشابها الخ** کے الفاظ کہہ کر اس اعتراض سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ تبدیلی جو اسم مفعول کے اندر کی گئی ہے وہ تبدیلی کیا گیا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مفعول کے عین کلمہ کو مضارع مجہول کی حرکت علاوہ کوئی اور حرکت (فتحہ) دی گئی اس وجہ سے **یُضْرَبُ** مفتوح العین ہے جبکہ **مَضْرُوْبٌ** مضموم العین ہے۔

فَغُيِّرَ الْمَفْعُوْلُ: اس عبارت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ مفعول میں تبدیلی کی گئی باقی رہی یہ بات کہ مفعول میں تبدیلی کیوں کی گئی تو اس کا حاصل یہ ہے کہ **موافقہ اور مشاکلۃ** کی وجہ سے کہ دونوں فعل مضارع ہی سے مشتق ہیں۔

لِلْمُوَاخَاتِ بَيْنَهُمَا: مؤاخات کا لفظی اور لغوی معنیٰ تو ہے بھائی چارہ مگر یہاں پر مراد ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے درمیان پایا جانے والا تعلق کہ یہ دونوں ثلاثی ہیں، اور ثلاثی کے مضارع سے مشتق ہوتے ہیں اور فعل کی دونوں طرفیں ان دونوں میں پائی جاتی ہیں یعنی ان میں سے ایک طرف صدور اور دوسرے میں طرف وقوع پائی جاتی ہے تو اس تعلق کو مؤاخات سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بِفَتْحِ مَا قبل الآخِرِ: یعنی آخر سے ماقبل کو فتحہ دیا گیا اسم مفعول میں اس لیے کہ اسم مفعول اور اسم ظرف تمام ابواب منشعبۃ (ثلاثی مزید فیہ) سے ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں مگر یہ کہ لیکن اسم فاعل دوسروں کے درمیان فرق پیدا کرنے کے آخر سے ماقبل کو فتح دے دیا جاتا ہے۔

مُسْتَخْرَجٌ: اس مثال کو اس لیے لائے ہیں کہ یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ آخر سے ماقبل کو فتح دے دیتے ہیں تو اس مراد اسم مفعول ہے جس میں یہ فتحہ دیا جاتا ہے اور مثال

سے اس کے مصداق کو ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کا آخر سے ماقبل اس حالت میں ہوتا ہے، دوسری یہ بات کہ اسم مفعول فعل مضارع مجہول سے بنایا جاتا ہے تو یہاں بھی یہ بات تصور کی جا سکتی ہے فعل مضارع مجہول کی طرح اس میں بھی آخر سے ماقبل کو فتحہ دے دیا جاتا ہے اور آخر سے ماقبل پر فتحہ لانے کی غرض اور مقصد اسم فاعل اور اسم فاعل جو کہ غیر ثلاثی مجرد سے ہوں ان دونوں کے درمیان فرق پیدا کرنے کے لیے لائے ہیں اس لیے کہ غیر ثلاثی مجرد کے اسم فاعل کا آخر سے ماقبل مکسور ہوتا ہے۔ جیسے مُسْتَخْرِجٌ اسم فاعل ہے اور مُسْتَخْرَجٌ اسم مفعول ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

اشبعت اشباع کیا گیا، حرکت کو لمبا کیا گیا۔ لِانْعِدَامِ نہ ہونے کی وجہ سے۔ بالموضع رکھنے کی جگہ مراد اسم ظرف ہے۔ المؤاخات بھائی چارہ، تعلق۔ مُسْتَخْرَجٌ نکالا ہوا۔

فَصْلٌ فِي اِسْمَيِ الْمَكَانِ وَالزَّمَانِ

((اِسْمُ الْمَكَانِ هُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعَلُ لِمَكَانٍ وَقَعَ فِيْهِ الْفِعْلُ فَزِيْدَتِ الْمِيْمُ كَمَا فِي الْمَفْعُوْلِ لِمُنَاسَبَةٍ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَزِدِ الْوَاوُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِهٖ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ بَابِ يَفْعَلُ مَفْعَلٌ كَالْمَذْهَبِ اِلَّا مِنَ الْمِثَالِ فَاِنَّهٗ مِنْهُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ نَحْوُ الْمَوْجِلِ حَتّٰى لَا يُظَنَّ اَنَّ وَزْنَهٗ كَانَ فَوْعَلًا مِثْلُ جَوْرَبَ وَلَا يُظَنُّ فِي الْكَسْرِ لِاَنَّ فَوْعَلًا لَا يُوْجَدُ فِي كَلَامِهِمْ وَمِنْ بَابِ يَفْعِلُ مَفْعِلٌ اِلَّا مِنَ النَّاقِصِ فَاِنَّه مِنْهُ يَجِئُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ نَحو مَرْمًى فِرَارًا عَنِ تَوَالِي الْكَسْرَاتِ وَلَا يُبْنٰى مِنْ يَفْعُلُ مَفْعُلٌ لِثِقْلِ الضَّمَّةِ فَقُسِمَ مَوْضِعُهٗ بَيْنَ مَفْعِلٌ وَمَفْعَلٌ وَاُعْطِيَ لِلْمَفْعِلِ اَحَدَ عَشَرَ اِسْمًا نَحْوُ الْمَنْسِكِ وَالْمَجْزِرِ وَالْمَنْبِتِ وَالْمَطْلِعِ وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ الْمَرْفِقِ وَالْمَسْقِطِ وَالْمَسْكِنِ وَالْمَسْجِدِ

وَالْمَفْرِقِ وَالْبَاقِي لِلْمَفْعَلِ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَاسْمُ الزَّمَانِ مِثْلُ الْمَكَانِ نَحْوُ مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ))

فصل اسم مکان اور اسم زمان کے بیان میں

اسم مکان وہ اسم کہ جو مضارع سے مشتق کیا (نکالا) جاتا ہے، اس مکان (جگہ) کے لیے کہ جس میں وہ فعل واقع ہوا ہو پس اس میں (مضارع میں) میم کو زیادہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اسم مفعول میں زیادہ کیا جاتا ہے ان دونوں یعنی مفعول اور ظرف مکان کے درمیان مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے اور واؤ کو زیادہ نہیں کیا جاتا تا کہ اسم مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو جائے اور اس (اسم مکان) کا صیغہ یَفْعَلُ کے باب سے مَفْعَلٌ آتا ہے، جیسے مَذْهَبٌ مگر مثال سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَوْجِلٌ تا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس وزن فَوْعَلٌ تھا جَوْرَبٌ کی طرح اور نہ کسرہ کی حالت میں گمان کیا جائے اس لیے کہ فَوْعَلٌ اہل صرف کی کلام میں نہیں پایا جاتا اور یَفْعِلُ کے باب سے اسم مکان مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے مگر ناقص سے اسم ظرف مکان عین کے فتحہ کے ساتھ آتا ہے، جیسے مَرْمًى پے در پے کسرات سے بچنے کی وجہ سے اور یَفْعُلُ کے باب سے اسم مکان مَفْعُلٌ نہیں بنایا جاتا ضمہ کی وجہ سے ثقل سے بچنے کی غرض سے پس یَفْعُلُ کے ظرف مکان کو مَفْعِلٌ اور مَفْعُلٌ کے درمیان تقسیم کر دیا گیا اور مَفْعِلٌ کے کل گیارہ اسماء ہیں جیسے مَنْسِكٌ، مَجْزِرٌ، مَنْبِتٌ، مَطْلِعٌ، مَشْرِقٌ، مَغْرِبٌ، مَرْفِقٌ، مَسْقِطٌ، مَسْكِنٌ، مَسْكِنٌ، اور مَفْرِقٌ اور باقی مَفْعَلٌ کے وزن کے ساتھ خاص ہیں، یعنی مَفْعَلٌ کے وزن پر ہی آتے ہیں فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے اور اسم زمان اسم مکان ہی کی طرح ہے جیسے مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ.

تشریح: مُشْتَقٌّ: یہاں مشتق کے لفظ کو ذکر کر کے احتراز کیا ہے، اس سے کہ جو فعل مضارع سے مشتق نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ اس کے صیغہ کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔

یَفْعِلُ: اس سے مراد فعل مضارع معلوم کا صیغہ واحد مذکر غائب ہی سے یہ فقط فعل

مضارع معلوم ہی سے مشتق ہوتا ہے، مضارع مجہول سے نہیں کہ جس طرح اسم مفعول مضارع مجہول سے مشتق ہوتا ہے، اگرچہ مناسبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کو مفعولیت (مجہول) سے مشتق کیا جائے وہ اس لیے کہ جب اسم فاعل اسم ذات ہے نہ کہ اسم معنیٰ تو وہ فعل والا عمل نہیں کرے گا، تو پس اس کی وضع مطلق ہوگی یعنی عمل کے ملاحظہ کی حیثیت سے نہیں پس اس کو اسی سے مشتق کیا گیا جو کہ اصل ہے اور وہ اصل معلوم ہی ہے اور اسم فاعل کو معلوم کے معین کر دیا گیا اور اسم مفعول کو مجہول کے لیے ان دونوں کے عمل کے اعتبار سے۔

لِمَكَانٍ: اس لفظ کی قید سے ظرف زمان نکل گیا اس لیے کہ وہ زمانے کے لیے مشتق ہوتا ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول سے بھی احتراز حاصل ہو گیا ذرا غور وفکر اور سوچ وبچار کرنے کے ساتھ۔

فَزِيْدَتِ الْمِيْمُ: یہاں یہ بات بتائی جارہی کہ جس طرح مفعول کے شروع میں میم زیادہ کی گئی تھی اسی طرح یہاں بھی ظرف بناتے وقت شروع میں میم کو زیادہ کیا گیا ہے۔ لیکن مفعول کی طرح ظرف میں واؤ کو زیادہ نہیں کیا گیا کیونکہ مفعول میں واؤ کسی غرض صحیح کے لیے زیادہ کی گئی تھی جبکہ یہاں وہ غرض مفقود ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ظرف مَفْعِلٌ یا مَفْعَلٌ دونوں اوزان سے آتا ہے جبکہ مَفْعُلٌ یعنی عین کے ضمہ کے ساتھ نہیں ہوتا، کیونکہ مَفْعُلٌ کے وزن پر کوئی ظرف اہل صرف کی کلام میں نہیں ہے۔

بَيْنَهُمَا: اس سے مراد یہ ہے کہ اسم مکان اور اسم مفعول فعل کے واقع ہونے کے لحاظ سے آپس میں مناسبت ہے وہ اس طرح کہ مفعول میں فعل کا وقوع مفعول پر ہی ہوتا ہے اور اسم مکان میں فعل کا مرفوع اس مکان کے اندر ہی ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا (ظرف مکان) نام مفعول فیہ رکھا گیا ہے۔

لَمْ یزد الواو: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور سوال مقدر یہ ہے کہ ظرف میں بھی واؤ کو زیادہ کیا جاتا جس طرح کہ مفعول میں مشابہت کی رعایت رکھی گئی ہے، تو اس کا جواب یہ دیا کہ التباس سے بچنے کی وجہ سے واؤ کو زیادہ نہیں کیا گیا۔

مَفْعَلٌ :یہاں جو مَفْعَلٌ ظرف بنایا گیا ہے یعنی عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ تو وہ اس وجہ سے کہ اس کے مضارع میں عین کلمہ مفتوح تھا، جس سے یہ مشتق ہوا ہے۔

بِفَتْحِ الْعَيْنِ :یہاں بفتح العین سے مراد یہ ہے ناقص سے اسم ظرف ہمیشہ مَفْعَلٌ کے وزن پر ہی آئے گا خواہ ناقص کا مضارع جس سے اسم ظرف بنایا جائے وہ مفتوح العین یا مکسور العین ہو یا مضموم العین ہو تو ہر ایک سے اسم ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر ہی آئے گا۔ ہر ایک سے ظرف کی مثال يَفْعِلُ (يَرْمِي) سے مَرْمًى يَفْعَلُ (يَسْعَى) سے مسعى اور يَفْعُلُ (يَدْعُو) سے مَدْعًا ان تینوں صورتوں میں فتحہ کے ساتھ ظرف ہے اگر اس کے عین کلمہ کو کسرہ دے دیا جائے ان دونوں کے درمیان موافقة یا مطابقت کی اتباع کرتے ہوئے تو توالی کسرات لازم آئے گا اور لزوم کی وضاحت یہ ہے کہ یاء بمنزل دو کسروں کے ہے اور وہ میم کہ جس کا ماقبل مکسور ہے۔ تو پس جب ان کو یہ علم ہوا کہ عین کلمہ کو کسرہ دینے کی وجہ سے توالی کسرات لازم آئے گا تو انہوں نے عین کلمہ کو فتحہ دے کر اس خراب سے بچاؤ اختیار کیا باوجود فتحہ کے خفیف ہونے کے اور معتل فاء اور معتل لام دونوں کا حکم ناقص کے حکم ہی کی طرح ہے، جیسے آپ کہیں گے يقي سے مَوْقًى اسی طرح معتل العین اور لام میں طویٰ یطوی سے مَطْوًى۔

باقی اس کے علاوہ صاحب شافیہ نے اسم مکان اور زمان ان ابواب سے کہ جن کا مضارع مفتوح العین یا مضمون العین ہو اور ناقص سے مطلقاً خواہ ناقص واوی ہو یا یائی ہو۔ مَفْعَلٌ کے وزن پر آئے گا جیسے مَشْرَبٌ، مَقْتَلٌ، مَسْعًى، مَدْعًى اور ان کے مضارع مکسور سے اور مثال سے مطلقاً (واوی ہو یا یائی ہو) مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَضْرِبٌ، مَوْعِدٌ، مَوْجِلٌ، مَوْجِدٌ، يَجِدُ سے ایک لغت میں عین کے ضمہ کے ساتھ بھی ہے کہ اس سے بھی مَفْعِلٌ کے وزن پر آئے گا۔

لِثِقْلِ الضَّمَّةِ :ان الفاظ سے یہ بتانا مقصود ہے اسم ظرف مضارع مضارع مضموم العین سے مَفْعُلٌ کے وزن پر نہیں بنایا گیا ضمہ کے ثقل کی وجہ سے چونکہ جب ضمہ میں ثقل موجود ہے جس کلمہ پر داخل ہوگا تو اس کو بھی ثقیل کر دے گا تو اسی وجہ سے انہوں نے اس کو

اپنی کلام میں چھوڑ دیا ہے۔

مَفْعِلٌ یعنی اسم ظرف کسرہ کے ساتھ (مَفْعِلٌ)کو مقدم کیا بیان کرنے میں تقسیم کے بعد اس لیے کہ اس کو چونکہ مضبوط محصور دیا گیا ہے، بخلاف مَفْعَلٌ کے کیونکہ وہ محصور نہیں ہے، اور طریق کار اور طرز گویا کہ ایسے ہے کہ جس طرح اعراب تقدیری کو اعراب لفظی پر مقدم کیا جاتا ہے۔

اَلْمَنْسِكُ: اس مقام یا جگہ کو کہتے ہیں کہ جس میں نسائك کو ذبح کیا جائے اور نسائك جمع ہے النسیکة کی اور اس کو ذبیحہ کہتے ہیں۔

اَلْمَسْقِطُ: کسی شئے کے گرنے کی جگہ کو کہتے ہیں، جیسے کہ بچے کے ماں سے گرنے کی جگہ۔

اَلْمَسْجِد: اس گھر کا نام ہے کہ جس کو فرض نماز کی ادائیگی کے لیے بنایا اور مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں سجدہ کیا جائے یا نہ کیا جائے یا سجدوں کی جگہ کو کہتے ہیں، پُر مسجد جیم کے فتحہ کے ساتھ ہے نہ کہ اس طرح کہ جس طرح اس کو سیبویہ نے ذکر کیا ہے۔

مِثْلُ الْمَكَانِ: یعنی مذکورہ تفصیل ہی کی طرح ہے بغیر کسی تفاوت یعنی زیادتی کے اور اس کے صیغہ جات ثلاثی اور غیر ثلاثی افعال میں متحد ہیں اور مقام اور قرینہ کے لحاظ سے پہچان لیے جاتے ہیں۔

نحو مَقْتَلٌ: وہ زمانہ کہ جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل (شہید) کیے گئے تو وہ عاشورہ کا دن تھا جیسا کہ اس جگہ کے متعلق کہا جاتا ہے مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ یعنی حضرت حسین کے قتل ہونے کی جگہ یعنی کربلا۔

فَصْلٌ فِی اِسْمِ الْاٰلَةِ

((وَهُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعِلُ لِلْاٰلَةِ وَصِيغَتُهُ مِفْعَلٌ وَمِنْ ثَمَّ قَالَ الشَّاعِرُ

اَلْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفعَلُ لِلْاٰلَةِ

وَالْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ

وَكُسِرَتِ الْمِيمُ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَوْضِعِ وَيَجِيُّ عَلٰى وَزْنِ مِفْعَالٍ نَحْوُ مِقْرَاضٍ وَمِفْتَاحٍ وَيَجِيُّ مَضْمُومُ الْعَيْنِ وَالْمِيمِ اَلْمُسْعُطِ وَالْمُنْخُلِ وَنَحْوُهُمَا قَالَ سِيبَوَيْهِ هٰذَانِ مِنْ عَدَادِ الْاَسْمَاءِ يعنى اَلْمُسْعُطُ اِسْمٌ لِهٰذَا الْوِعَاءِ وَلَيْسَ بِالْاٰلَةِ وَكَذٰلِكَ اَخَوَاتُهُ))

فصل اسم آلہ کے بیان میں

اسم آلہ وہ اسم ہے کہ جو مشتق ہوتا ہے یفعل (مضارع) سے آلہ کے لیے اور اس کا صیغہ مِفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ اور اسی وجہ سے شاعر نے کہا۔

مَفْعَلٌ ظرف کے لیے اور مِفْعَلٌ آلہ کے لیے۔ اور فَعْلَةٌ مَرَّہ (باری، مرتبہ) کے لیے اور فِعْلَةٌ حالت کے لیے۔

اور میم کو کسرہ دیا جاتا ہے اس ظرف اور آلہ کے درمیان فرق پیدا کرنے کے لیے اور اسم آلہ مِفْعَال کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے مقراض اور مفتاح (قینچی اور چابی) اور یہ عین اور میم کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے اَلْمُسْعُطُ اور اَلْمُنْخُلُ اور ان دونوں کی مثل کے بارے سیبویہ نے کہا کہ یہ دونوں اسماء ہی میں شمار ہوتے ہیں، یعنی اَلْمُسْعُطُ اسم ہے لہٰذا اَلْوِعَاءُ جو ہے، وہ اسم آلہ سے نہیں ہے اور اسی طرح ہی اس کے اخوات ہیں۔

تشریح: اِسْمٌ یہاں اسم سے مراد اسم آلہ ہی ہے کہ اسم آلہ وہ اسم ہے کہ جس سے کسی کام کرنے میں مدد لی جاتی ہے جیسے مفتاح (چابی) کہ وہ ایسی چیز کا نام ہے کہ جس سے تالا کھولا جاتا ہے اور کبھی اسم آلہ اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے کہ جس میں کوئی فعل واقع ہوتا ہے جبکہ وہ ان چیزوں سے ہو کہ جن سے مدد لی جا سکے جیسے مِحْلَبٌ (وہ برتن کہ جس میں دودھ نکالا جائے یا وہ جگہ جہاں دودھ نکالا جائے)

وَهُوَ: نہیں توجیہہ کی جا سکتی کہ اسم آلہ کی تعریف آلہ کے ساتھ کی جائے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسم آلہ کی پہچان موقوف ہے آلہ کی پہچان پر اس لیے کہ آلہ سے مراد

آلہ لغویہ ہے جو کہ فعل کے لیے ہوتا ہے اور وہ وہ ہے کہ جس کے ذریعے فعل میں مدد لی جاتی ہے، جیسے قلم لکھائی کرنے کے لیے، پس گویا کہ انہوں نے کہا اسم آلہ وہ اسم ہے جو کہ یفعل (مضارع) سے اس چیز کے لیے مشتق کیا جاتا ہے کہ جس کے ذریعے اس فعل میں مدد لی جاتی ہے۔ پس آلہ اصطلاحیہ کی تعریف آلہ لغویہ کے ساتھ ہوئی۔

لِلْآلَة: آلہ وہ چیز ہے کہ جس کے ذریعے فاعل مفعول کا علاج کرتا ہے اپنا اثر اس کی طرف پہنچانے کے لیے۔

وَالْفَعْلَةُ: یعنی ثلاثی مجرد کے ان مصادر سے کہ جن میں تاء نہیں ہوتی ان سے اگر فَعْلَةٌ کے وزن پر کلمہ آئے جائے تو وہ باری یا مرتبہ کے معنیٰ میں ہوگا جیسے ضَرْبَةٌ اور قَتْلَةٌ۔

كُسِرَتْ: گویا یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے میم کو کسرہ دیا میم یا فتحہ کیوں نہیں دیا تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسم آلہ کو ضمہ اس کے (ضمہ کے) ثقل کی وجہ سے نہیں دیا باب افعال کے مفعول کے ساتھ التباس پیدا نہ ہو جائے اور اس کا برعکس معاملہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ اکثر جگہ پر اس کا استعمال آلہ کی طرف نسبت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور فتحہ اس سے نہیں دیا چونکہ وہ بہت زیادہ خفیف ہے اور اخف اس بات کا زیادہ حقدار ہے ان چیزوں میں لایا جائے جن کا استعمال کثرت کے ساتھ ہو اور اس لیے ظرف میں میم کو زیادہ کیا مفعول کے ساتھ مناسبت پائے جانے کی وجہ سے اور اس میں میم مفتوح ہے تو پس ظرف میں بھی میم کو فتحہ ہی دیا گیا تو فرق پیدا کرنے کے لیے صرف کسرہ ہی باقی رہ گیا تھا اس لیے وہ دے دیا۔

مِقْرَاضٌ: درحقیقت مقراض اسے کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے سونا یا چاندی کاٹا جائے۔ اور ان دونوں کے علاوہ مقراض کا لفظ قرض سے ہے جس کا معنیٰ ہے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور فارسی میں کاژ خواند کہتے ہیں۔

اَلْمُسْعُطُ: یہ ایک ظرف (برتن) ہے کہ جس میں السعوط (ناک میں چڑھائی جانے والی دوا) تیار کی جاتی ہے۔

اَلْمُنْخُلُ: اس برتن کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے آٹے کو چھانا جاتا ہے یعنی

اَلْمُنْخَل چھلنی کو کہتے ہیں۔

مِن عداد الاسماء: یہاں یہ الفاظ اس لیے لائے گئے ہیں، کیونکہ اسم مشتق یفعل (مضارع) سے مُفْعُل کے وزن پر نہیں آتا بلکہ یہ دونوں اسم جامد ہیں تمام اسمائے جامدہ کی طرح اور اسی طرح ان دونوں کے اخوات ہیں۔

لهذا الوعاء: اس عبارت پر ہونے والے ایک اعتراض اور اس کے جواب کا حاصل بیان کیا جاتا ہے تو اس ہونے والے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ ان مخصوص اشیاء کے اسماء اور ان کے آلہ ہونے کے مابین فرق معنیٰ کے اعتبار سے ہے تو اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ المدهن کو جب تیل کے برتن کا نام بنایا گیا تو پھر اس کا اطلاق اس برتن پر درست نہیں ہوگا جو کہ کسی دوسرے مقصد کے لیے بنایا گیا ہو ہاں البتہ اگر کوئی دوسرا برتن جو کہ تیل رکھنے کے لیے ہی بنایا گیا ہو تو اس پر اس اسم کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ پھر برابر ہے کہ وہ تیل کے لیے بنایا گیا یا کسی دوسری چیز کے لیے بنایا گیا جب اس میں تیل رکھا گیا تو اب اس پر مسعط کا نام بولا جا سکتا ہے۔ اگر چہ وہ تیل چمچے میں ہو تو اس پر اس کا اطلاق درست ہوگا۔ جیسے کہ مفتاح (چابی) بے شک اس کا اطلاق ہر اس چیز پر درست ہے کہ جس سے دروازہ کھولا جائے خواہ لکڑی سے ہو خواہ لوہے یا کسی دوسری چیز اور ان کے علاوہ کو بھی اسی پر قیاس کر لو ان چیزوں میں ہے کہ جو دو ضموں کے ساتھ آئیں برابر ہیں کہ ان کے ساتھ تاء لاحق ہو یا نہ ہو۔

اَخَوَاتُهٗ: اس کے اخوات سے مراد ہے المدق، المدهن، المكحلة وغیرہ۔
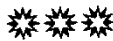
دوسرا باب:

اَلْبَابُ الثَّانِي فِي الْمُضَاعَفِ

دوسرا باب مضاعف کے بیان میں

((وَيُقَالُ لَهُ اَصَمُّ لِشِدَّتِهِ وَلَا يُقَالُ لَهُ صَحِيْحٌ لِصَيْرُوْرَةِ اَحَدِ طَرَفَيْهِ حَرْفُ عِلَّةٍ فِي نَحْوِ تَقَضِّي الْبَازِي وَهُوَ يَجِيْئُ مِنْ ثَلٰثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ سَرَّ يَسُرُّ وَفَرَّ يَفِرُّ وعَضَّ يَعَضُّ وَلَا يَجِيْئُ مِنْ فَعُلَ يَفْعُلُ اِلَّا قَلِيْلًا نَحْوُ حَبَّ يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيْبٌ وَلَبَّ يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيْبٌ فَاِذَا اجْتَمَعَ فِيْهِ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ اَوْ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْمَخْرَجِ يُدْغَمُ الْاَوَّلُ فِي الثَّانِي لِثِقْلِ الْمُكَرَّرِ نَحْوُ مَدَّ مَدَّا مَدُّوْا اِلٰى آخِرِهٖ وَنَحْوُ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ وَالْاِدْغَامُ اِلْبَاثُ الْحَرْفِ فِي مَخْرَجِهٖ مِقْدَارُ اِلْبَاثِ الْحَرْفَيْنِ كَذَا نُقِلَ عَنْ جَارُ اللّٰهِ، وَقِيْلَ اِسْكَانُ الْاَوَّلِ وَ اِدْرَاجُهٗ فِي الثَّانِّي الْمُدْغَمِ وَالْمُدْغَمُ فِيْهِ حَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَحَرْفٌ وَاحِدٌ فِي الْكِتَابَةِ وَهٰذَا فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ وَاَمَّا فِي الْمُتَقَارِبَيْنِ فَحَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَالْكِتَابَةِ جَمِيْعًا كَالرَّحْمٰنِ. وَاجْتِمَاعُ الْحَرْفَيْنِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَضْرُبٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَكُوْنَا مُتَحَرِّكَيْنِ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ اِذَا كَانَا فِي كَلِمَتَيْنِ نَحْوُ مَنَاسِكِكُمْ وَاَمَّا اِذَا كَانَا فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَجِبُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ اِلَّا فِي الْاِلْحَاقِيَاتِ نَحْوُ قَرْدَدٍ وَجَلْبَبَ حَتّٰى لَا يَبْطُلَ الْاِلْحَاقُ وَالْاَوْزَانُ الَّتِي يَلْزَمُ فِيْهِ الْاِلْتِبَاسُ نَحْوُ صَكَكٌ وَسُرَرٌ وَجُدَدٌ وَطَلَلٌ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِصَكٍّ وَسُرٍّ وجَدٍّ وَلَا يَلْتَبِسَ فِي مِثْلَ رَدٍّ وَفَرٍّ وَعَضٍّ لِاَنَّ رَدَّ يُعْلَمُ مِنْ يَرُدُّ اَصْلَهٗ رَدَدَ لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ

لَايَجِيُّ مِنْ بَابِ فَعُلَ يَفْعَلُ وَفَرَّ اَيْضًا يُعْلَمُ مِنْ يَفِرُّ لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ
لَايَجِيُّ مِنْ فَعِلَ يَفْعِلُ وَعَضَّ اَيْضًا يُعْلَمُ مِنْ يَعَضُّ لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ
لَايَجِيُّ مِنْ فَعَلَ يَفْعَلُ وَلَا يُدْغَمُ فِي حَيِيَ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ حَتّٰى
لَايَقَعَ الضَّمَّةُ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ فِي يَحْيِيُّ وَقِيلَ الْيَاءُ الْاَخِيرَةُ غَيْرُ
لَازِمَةٍ لِاَنَّهُ تَسْقُطُ تَارَةً نَحْوُ حَيُوْا وَتُقْلَبُ اُخْرٰى نَحْوُ يَحْيَا وَالثَّانِي
اَنْ يَكُوْنَ الْاَوَّلُ سَاكِنًا يَجِبُ فِيهِ الْإِدْغَامُ ضَرُوْرَةً نَحْوُ مَدٌّ وَهُوَ
عَلٰى فَعْلٌ وَالثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ الثَّانِي سَاكِنًا فَالْإِدْغَامُ فِيْهِ مُمْتَنِعٌ لِعَدَمِ
شَرْطِ صِحَةِ الْإِدْغَامِ وَهُوَ تَحَرُّكُ الثَّانِي وَقِيلَ لَا بُدَّ مِنْ تَسْكِيْنِ
الْاَوَّلِ فَيَجْتَمِعُ سَاكِنَانِ فَتَفِرُّ مِنْ وَرْطَةٍ وَتَقَعُ فِي اُخْرٰى وَقِيلَ
لِوُجُوْدِ الْخِفَّةِ بِالسَّاكِنِ وَعَدَمِ شَرْطِ الْإِدْغَامِ وَلٰكِنْ جَوَّزُوْا الْحَذْفَ
فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَظْرًا اِلَى اِجْتِمَاعِ الْمُتَجَانِسَيْنِ نَحْوُ ظَلْتُ كَمَا
جَوَّزُوْا الْقَلْبَ فِي نَحْوِ تَقْتَضِي الْبَازِي وَعَلَيْهِ قِرَاءَةٌ مِنْ قَرَءَ قِرْنَ
فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنَ الْقَرَارِ اَصْلُهٗ اِقْرِرْنَ فَحُذِفَتِ الرَّاءُ الْاُوْلٰى فَنُقِلَ
حَرْكَتُهَا اِلَى الْقَافِ ثُمَّ حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ لِاِنْعِدَامِ الْاِحْتِيَاجِ اِلَيْهَا فَصَارَ
قِرْنَ وَقِيلَ مِنْ وَقَرَ يَقِرُ وَقَارًا وَاِذَا قُرِأَ قَرْنَ يَكُوْنُ مِنْ قَرَّ يَقَرُّ
بِالْمَكَانِ بِفَتْحِ الْقَافِ وَهُوَ لُغَةٌ فِي يَقِرُّ يَكُوْنُ اَصْلُهٗ اِقْرَرْنَ عَلٰى وَزْنِ
اِعْلَمْنَ فَنُقِلَ حَرْكَةُ الرَّاءِ اِلَى الْقَافِ فَصَارَ قَرْنَ وَهٰذَا اِذَا كَانَ
سَكُوْنُهٗ لَازِمًا وَاَمَّا اِذَا كَانَ عَارِضِيًا يَجُوْزُ الْإِدْغَامُ وَعَدَمُهٗ نَحْوُ
اُمْدُدْ وَمُدَّ بِفَتْحِ الدَّالِ لِلْخِفَّةِ وَمُدِّ بِالْكَسْرِ لِاَنَّهٗ اَصْلٌ فِي تَحْرِيْكِ
السَّاكِنِ وَمُدُّ بِالضَّمِّ لِلْاِتْبَاعِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ فِرُّ لِعَدَمِ الْاِتْبَاعِ
وَلَايَجُوْزُ الْإِدْغَامُ فِي اُمْدُدْنَ لِاَنَّ سَكُوْنَ الثَّانِي لَازِمٌ وَتَقُوْلُ بِالنُّوْنِ
الثَّقِيْلَةِ مُدَّنَّ مُدَّانِ مُدُّنَّ مُدِّنَّ مُدَّانِّ اُمْدُدْنَانِ وَبِالنُّوْنِ الْخَفِيْفَةِ مُدَّنْ
مُدُّنْ مُدِّنْ اِسْمَ الْفَاعِلِ مَادٌّ اِسْمَ الْمَفْعُوْلِ مَمْدُوْدٌ اِسْمَ الزَّمَانِ

وَالْمَكَانِ مَمَدٌّ اِسْمَ الْاٰلَةِ مِمَدٌّ وَالْمَجْهُوْلُ مُدَّ يُمَدُّ مُدًّا قَبْلَ))

"مضاعف کو اس کے مشدد ہونے کی وجہ (سختی سے ادا ہونے کی وجہ) سے اصم یعنی مضبوط یا سخت کہا جاتا ہے، اور اس کے دو حرفوں میں سے ایک حرف کے حرف علت سے بدل جانے کی وجہ سے ایک اس کو صحیح نہیں کہا جاتا جیسے تَقَضَّى الْبَازِیّ اور یہ تین ابواب سے آتا ہے، جیسے سَرَّ يَسُرُّ، فَرَّ يَفِرُّ اور عَضَّ يَعَضّ اور یہ فَعُلَ يَفْعُلُ کے باب سے نہیں آتا مگر بہت کم ہی آتا ہے جیسے حَبَّ يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيْبٌ اور لَبَّ يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيْبٌ پس جب اس میں دو حرف ایک ہی جنس کے یا دو حرف متقارب المخرج جمع ہو جائیں تو مکرر ثقل کی وجہ سے پہلے کا دوسرے میں ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مَدَّ مَدًّا مَدُّوْا الخ اور جیسے اَخْرَجَ شَطْأَهُ اور قَالَتْ طَّائِفَةٌ اور ادغام وہ حرف کو اس کے مخرج میں ٹھہرانا ہے دو حروفوں کے ٹھہرانے کی مقدار کے برابر جیسا کہ جار اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے کو ساکن کرنا اور اس کو دوسرے میں داخل کرنا یعنی مدغم اور مدغم فیہ دونوں حرفوں کو ایک ہی لفظ میں کرنا اور لکھنے میں ایک ہی حرف ہونا۔ یہ طریقہ دو ہم جنس حرفوں میں ہوتا ہے، جبکہ متقاربین میں پس دو حرف پڑھنے میں اور لکھنے میں اکٹھے ہوتے ہیں، جیسے الرحمن اور دو حرفوں کا جمع ہونا تین قسم پر ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ دونوں حرف متحرک ہوں تو ادغام جائز ہے، جبکہ وہ دونوں دو کلموں میں ہوں۔ جیسے مناسككم اور جب وہ ایک ہی کلمہ میں ہو تو اس میں ادغام واجب ہوگا مگر الحاقیات میں نہیں جیسے قَرْدَدٍ اور جَلْبَبٍ تاکہ الحاق اور وہ اوزان جو کہ اس میں التباس لازم آتا ہے باطل نہ ہوں۔ جیسے صكك، سرر، جدد، طلل تاکہ صك، سر، جد اور طل کے ساتھ التباس نہ ہونے پائے اور نہ ہی ر د، فر اور عص کی مثل میں التباس واقع ہو اس لیے کہ رَدٌّ یرد سے سمجھا جاتا ہے بے شک اس کی اصل رَدَدَ ہے اس لیے کہ مضاعف فَعُلَ يَفْعُلُ کے باب سے نہیں آتا اور فرّ بھی یفر سے سمجھا (جانا) جاتا ہے، اس لیے کہ فَعِلَ يَفْعِلُ سے مضاعف نہیں آتا اور عض بھی يَعَضُّ سے سمجھا (جانا) جاتا ہے اس لیے کہ مضاعف فَعَلَ يَفْعَلُ سے نہیں آتا اور بعض لغات میں حی میں

ادغام نہیں کیا جاتا۔ تاکہ ضمہ یاء ضعیف پر واقع نہ ہو یَحْیُّ کے اندر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخری یاء غیر لازمی ہے اس لیے کہ وہ کبھی گر جاتی ہے۔ جیسے حَیُوْ یا دوسری بدل دی جاتی ہے الف سے جیسے یحیا اور دوسری قسم یہ ہے کہ ان دو حروف میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو اس میں ضرورت کی وجہ سے ادغام واجب ہوگا جیسے مَدٌّ اور فَعْلٌ کے وزن پر ہے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ دوسرا حرف ساکن ہو تو اس میں ادغام ممتنع ہوگا ادغام کے صحیح ہونے کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور وہ (شرط) دوسرے حرف کا متحرک ہونا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ساکن ہونے کی وجہ سے خفت کے پائے جانے کی وجہ سے اور ادغام کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوگا۔ لیکن اہل صرف نے بعض مواضع (جگہوں) پر دو حروف ہم جنس کے اکٹھے ہو جانے کی طرف غور کرتے ہوئے ادغام کو جائز قرار دیا ہے جیسے ظلت جیسے کہ انہوں نے قلب کو جائز قرار دیا ہے تقضی البازی کی مثال میں اور اسی پر جواز ہے قراءۃ کا جو کہ قرء قرن سے ہے، بیوتکن میں قرار سے ہے۔ اس کی اصل اِقْرِرْنَ ہے۔ پس پہلی را کو حذف کیا گیا پھر اس کی حرکت کو قاف کی طرف نقل کیا گیا پھر ہمزہ کو حذف کر دیا اس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے تو پس قِرْنَ ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ وَقَرَ یَقِرُ وَقَارًا سے ہے اور جب قَرْنَ پڑھا جائے تو یہ قَرَّ یَقَرُّ سے ہوگا جو کہ قاف کے فتحہ کے ساتھ ھو کا مکان کے متعلق اور وہ یقر میں لغت ہے تو پس اس کی اصل اِقْرَرْنَ بروزن اِعْلَمْنَ ہے۔ پھر راء کی حرکت قاف کی طرف نقل کی گئی تو پس قَرْنَ ہو گیا۔ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب اس کا ساکن ہونا لازمی ہو اور جب وہ عارضی ہو تو ادغام کرنا اور نہ کرنا جائز ہوگا۔ جیسے اُمْدُدْ، مُدَّ (دال کے فتحہ کے ساتھ خفت کی غرض کے لیے) اور مُدِّ کسرہ کے ساتھ اس لیے کہ وہ ساکن کو حرکت دینے میں اصل ہے اور مُدُّ ضمہ کے ساتھ یہ اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور اسی وجہ سے فِرُّ عدم اتباع کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور ادغام جائز نہیں ہے اُمْدُدْنَ میں اس لیے کہ دوسرے حرف کا سکون لازمی ہے اور تو نون ثقیلہ کے ساتھ کہے گا۔ مُدَّنَّ، مُدَّانِّ، مُدُّنَّ، مُدِّنَّ، مُدَّانِّ، اُمْدُدْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ مُدَّنْ، مُدُّنْ،

مُدِّنْ، اسم فاعل مَادٌّ، اسم مفعول ممدودٌ اسم زمان اور مکان مَمَدٌّ اسم آلہ مِمَدٌّ اور مجہول مُدَّ، يُمَدُّ مُدًّا آتا ہے۔

تشریح: اَلثَّانِي: یہ الثنی سے اسم فاعل ہے بمعنی دوسرا ہونا۔

اَلْمُضَاعَفِ: ممکن ہے کہ یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہو کہ مضاعف کو دیگر اقسام پر مقدم کیوں کیا تو اس کا حاصل جواب یہ ہے کہ اس کو مہموز پر مقدم کیا اس لیے کہ یہ صحیح کے زیادہ زیادہ قریب ہے اور ہمزہ ایک سخت حرف ہے جو کہ حرف علت کے قریب ہے۔ جبکہ مہموز کو معتل فاء پر مقدم کیا اس لیے کہ ہمزہ اگر چہ ایک سخت حرف ہے لیکن اپنی کنہ کی وجہ سے حرف صحیح ہے جبکہ معتل الفاء کو معتل العین پر مقدم کیا اور معتل العین کو مقدم کیا معتل اللام پر اس لیے کہ حرف علت معتل فاء میں پہلے ہے اور معتل العین میں درمیان میں ہے اور جبکہ معتل اللام میں حرف علت آخر میں یعنی لام کی جگہ پر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حرف علت کے شروع میں ہونے کی وجہ سے مقدم کیا کیونہ اس میں حرف کی طرح تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اور لفیف کو تمام کے آخر میں ذکر کیا اس میں دو حروف علت پائے جانے کی وجہ سے اور مضاعف اسم مفعول ہے ضَاعَفَ سے خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ التضعیف کہتے ہیں شی پر زیادہ کرنا یا اضافہ کرنا تو ورس کو دو کر دے یا زیادہ کر دے بالکل اسی طرح ہی الاضعاف اور مضاعفۃ ہیں۔

اَصَمٌّ: اس لفظ کے ذکر کرنے کی وجہ سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مناسب تو یہ تھا کہ مضاعف کی تعریف کی جاتی اس لیے کہ تعریف لقب پر سابق ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ دیا کہ مضاعف ہے مشہور ہے اور یہ اتنا مشہور ہے کہ گویا وہ بدیہی (بالکل واضح ظاہر) کے مشابہ ہے اور بدیہی چیز تعریف کی محتاج نہیں ہوا کرتی۔

لِشِدَّتِهٖ: یہاں شدت سے مراد یہ ہے کہ بواسطہ ادغام شدت (سختی) کے متحقق ہو جانے کی وجہ سے اس کو سخت کہا گیا پس اسی وجہ سے ہی جہر (بلند آوازی) اور تکریر (دوبارہ حرف کو ادا کرنے) کی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ ان دونوں باتوں کی طرف اس شخص کو ضرورت پڑتی ہے کہ جو بالکل تھوڑی یا خفی آواز کو نہیں سنتا تو اس کو حجر اصم

(سخت پتھر) صلب کہا جاتا ہے اور دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں شدت ادغام کی وجہ سے اور ایک حرف کے تکرار وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو اس وجہ سے مضاعف کو صم یعنی سخت کہہ دیا گیا ہے۔

تَقَضِّی: اس کلمے میں ابتدأ دو حرف ایک ہی جنس کے کلمہ کے آخر میں جمع ہو گئے تھے حالانکہ اس سے پہلے ادغام موجود تھا جیسے کہ تقضی میں گذرا اور ایسے ہی قول باری تعالیٰ ہے: وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا بالآخر ابدال واؤ سے یاء کی طرف متعین ہوا یعنی یہ بات متعین ہوئی کہ واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے پھر یاء کو اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے۔ پس اگر یہاں پر یہ سوال ہو کہ الف سے پہلے ہی کیوں بدل دیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ الف اصلی نہیں ہے مگر یہ کہ اس طرح کی الف غیر اصلی واؤ یا یاء سے بدلنے کے بعد ہی آتی ہے تو اسی وجہ سے واؤ کو پہلے یاء سے بدلا گیا اور پھر یاء کو الف سے بدلا گیا، باقی رہی یہ بات کہ تَقَضُّضِی تھی تو اہل صرف نے اس کی ادائیگی کو تین ضادات کی وجہ سے ثقیل سمجھا تو انہوں نے آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا اور اس کے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو تَقَضِّی ہو گیا۔

سَرَّ يَسُرُّ: یہ اصل میں سَرَرَ يَسْرُرُ تھا، نَصَرَ يَنْصُرُ کے وزن پر فَرَّ يَفِرُّ یہ اصل میں فَرَرَ يَفْرِرُ تھا ضَرَبَ يَضْرِبُ کے وزن پر۔

عَضَّ يَعَضُّ: یہ اصل میں عَضِضَ يَعْضَضُ تھا عَلِمَ يَعْلَمُ کے وزن پر۔

يُدْغَمُ الْاَوَّلُ: اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے حروف کو دوسرے میں مدغم کر دیا جاتا ہے جس کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ اُدْغِمَتِ اللِّجَامُ فِي فَمِ الْفَرَسِ اِذَا مَا دُخِلَتْ فِي فَمِهٖ. ''یعنی لگام کو گھوڑے کے منہ میں داخل کر دیا گیا یہ اس وقت کیا جاتا ہے کہ جب اس کے منہ میں لگام کو داخل کر دیا جائے۔

اَخْرَجَ شَطْأَهٗ: یہ ان دو حروف کی مثال ہے کہ جو متقارب فی المخرج ہوتے ہیں جیسے جیم اور شین ان دونوں کا مخرج بالکل قریب قریب ہے۔

اَلْاِدْغَامُ: ادغام لغت میں کسی شئے کو اس کے غیر میں ڈالنے کو کہتے ہیں، جیسے لگام گھوڑے کے منہ میں ڈالی جاتی ہے، اور اس میں دو لغتیں، میں ادغام بالتخفیف اور ادغام بالتشدید کوفیین کی عبارات میں ادغام عبارت ہے افعال سے جبکہ بھریسین کی عبارات کی عبارات میں ادغام عبارت ہے افعال سے۔

اِلْبَاثُ: الباث کہتے ہیں دو حرفوں کو یعنی ان میں سے ایک ساکن اور دوسرا متحرک ہو ان کو ایک ہی مخرج سے ادا کرنا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ الباث لبث سے ہے اور لبث کا معنی ہے ٹھہرنا۔

الادغام: عرف میں ادغام کہتے ہیں پہلے حرف کو ساکن کرنا اور اس کو دوسرے حرف میں داخل کرنا۔ اور ادغام کے عموماً دو معنی ہیں لغوی اور اصطلاحی لغوی معنی تو یہ ہے کہ شئی کو شئی میں داخل کرنا جبکہ اصطلاحی معنی وہی ہے کہ جو متن میں ذکر ہو چکا ہے۔

اِسْکَانُ الْاَوَّلِ: یہاں حرف اول کو ساکن کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی حرکت کو نقل کر کے اس کے ماقبل کو دینا اگر وہ ساکن ہو یا اس کی (اول حرف کی) حرکت کو سلب کر لینا اگر وہ متحرک ہو یا ساکن ہو تو وہ حرف لین ہے۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ جب وہ ساکن ہو تو پہلے طریق کے مطابق ہی اپنے حال پر رہتا ہے۔ بہر حال دوسرے حرف کے ساتھ متصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس اول حرف کو ساکن کیا جائے۔ اور مطلوبہ تخفیف حاصل ہو جائے گی اور ضروری ہے کہ دوسرا صرف متحرک ہو اس لیے کہ وہ پہلے حرف کے مبین سے اور حرف ساکن مثل مردہ کے ہے کہ جو اپنے نفس (ذات) کے بارے میں کچھ نہیں یہاں کر سکتا تو وہ اپنے غیر کو کس طرح بیان کر سکتا ہے۔

وَاحِدٌ: یہاں واحد سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی کلمہ میں سے اور یہ احتراز کرنا ہے اس قول "فَقُلِ اللّٰھُمَّ" سے۔

اَلْمُتَجَانِسَیْنِ: اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ جب مدغم اور مدغم فیہ ایک ہی جنس سے ہو۔

اَلرَّحْمٰنُ: اس مثال میں لام مدغم ہے اور راء مدغم فیہ ہے اور دونوں لکھنے میں بھی ثابت ہیں اور لفظ میں بھی موجود ہیں گویا مثال تھی متقاربین کی نہ کہ متجانسین کی۔

اَلْاَوَّلُ: یہاں سے ادغام کی قسم اول کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دو حرف جمع کیے جاتے ہیں تو اس کی کتنی قسمیں ہیں تو الاول سے قسم اول کو بیان کر رہے ہیں۔

اَلْاِلْحَاقِیَاتِ: یہ کلمہ جمع ہے الحاق کی یا الحاقیۃ کی اور الحاق کہتے ہیں کسی مثال کو کسی مثال کے وزن پر بنانے کے لیے آخر میں کوئی حرف جب زائد (لاحق) کر دیا جائے تو وہ کلمہ الحاقیات میں شمار ہوتا ہے۔

قَرْدَدٍ: یہ الحاقیات میں سے ہے اس لیے کہ یہ آخر میں دال زائدہ کے الحاق کی وجہ سے جعفر کے ساتھ ملحق ہوگیا ہے۔ پس اگر ان دو ہم جنس حروف کا ادغام کر دیا جائے تو پھر الحاق کی غرض ختم ہو جائے گی اور وہ غرض وزن کی رعایت کرنا ہے اور غرض کا باطل ہونا اور فوت ہونا ان افعال میں سے ہے کہ جو شنیع، شمار ہوتے ہیں۔

جَلْبَبَ: یہ ملحق ہے دَحْرَجَ کے ساتھ آخر میں با کے زیادہ کرنے کی وجہ سے اور وزن اس کا فَعْلَلَ ہے۔

اَلْاَوْزَانِ: یہ مجرور ہے اور اس کا عطف الالحاقیات پر ہے۔ یعنی ادغام اس کلمہ میں واجب ہے کہ جس میں دو حرف ایک ہی جنس کے جمع ہو گئے ہوں مگر ہم وزن ہونے والے کلمات میں ادغام واجب نہیں۔

نَحْوُ صَكَكَ و سرر و جدد: یہاں سے یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اگر ان مثالوں میں ادغام کر دیا جائے تو البتہ ضرور بالضرور صَكٌّ کے ساتھ التباس لازم آئے گا جو کہ کتاب کے معنی میں ہے اور سُرْرٌ اس چیز کے معنی میں ہے کہ جس کو اس کا سامنے والا (مقابل) قطع کر دے اور جد بمعنی دادا کے ہے طل بمعنی شبنم کے ہے۔

طَلَلَ: سے مراد ویران اجڑے ہوئے گھر کا باقی ماندہ حصہ ہے۔

سَرّ: اسے کہتے ہیں کہ جو دایہ ناف سے کاٹتا ہے۔

وَلَا یَلْتَبِسُ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ التباس تو رَدّ، فَرّ، عَضّ میں بھی لازم آتا ہے اس لیے کہ یہ بات معلوم نہیں ہے کونسا لفظ کس باب سے ہے تو پھر ان اشیاء میں ادغام کیوں کیا گیا تو لا یلتبس

سے آخر عبارت تک اس کا جواب دے دیا جو کہ ترجمہ میں ذکر ہو چکا ہے۔

فَعُلَ يَفْعُلُ: اس باب سے مضاعف کی نفی کی گئی ہے کہ اس باب سے مضاعف نہیں آتا اس لیے کہ مضاعف صرف تین ابواب سے ہی آتا ہے۔ یعنی نَصَرَ ضَرَبَ اور سَمِعَ۔

وَلَا يُدْغَمُ: اس عبارت سے سوال کے خدشے سے بچنے کے لیے جواب پیش کر رہے ہیں جس سوال کے وارد ہونے کا خدشہ تھا وہ یہ ہے کہ حَيِيَ میں دو حرف متجانسین جمع ہیں لیکن وہاں ادغام نہیں کیا گیا تو اس کا جواب یہ دیا کہ بعض لغات میں حیی میں ادغام نہیں ہوا تاکہ یائے ضعیف پر ضمہ داخل نہ ہو کیونکہ جب ادغام کریں گے تو مضارع میں آخر پر ضمہ آئے گا۔

باقی رہی یہ بات کہ بعض اللغات کا ذکر کر کے اس سے احتراز کیا ہے اکثر لغات سے کیونکہ اکثر لغات (اکثر علماء) کے نزدیک ادغام کیا جائے گا پس کہا جائے گا حَيَّ اس لیے کہ ادغام کی علت اس کے اندر پائی جاتی ہے۔

عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ: یہاں یاء سے مراد اس کے فعل مضارع کی لام کلمہ کے مقابلہ میں جو یاء وہ مراد ہے اس لیے کہ جب اس کی ماضی میں ادغام ہوگا تو لامحالہ اس کے مضارع میں بھی ادغام ہوگا تو جب مضارع میں ادغام ہوگا تو اس صورت میں یائے ضعیف پر ضمہ واقع ہوگا اور یہ زیادتی ہے یعنی یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یاء پر ضمہ کا واقعہ ہونا ثقیل ہے۔ اور اسی وجہ سے ادغام نہیں ہوگا۔

حَيُوْا: اصل کی حَيِيُوا تو پس آخری یاء کو حذف کر دیا گیا اس کے ضمہ کو نقل کرنے کے بعد اس کے ماقبل کی طرف تخفیف کی غرض سے جیسا کہ رَضُوْا اور بَقُوْا میں تھا کہ اصل رضیوا اور بقیوا تھا۔

تُقْلَبُ: اس لفظ کو اس عرض سے لائے ہیں کہ اُدغام جو ہے وہ تو تخفیف کے لیے ہوتا ہے اور یہ تخفیف کبھی تو یاء کو حذف کرنے کے ساتھ اور اس کو الف سے بدل دینے کے ساتھ تو جب یہ تخفیف حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس وقت ادغام کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

يَحْيَا: یہ یہاں پر الف کے ساتھ لکھا گیا ہے باوجود اس کے کہ وہ الف مقصورہ کے

ساتھ ہوتا ہے کہ جب تین حرف پر زیادتی کی جائے۔ تو یاء کو حُبْلٰی کی طرح لکھا جاتا ہے کہ اور اس کے علاوہ بشریٰ بھی اس کی مثال بن سکتی ہے اس لیے کہ اس کے الف سے ماقبل یاء ہے۔ تو پس دو یاؤں کے لگاتار اکٹھا ہونے سے احتراز کیا۔ جیسا کہ دنیا اور علیا میں احتراز کیا گیا ہے مگر یہ کہ جب یہ علم ہو جیسے یَحْییٰ، مُوْسٰی، عِیْسٰی یعنی اس وقت یہ الف مقصورہ لائی جاتی ہے علم اور صفت کے درمیان فرق کرنے کے لیے اور اس عکس نہیں کیا جاتا اس لیے کہ صفت اَثْقَل (بہت زیادہ ثقیل) ہے۔

اَلثَّانِي یعنی ادغام کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں دو حرف ایک ہی جنس کے جمع ہو جائیں۔

ضَرُوْرَةً سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ ادغام کی شرط کے پائے جانے کی وجہ سے اس میں ادغام ضروری ہے اور ادغام کی شرط متماثلین کا اکٹھا ہونا ہے اس صورت میں کہ اول ان میں سے ساکن اور دوسرا متحرک ہو یہ بات بہت ضروری ہے جب اول ساکن ہو اور دوسرے کا متحرک ہونا ضروری ہے تاکہ اجتماع ساکنین واقع نہ ہو تو دوسرے کے ساکن ہونے کی وجہ سے تخفیف ممکن نہ ہوگی تو پس تخفیف کی ضرورت کی وجہ سے ادغام واجب ہوگا۔

اَلثَّالِثُ: ادغام کی تیسری صورت یہ ہے کہ دو حرف ہم جنس ہوں تو ان میں اول متحرک ہو دوسرا ساکن ہو جیسے **ظللت ورسول الحسن.**

ورطة: یہاں پر ورطة سے مراد یہ ہے کہ مثلین کا ادغام نہ ہو۔

لوجود الخفة: یہ عبارت اس لیے لائی گئی ہے کہ اس سے غرض عدم ادغام کی ایک دوسری وجہ کو بیان کرنا ہے کہ ادغام نہ ہونے کی وجہ حرف ساکن کے ساتھ تخفیف کے پائے جانے اور ادغام کی شرط کے نہ ہونے کی وجہ اور یہی غرض ہے ساکن کے ساتھ ادغام سے، اس ساکن حرف کو ساکن کرنا جو کہ دوسرا حرف ہے اور وہ پہلے سے ہی ساکن ہے تو یہ گویا ایک اعتبار سے تحصیل حاصل ہے جو کہ محال ہے۔

وَلٰكِنْ جَوَّزُوْا: اس عبارت سے حذف کو جائز قرار دے رہیں کہ ان کی عبارت ممتنع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متماثلین کا اجتماع ثقیل ہے۔ متعذر مشکل ہے، تو پس انہوں نے ان دو حروف متماثلین میں سے ایک کو حذف کر دیا اس لیے کہ حذف بھی تخفیف کا

سبب ہے۔

اَلْحَذْفُ: یعنی یہاں پر حذف جس حرف کا کہا گیا ہے جب ضمیر متحرک متصل ہو جائے اور یہ شذوذ کے طریق پر ہے۔

ظَلْتُ: اس کی اصل ظَلَلْتُ ہے۔ تو انہوں نے پہلے لام کو حذف کر دیا جو کہ عین کلمہ ہے۔ پس ظاء کے کسرہ کی وجہ سے لام کو حذف کیا گیا باوجود اس کی حرکت کے نقل کرنے اس کے اثر کو باقی رکھنے کے لیے کہ جس کو انہوں نے حذف کیا مکمل طور پر ابطال سے فرار (بچتے ہوئے) اختیار کرنے سے۔ ظاء کو فتحہ دیا لام کا حذف ہونا بغیر ثقل کے اس کو مکمل طور پر باطل کر دیتا ہے۔

وَعَلَيْهِ قِرَاءَةٌ: اس عبارت سے غرض یہ بات بتانا مقصود ہے، مثلین میں سے ایک حرف کو حذف کرنا جائز ہے ان دونوں کے اکٹھے ہو جانے کی طرف غور وفکر کرتے ہوئے قِرْءَةٌ قَرَءَ هَا سے اور قِرْنَ قاف کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جو وَقَرَ يَقِرُ جو کہ وَعَدَ يَعِدُ کی طرح ہیں۔ تو پس حرف مضارعة کو يَقِرُ سے حذف کر دیا گیا اور جو اس کے بعد متحرک بالکسر کلمہ ہے تو اس سے ابتداء کی گئی تو یہ قِرْنَ ہو گیا اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ قَرَرْتُ سے ماخوذ ہے پس اسی پر اس کی اصل اقْرِرْنَ پہلی راء کے کسرہ کے ساتھ پس پہلی را کے کسرہ کو قاف کی طرف نقل کر دیا گیا تو اجتماع مثلین کی وجہ سے پہلی راء کو حذف کر دیا پھر ہمزہ وصلی سے مستغنی ہو گئے اس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے اس ہمزہ کو حذف کر دیا گیا، مگر یہ کہ پہلی وجہ (صورت) اس کے لیے نہیں ہے جو کہ مذکورہ بحث میں داخل ہے اور وہ ہر اس آدمی ظاہر ہے کہ جو ادنیٰ (تھوڑی) سی عقل بھی رکھتا ہے۔

فَنُقِلَ: اس فاء برائے علت ہے۔ اور تقدیر کلام یہ ہے کہ فَحُذِفَتِ الرَّاءُ الْاُوْلٰى لِاَنَّهٗ نُقِلَ حَرْكَتُهَا، پس اس وقت نقل کرنا حذف سے پہلے ہو گا اس چیز سے کہ جو کہ مخفی (پوشیدہ) نہیں ہے۔

فَنُقِلَ حَرْكَةُ الرَّاءِ: یعنی اس کے حذف کرنے کے بعد ہمزہ سے استغناء اختیار کر

لیا اور دونوں کو ذکر نہیں کیا کسرہ کی قراۃ میں ان دونوں کے ذکر کرنے کے ساتھ۔

وَهٰذَا اِذَا: یہاں سے ادغام کے ممتنع ہونے کی کیفیت اور صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ یعنی ادغام کا ممتنع ہونا دوسرے حرف کے سکون کے وقت ہوگا اور حذف کا جائز ہونا بعض کے نزدیک اس وقت ہے کہ دوسرے کا سکون (ساکن ہونا) لازمی ہو۔

سُكُوْنُهٗ: یعنی دو متماثل حروف میں سے حرف ثانی کا ساکن ہونا جب اس کو ساتھ ہرف مرفوع متحرک بھی متصل ہو جیسے مُدِذْنَ اور ظَلَلْتُ۔

يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ: یہاں ادغام کو جائز قرار دیا اس بات کی طرف غور کرتے ہوئے کہ عارضی سکون کا کوئی شمار نہیں پس متحرک کو ساکن کیا جائے گا اور اس میں اول کو مدغم کیا جائے گا۔ اور یہ بنی تمیم کی لغت ہے۔ اور عدم ادغام اس بات کی طرف غور کرتے ہوئے کہ ادغام کی شرط دوسرے حرف کا متحرک ہونا ہے اور وہ خفت کے پائے جانے کے باوجود ساکن ہے تو پس ادغام نہیں کیا جائے گا اور وہ اہل حجاز کی لغت ہے اور وہ قیاس کے زیادہ قریب ہے۔ جیسے وَلَا تَمْنُنْ۔

بِفَتْحِ الدَّال: اس لیے کہ اس میں ادغام جائز ہے۔ بایں طور کہ پہلی دال کی حرکت نقل کیا جائے میم کی طرف پھر اس میں موجود ہمزہ سے مستغنی ہوا جائے اور دال کا دال میں ادغام کیا جائے دوسری دال کو متحرک کرنے کے بعد باقی رہی یہ بات کہ حرکت فتحہ کی ہو یا کسرہ کی یا ضمہ کی تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر فتحہ کے ساتھ ہو تو بغرض تخفیف ہوگی اور کسرہ کے ساتھ ہو تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے جبکہ ضمہ اس وجہ اس وجہ سے میم کے ضمہ کی اتباع کرنا مقصود ہے تو پس (مُدَّ، مُدِّ، مُدُّ) دال کی تین حرکتوں کے ساتھ ہوگا۔

اَصْلٌ: یہاں سے کسرہ کے اصل ہونے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ کسرہ اس لیے ہے کہ کسرہ قلت (تقلیل) کے لیے ہوتا ہے جو کہ عدم کے مناسب ہے۔ اور سکون وہ حرکت کا نہ ہونا ہے۔ پس اس لیے وہاں کسرہ زیادہ اولیٰ ہے۔

بِالضَّمِّ لِلْاِتْبَاعِ: یعنی دال کے ضمہ کے ساتھ میم کے ضمہ کی اتباع کرنے کی وجہ سے۔

لِعَدَمِ الْاِتْبَاعِ: یہاں یہ بات بتا رہے ہیں کہ اس میں مذکورہ علتوں کے پائے جانے کی وجہ سے جائز ہے اس کے علاوہ فلک (چھڑانا) اور کسرہ دینا اور فتحہ دینا۔

اُمْدُدْنَ: یعنی جمع مؤنث امر حاضر کے صیغے میں یوں کہیں گے۔

وَتَقُوْلُ بِالنُّوْنِ: یعنی نون ثقیلہ کے اتصال کے وقت آپ یوں کہیں گے جب امر حاضر مضاعف سے ہو۔ مُدَّنَّ الخ اور ایسے ہی نون خفیفہ کے اتصال کے وقت جیسے مُدَّنْ۔

مَادٌّ: اس کی اصل مَادِدٌ ہے۔ پہلی دال کو ساکن کیا گیا اور پھر اس کو دوسری دال میں ساکن کر دیا گیا تو مَادٌّ ہو گیا۔ پس اس پر (مَادْدٌ) آپ کہیں کہ التقائے ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دینا مناسب ہے۔

مزید آپ یہ کہیں کہ التقائے ساکنین اس میں جائز ہے اس۔ لیے کہ یہ علی حدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حرف اول لین اور ثانی مدغم ایک ہی کلمہ میں ہیں تو اس کے جوا ب میں ہم یوں کہیں گے ایک کلمے میں یا دو کلموں میں جائز نہیں ہے جیسے یا ایها النبی اور اسی وجہ سے واؤ ضمیر کو حذف کیا گیا باوجود نون ثقیلہ کے متصل ہونے کے جیسے لِیُضْرَبُنَّ اس لیے کہ ضمیر دوسرا کلمہ ہے۔ پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ جب لین اور مدغم دو کلموں میں ہونا جائز نہیں ہے۔ تو پھر تثنیہ اور جمع میں کیوں جائز قرار دیا جیسے اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ تو اس کے جواب میں یوں کہوں گا کہ اگر الف کو تثنیہ میں حذف کر دیا جائے تو پھر مفرد کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور اگر جمع مؤنث سے حذف کر دیا جائے تو تین نون جمع ہو جائیں گے۔ تو پس حذف التباس اور اجتماع کی علت کی وجہ سے مقدم کیا۔

هَمَدٌّ: اس کی اصل مَمْدَدٌ ہے مَكْتَبٌ کے وزن پر تو پس پہلی دال کی حرکت کو دوسری میم کی طرف نقل کیا گیا جو کہ فاء کلمہ ہے اور شرط کے پائے جانے کی وجہ سے دال کو دال میں مدغم کر دیا گیا۔

مِمَدٌّ: اس کی اصل مُمْدِدٌ تھی پہلی دال مفتوح تھی تو اس کی حرکت کو نقل کر کے میم کی طرف منتقل کر دیا جو کہ فاء کلمہ ہے پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا تو مُمِدٌّ ہو گیا۔

((وَيَجُوْزُ الْاِدْغَامُ اِذَا وَقَعَ قَبْلَ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ مِنْ حُرُوْفِ اِتَّدَذَرَ

سْشَصْ ضَطْظَوِى نَحْوُ اِتَّخَذَ وَهُوَ شَاذٌّ وَنَحْوُ اِتَّجَرَ وَنَحْوُ اِثَّارَ بِالثَّاءِ يَجُوْزُ فِيْهِ اِتَّارَ بِالتَّاءِ لِاَنَّ الثَّاءَ وَالتَّاءَ مِنَ الْمَهْمُوْسَةِ وَحُرُوْفُهَا سَتَشْحَثُكَ خَصْفَهْ فَتَكُوْنَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ نَظْرًا اِلَى الْمَهْمُوْسَةِ فَيَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ ثَاءً وَالثَّاءِ تَاءً وَنَحْوُ اِدَّانَ لَا يَجُوْزُ فِيْهِ غَيْرُ اِدْغَامِ الدَّالِ فِي الدَّالِ لِاَنَّهُ اِذَا جُعِلَتِ التَّاءُ دَالًا لِبُعْدِهَا مِنَ الدَّالِ الْمَهْمُوْسِيَةِ وَلِقُرْبِ الدَّالِ مِنَ التَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ فَيَلْزَمُ حِيْنَئِذٍ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَيُدْغَمُ وَنَحْوُ اِذَّ كَرَ يَجُوْزُ فِيْهِ اِدَّ دَكَرَ وَاِذْ ذَكَرَ لِاَنَّ الدَّالَ مِنَ الْمَجْهُوْرَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ دَالًا كَمَا فِي اَدَّانَ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ بَيْنَهُمَا فَيَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ نَظْرًا اِلَى اِتِّحَادِهِمَا فِي الْمَجْهُوْرِيَةِ يُجْعَلُ الدَّالُ ذَالًا وَالذَّالُ دَالًا وَالْبَيَانُ نَظْرًا اِلَى عَدَمِ اِتِّحَادِهِمَا فِي الذَّاتِ وَنَحْوُ اَزَّانَ مِثْلُ اِذَّكَرَ وَلٰكِنْ لَا يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الزَّاءِ دَالًا لِاَنَّ الزَّاءَ اَعْظَمُ مِنَ الدَّالِ فِي اِمْتِدَادِ الصَّوْتِ فَيَصِيْرُ حِيْنَئِذٍ كَوَضْعِ الْقَصْعَةِ الْكَبِيْرَةِ فِي الصَّغِيْرَةِ اَوْلِاَنَّهُ يُوَازِى بِاَدَّانَ وَنَحْوِ اِسَّمَعَ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ سِيْنًا لِاَنَّ السِّيْنَ وَالتَّاءَ مِنَ الْمَهْمُوْسَةِ وَلَا يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ السِّيْنِ تَاءً لِعَظِيْمِ السِّيْنِ عَنِ التَّاءِ فِي اِمْتِدَادِ الصَّوْتِ وَيَجُوْزُ الْبَيَانُ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَةِ فِي الذَّاتِ وَ نَحْوُ اِشَّبَهَ مِثْلُ اِسَّمَعَ وَنَحْوُ اِصَّبَرَ يَجُوْزُ فِيْهِ اِصْطَبَرَ لِاَنَّ الصَّادَ مِنَ الْمُسْتَعْلِيَهِ الْمُطْبِقَةِ وَحُرُوْفُهَا صَطْضَظْ خَغْقَ الْاَرْبَعَةَ الْاُوْلٰى مُسْتَعْلِيَةٌ مُطْبِقَةٌ وَالثَّلٰثَةُ الْاَخِيْرَةُ مُسْتَعْلِيَةٌ فَقَطْ وَالتَّاءُ مِنَ الْمُنْخَفِضَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ طَاءً لِمُبَاعَدَةِ بَيْنَهُمَا وَقُرْبَ التَّاءُ مِنَ الطَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ فَصَارَ اِصْطَبَرَ كَمَا فِي سِتٍّ اَصْلُهُ سُدُسٌ فَجُعِلَ السِّيْنُ وَالدَّالُ تَاءً لِقُرْبِ السِّيْنِ مِنَ التَّاءِ فِي الْمَهْمُوْسِيَةِ وَالتَّاءُ مِنَ الدَّالِ فِي الْمَخْرَجِ ثُمَّ اُدْغِمَ فَصَارَ سِتًّا ثُمَّ يَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الطَّاءِ

صَادًا نَظْرًا اِلٰى اِتِّحَادِهِمَا فِي الْاِسْتِعْلَائِيَةِ نَحْوُ اِصَّبَرَ وَلَا يَجُوْزُ لَكَ
الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الصَّادِ الطَّاءِ صَادًا نَظْرًا اِلٰى اِتِّحَادِهِمَا فِي
الْاِسْتِعْلَائِيَةِ نَحْوُ اِصَّبَرَ وَلَا يَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ ظَاءً لِعَظْمِ
الصَّادِ اَعْنِي لَا يُقَالُ اِطَّبَرَ وَيَجُوْزُ الْبَيَانُ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَّةِ فِي الذَّاتِ
وَنَحْوُ اِضَّرَبَ مِثْلُ اِصَّبَرَ اَعْنِي يَجُوْزُ اِضَّرَبَ وَاِضْطَرَبَ وَلَا يَجُوْزُ
اِطَّرَبَ وَنَحْوُ اِطَّلَبَ يَجِبُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ لِقُرْبِ التَّاءِ مِنَ الطَّاءِ فِي
الْمَخْرَجِ وَنَحْوُ اِظَّلَمَ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الطَّاءِ ظَاءً وَالظَّاءُ تَاءً
لِمُسَاوَاتِ بَيْنَهُمَا فِي الْعَظْمِ وَيَجُوْزُ فِيْهِ فَكُّ الْاِدْغَامِ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَّةِ
فِي الذَّاتِ مِثْلُ اِظَّلَمَ وَاِطَّلَمَ وَاِظْطَلَمَ وَنَحْوُ اِتَّقَدَ اَصْلُهٗ اَوِ تَقَدَ
فَجُعِلَ الْوَاوُ تَاءً لِاَنَّهٗ اِنْ لَمْ تُجْعَلْ تَاءً يَصِيْرُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا
فَيَلْزَمُ حِيْنَئِذٍ كَوْنُ الْفِعْلِ مَرَّةً يَائِيًا نَحْوُ اِيْتَقَدَ وَمَرَّةً وَاوِيًّا نَحْوُ اِوْ
تَقَدَ اَوْ يَلْزَمُ تَوَالِي الْكَسْرَاتِ وَنَحْوُ اِتَّسَرَ اَصْلُهٗ اِيْتَسَرَ فَجُعِلَ الْيَاءُ
تَاءً فِرَارًا عَنْ تَوَالِي الْكَسْرَاتِ وَلَمْ يُدْغَمْ فِي مِثْلِ اِيْتَكَلَ لِاَنَّ الْيَاءَ
لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ يَعْنِي تَصِيْرُ الْيَاءُ هَمْزَةً اِذَا جُعِلَتْهُ ثُلَاثِيًا وَمِنْ ثَمَّ لَا
يُدْغَمُ فِي حَيِيَ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ وَاِدْغَامُ اِتَّخَذَ شَاذٌّ وَيَجُوْزُ الْاِدْغَامُ
اِذَا وَقَعَ بَعْدَ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ مِنْ حُرُوْفِ تَدْزَذْ سَصْضَطَظْ نَحْوُ يَقَتِّلُ
وَيَبَدِّلُ وَيَعَذِّرُ وَيَنَزِّءُ وَيَبَسِّمُ وَيَخَصِّمُ وَيَنَضِّلُ وَيَبَطِّرُ وَيَتَظِّمُ وَلٰكِنْ
لَا يَجُوْزُ فِي اِدْغَامِهِنَّ اِلَّا الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ مِثْلُ الْعَيْنِ لِضُعْفِ
اِسْتِدْعَاءِ الْمُؤَخَّرِ وَعِنْدَ بَعْضِ الصَّرْفِيِّيْنَ لَا يَجِيُّ هٰذَا الْاِدْغَامُ فِي
الْمَاضِي حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِمَاضِي التَّفْعِيْلِ لِاَنَّ عِنْدَهُمْ تُنْقَلُ حَرَكَةُ
التَّاءِ اِلٰى مَا قَبْلَهَا وَتُحْذَفُ الْمُجْتَلَبَةُ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجِيُّ بِكَسْرِ
الْفَاءِ نَحْوُ خِصَّمَ لِاَنَّ عِنْدَهُمْ كُسِرَ الْفَاءُ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ وَعِنْدَ
بَعْضِهِمْ يَجِيُّ الْمُجْتَلَبَةُ نَحْوُ اِخِصَّمَ نَظْرًا اِلٰى سُكُوْنِ اَصْلِهٖ وَيَجُوْزُ

فِي مُسْتَقْبَلِهٖ كَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِهَا كَمَا فِي الْمَاضِي نَحْوُ يَخِصِّمُ وَفِي فَاعِلِهٖ ضَمَّ الْفَاءُ لِلْاِتْبَاعِ مَعَ فَتْحِهَا وَكَسْرِهَا نَحْوُ مُخِصِّمُوْنَ وَيَجِيُ مَصْدَرُهٗ خِصَّامًا بِكَسْرِ الْخَاءِ لَا غَيْرَ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ او لِنَقْلِ كَسْرِ التَّاءِ اِلَى الْخَاءِ وَيَجِيُ خَصَّامًا اِنْ اعتُبِرَتْ حَرْكَةُ الصَّادِ الْمُدْغَمِ فِيْهَا وَيَجِيُ اِخِصَّامًا اِعْتِبَارًا لِسَكُوْنِ الْاَصْلِ وَيُدْغَمُ تَاءُ تَفَعُّلٍ وَتَفَاعُلٍ فِيْمَا بَعْدَهَا بِاِجْتِلَابِ الْهَمْزَةِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ الْاِفْتِعَالِ نَحْوُ اِطَّهَّرَ اَصْلُهٗ تَطَهَّرَ وَاِثَّاقَلَ اَصْلُهٗ تَثَاقَلَ وَلَا يُدْغَمُ فِي نَحْوِ اِسْتَطْعَمَ بِسَكُوْنِ الطَّاءِ تَحْقِيْقًا وَفِي اِسْتِدَانَ تَقْدِيْرًا وَلٰكِنْ يَجُوْزُ حَذْفُ تَائِهٖ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ اِسْطَاعَ يَسْطِيْعُ كَمَا مَرَّ فِي ظَلْتَ وَاِذَا قُلْتَ اِسْتَطَاعَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ يَكُوْنُ السِّيْنُ زَائِدًا كَالْهَاءِ فِي اِهْرَاقٍ اَصْلُهٗ اِرَاقٌ لِاَنَّهٗ مِنَ الْاِرَاقَةِ ثُمَّ زِيْدَتْ عَلَيْهَا الْهَاءُ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ))

''جب باب افتعال کی تاء سے پہلے اتشدذز سشص ضطظوی میں سے کوئی ایک حرف بھی آ جائے تو اس وقت ادغام جائز ہوگا جیسے اِتَّخَذَ اور یہ شاذ ہے اور جیسے اِتَّجَرَ اور اِثَّارَ ثاء کے ساتھ اس میں اِتَّارَ تاء کے ساتھ جائز ہے اس لیے کہ ثاء اور تاء یہ دونوں حروف مہموسہ میں سے ہیں۔ اور حروف مہموسہ سَتَشْحَثُكَ خَصَفَهٗ حروف مہموسہ کی طرف غور وفکر کرنے سے یا نون کا اعتبار کرنے سے یہ ایک ہی جنس سے ہیں۔ تو پس آپ کے لیے تاء کو ثاء اور ثاء کو تاء کر کے ادغام کرنا جائز ہے جیسے اِدَّانَ کہ اس میں دال کے دال میں ادغام کے بغیر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ جب تاء کو دال کیا جائے حروف مہموسہ میں اس کے دال سے دور ہونے کی وجہ سے اور دال کے تاء کے قریب ہونے کی وجہ سے مخرج میں پس اس وقت لازم آئے گا دو حرفوں کا ایک جنس سے ہونا تو پس اس وقت پھر ادغام کر دیا جائے گا۔ جیسے اِذَّكَرَ اس میں اِدَّكَرَ اور اِذْدَكَرَ پڑھنا

جائز ہے اس لیے کہ دال حروف مجہورہ میں سے ہے۔ تو پس تاء کو دال کر دیا گیا جیسا کہ اِدَّان میں ان دونوں میں قرب مخرج کی وجہ سے ہوا۔ پس آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ ان دونوں کے مجہورہ ہونے میں متحد ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے ادغام کریں وہ یہ کہ دال کو ذال کر دیا جائے اور ذال کو دال کر دیا جائے۔ اور ذات کے اعتبار سے ان دونوں میں اتحاد نہ ہونے کی طرف غور کرتے ہوئے بیان (فک ادغام) بھی جائز ہے۔ جیسے اذان مثل اذکر اصل میں اذتان اور اِذْتکر تھے۔ لیکن ادغام جائز نہیں ہے کہ زاء کو دال بنا دیا جائے اس لیے کہ زاء آواز کے لمبا کرنے میں دال سے بڑی ہے رتبہ کے لحاظ سے۔ پس اس وقت پھر گویا کہ ایسا ہوگا کہ بڑے پیالے کو چھوٹے پیالے میں رکھنا، یا اس لیے کہ وہ اِدَّانَ کے مقابل ہے اور جیسے اِسَّمَعَ اس میں ادغام جائز ہے تاء کو سین کرنے کے ساتھ اس لیے کہ سین اور تاء حروف مہموسہ میں سے ہیں۔ لیکن اس میں سین کو تاء کر کے ادغام کرنا جائز نہیں ہے۔ سین کے بڑا ہونے کی وجہ سے تاء سے آواز کے لمبا ہونے میں۔ اور عدم جنسیت یعنی جب دو حرف ہم جنس نہ ہوں باعتبار ذات تو وہاں پر اظہار فک ادغام کے ساتھ جائز ہے۔ جیسے اِشَّبَهَ اِسَّمَعَ کی طرح ہے۔ اور جیسے اِصَّبَرَ اس میں اِصْطَبَرَ جائز ہے، اس لیے کہ صاد حروف مستعلیہ مطبقہ میں میں سے ہے۔ اور ان کے حروف صطضظ خغق ان میں سے پہلے چار مستعلیہ مطبقہ ہیں اور آخری تین مستعلیہ ہیں فقط اور تاء حروف منخفضہ میں سے ہے۔ پس تاء کو طاء کر دیا گیا ان دونوں کے درمیان باہم دوری کی وجہ سے اور تاء کے طاء سے مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے تو اِصْطَبَرَ ہو گیا۔ جیسے کہ سِتٌّ میں ہے کہ اس کی اصل سُدُسٌ ہے۔ پس سین کو اور دال کو تاء کر دیا گیا ہے سین کے طاء سے قریب ہونے کی وجہ سے مہموسہ ہونے میں اور تاء کے قریب ہونے سے دال سے مخرج میں قریب ہونے میں۔ پھر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا گیا تو سِتٌّ ہو گیا پھر آپ کے لیے یہ

بھی جائز ہے کہ طاء کو صاد کر کے ادغام کر دیں ان دونوں کے حروف مستعلیہ ہونے میں متحد ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ ان کی ادائیگی میں صفت استعلاء (زبان اوپر کو اٹھتا) موجود ہے، جیسے اِصَّبَرَ اور آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ آپ صاد کو طاء کر کے ادغام کریں یہاں یہ ممانعت صاد کے بڑا ہونے کی وجہ سے یعنی اِطَّبَرَ نہیں کہا جائے گا اور متحد فی الذات باعتبار جنس کے نہ ہونے کی وجہ سے اظہار جائز ہے جیسے اِضَّرَبَ اِصَّبَرَ کی طرح ہے۔ یعنی اِضَّرَبَ اور اِضْطَرَبَ جائز ہے۔ اور اِطَّرَبَ جائز نہیں اور اَطَّلَبَ جیسی مثال میں ادغام واجب ہے تاء کے طاء سے قریب ہونے کی وجہ سے مخرج میں اور جیسے اِظَّلَمَ اس میں بھی ادغام جائز ہے۔ طاء کو ظاء کر کے اور ظاء کو تاء کر کے ان دونوں بڑا ہونے کے لحاظ سے برابر ہونے میں اور باعتبار ذات کے جنسیت نہ ہونے کی وجہ سے فک ادغام بھی جائز ہے جیسے اِظَّلَمَ، اِطَّلَمَ اور اِظْطَلَمَ اور اتَّقَدَ کہ اس کی اصل اِوْ تَقَدَ ہے۔ پس واؤ کو تاء کر دیا گیا اس لیے کہ اگر اس واؤ کو تاء سے نہ بدلیں گے تو یہ اپنے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل جائے گی تو پس اس وقت فعل کا کبھی یائی ہونا لازم آئے گا جیسے اِیْتَقَدَ اور کبھی واوی ہونا لازم آئے گا جیسے اِوْ تَقَدَ یا لگاتار کسرات کا آنا لازم آئے گا جیسے اِتَّسَرَ کہ اس اصل اِیْتَسَرَ ہے، پس یاء کو تاء کر دیا گیا توالی کسرات سے بچنے کے لیے اور اِیْتکل کی مثل میں ادغام نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ یاء لازمہ نہیں ہے یعنی یاء ہمزہ ہو جائے گی جب اس کو ثلاثی بنایا جائے گا اور اسی وجہ سے حیی میں ادغام نہیں کیا جائے گا۔ بعض لغات میں (بعض اہل صرف کے نزدیک) اور اِتَّخَذَ کا ادغام شاذ ہے۔ اور جب تائے افتعال کے بعد ان حروف یعنی **ت د ذ ز س ص ط ظ** میں سے کوئی حرف واقع ہو جائے تو ادغام جائز نہیں ہوگا جیسے یَقْعِلُ، یَبَدِّلُ، یَعَذِّرُ، مَنَزِّعُ، یَبَسِّمُ، یَخَصِّمُ، یَنَصِّلُ، یَبَطِّرُ اور یَتَظِّمُ وغیرہ ان میں ادغام جائز نہیں ہے مگر ادغام اس وقت ہوگا کہ جب تا کر دیا جائے عین کی مثل

مؤخر کی استدعاء کے ضعف کی وجہ سے اور بعض اہل صرف کے نزدیک یہ ادغام ماضی میں نہیں آئے گا تا کہ ماضی کا تفعیل کے ساتھ التباس نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک تاء کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور وہ حرکت جو کہ اس سے استغناء کی وجہ سے داخل کی گئی تھی وہ حذف ہو جائے گی اور بعض اہل صرف کے نزدیک فاء کے کسرہ کے ساتھ آئے گا جیسے خِصَّمَ اس لیے کہ ان کے نزدیک فاء کا کسرہ التقائے ساکنین کی وجہ سے ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس حرکت کو لایا جائے گا جو کہ اس سے استغناء کے لیے داخل کی گئی تھی، جیسے اَخَصَّمَ اس کے اصل کے ساکن ہونے کی طرف غور کرتے ہوئے۔ اور اس کے مستقبل میں فاء کے کسرہ کے ساتھ اور اس کے فتحہ کے ساتھ بھی جائز ہے جیسا کہ ماضی میں تھا جیسے یَخَصِّمُ اور اس کے فاعل میں فاء کے ضمہ کے اس کے فتحہ کی اور اس کے کسرہ کی اتباع کی وجہ سے جیسے مُخِصِّمُوْنَ مُخَصِّمُوْنَ اور اس کا مصدر خِصَّامًا آئے گا خاء کے کسرہ کے ساتھ نہ کہ التقائے ساکنین کے علاوہ کی وجہ سے یا تاء کے کسرہ کو خاء کی طرف نقل کرنے کی وجہ سے اور خِصَّامًا آئے گا اگر اس میں مدغم صاد کی حرکت کا اعتبار کیا جائے اور اصل سکون کے اعتبار سے اِخِصَّامًا آئے گا۔

باب تفعل اور تفاعل کی تا کا ادغام کیا جائے گا اس میں جو کہ اس کے بعد ہوگا ہمزہ داخل کرنے کے ساتھ تا کہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے جیسے کہ باب افتعال میں گذرا، مثال اِطَّهَّرَ اس کی اصل تَطَهَّرَ ہے اور اِثَّاقَلَ اس کی اصل تَثَاقَلَ اور اِسْتَطْعَمَ کی طرح مثال میں کہ جس میں طاء ساکن ہو اس کی بات کی تحقیق ہے کہ اس میں ادغام نہیں کیا جائے گا اور اِسْتِذَان میں تقدیراً ادغام نہیں کیا جائے گا اور لیکن اس کی تاء کو بعض جگہوں میں حذف کرنا جائز ہے، جیسے اِسْطَاعَ، یَسْطَاعُ جیسا کہ اطلت میں گذرا اور جب آپ اَسْطَاعَ کہیں ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ تو اس وقت سین زائد ہوگا، اس ہاء کی طرح کہ جو اھراق

میں ہے کہ جس کی اصل اراق ہے اس لیے کہ وہ الاراقۃ سے ہے پھر اس پر ہاء
کو زائد کیا گیا خلاف قیاس۔"

تشریح: من حروف۔ بہرحال ان حروف کے ساتھ باب افتعال کی تاء کو بدل دیا جاتا ہے اس قربت کی وجہ سے جو کہ ان کو مخارج میں حاصل ہے اور صفات میں باہم مدد کرنے کی وجہ سے پس انہوں نے ان کو بدل دیا ان مقارب کی طرف کہ جن کو ان کی صفت کے ساتھ موافقت ہے۔

اِتَّخَذَ: یہاں سے غرض ہمزہ کی نظیر کو بیان کرنا ہے اور اس کی اصل اِءْ تَخَذَ بروزن اِفْتَعَلَ ہے شروع میں دو ہمزوں کے ساتھ تو پس دوسرے ہمزہ کو تاء سے بدل دیا گیا، پھر اس تاء کا تائے افتعال میں ادغام کر دیا گیا۔

شَاذٌّ: اس لفظ کو لانے سے غرض اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اِتَّخَذَ جیسے کلمات میں ادغام شاذ ہے۔ جب آپ کہیں کہ وہ الاخذ ہے اس لیے کہ اس کی اصل اِءْ تَخَذَ ہے اس کے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا اس ساکن ہونے اور اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے تو پس اِیْتَخَذَ ہو گیا پھر اس یاء کو جو کہ ہمزہ سے بدل کرائی ہے اس کو تاء سے بدل دیا گیا پھر اس تاء کا باب افتعال کی تاء میں ادغام کر دیا گیا۔ تو یہ شاذ ہے اس لیے کہ تبدیل شدہ حرف کو تاء کرنا شاذ ہے جبکہ شرط یہ ہے کہ وہ حرف اصلی ہو اور وہ تاء جس کے متعلق اعراض کر رہے ہیں وہ اصلی نہیں ہے اور جب آپ یہ کہیں کہ تخذ سے ہے تو یہ بات قیاس کے باطل موافق ہے اور وہ شاذ نہیں ہے۔

اِثَّارَ: یہ اصل میں اِثْثَارَ تھا تو باب افتعال کی تاء کے بعد ثاء موجود تھی تو اس کو تاء سے بدل دیا تو اِتْثَارَ ہو گیا اور اب تائے اول کا تائے ثانی میں ادغام کر دیا۔ تو اِثَّارَ ہو گیا۔

اَلْمَهْمُوْسَةُ: یہ ہمس سے مشتق ہے کہ جس کا مطلب ہے نرم آواز دینا تو پس مہموسہ سے مراد وہ حروف ہوئے کہ جن کی ادائیگی میں نرم آواز نکلتی ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان کی ادائیگی کے وقت سانس منقطع نہیں ہوتا حرکت کے باوجود۔

سَتَشْحَنُكَ خصفه: ان حروف کے مجموعہ کے علاوہ بھی کسی دوسرے مجموعہ میں بھی ان کو جمع کیا گیا ہے۔ جیسے سکت فحثه شخص تو پس مذکورہ بالا اول جو ہے وہ ان سے زیادہ مختصر ہے۔ سوائے اس بات کے کہ دوسرا مجموعہ احسن ہے۔ اس لیے کہ اس کا معنیٰ سمجھا جاتا ہے اور وہ ظاہر ہے اور کہا گیا ہے کہ پہلے مجموعہ کا معنیٰ بھی ہے اس لیے کہ الشحث کہتے ہیں کسی مسئلہ میں اِلحَاح (آہ وزاری) کرنا اور خصفۃ کسی عورت کا نام ہے اور اس کا معنیٰ ہے تجھ پر یہ عورت روتی ہے۔

نَظْرًا اِلَی الْمَهْمُوْسَةِ: ان الفاظ سے غرض یہ بات بتانا ہے کہ اگر چہ ان کی ات اور ان کے مخارج کی طرف نظر کرنے سے ایک جنس سے نہ ہوں۔

لِبُعْدِهَا: یہ اِدَّانَ کے متعلق بتا رہے کہ یہ اَلْاِدْتَانِ سے ہے جس کا معنیٰ ہے قیمت طلب کرنا اس کی اصل ادتان ہے۔ پس تائے افتعال کو دال سے بدل دیا گیا پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا گیا۔

اِذَا جُعِلَتِ التَّاءُ دَالًا: یہاں سے یہ بات بتا رہے ہیں کہ تاء کو دال اس وجہ سے کیا گیا کہ ان دونوں کے درمیان بُعد (دوری) موجود تھا۔ اس لیے کہ دال مجہورہ ہے اور تاء مہموسہ ہے۔

پس ان دونوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کراہت لازم آتی تو اس وجہ سے دال سے بدل دیا گیا تاء کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے دال کے مخرج کے اور لیکن اس کا عکس نہیں کیا بایں طور کہ دال کو تاء کر دیا جاتا اگر بعد تو اس طریقے سے بھی دور ہو جاتا مگر یوں نہیں کہا گیا اس لیے دال اصل ہے اور قوی ہے اور تاء زائدہ ہے اور اصلی زائدہ سے اقویٰ ہوتا ہے پس زائدہ کو مثل اصلی کے کرنا اولیٰ ہے اس کے عکس سے۔

لِبُعْدِها: یہاں سے بعد کا اثر بیان کر رہے ہے کہ دو حروف کے درمیان صفت کے اندر بعد ان دونوں کی وجہ تلفظ کی تنگی کو واجب کر دیتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے ایک کو بدلنے کے ساتھ اس بعد کو دور کرنا واجب تھا تا کہ تلفظ آسان ہو جائے۔ اور انہوں نے تاء کو ایک ایسے حرف سے بدل دیا جو کہ اس کا ماقبل صفت میں موافق ہے۔ یعنی دال کہ

جس سے بعد اور تنافر کی نفی کا ارادہ کیا گیا ہے۔

وَنَحْوُ اِذَّكَرَ: یہ مثال ہے باب افتعال میں ف کلمہ کے مقابلہ میں ذال کے پائے جانے کی۔ اس کی اصل اِذْتَكَرَ ہے کہ الذکر سے باب افتعال بنایا گیا تو پھر تائے افتعال کو دال سے بدل دیا گیا پھر دال کو ذال سے بدل دیا گیا اس کے بعد ذال اصلی کا ذال مبدل میں ادغام کر دیا گیا۔

اِدَّكَرَ: اس کی بھی اِذَّكَرَ کی طرح وضاحت کرنا ہے کہ یہ دال مہملہ یعنی بغیر نقطوں کے ہے پہلی دال کو دوسری کی طرف بدلنے کے ساتھ کہ اصل میں تھا اذدکر یہاں پر ذال کو دال کر کے ادغام کر دیا یعنی پہلی کو دوسری کی طرح کر دیا کہ جس طرح اذکر میں تھا کہ دوسری کو پہلی کی طرح بدل دیا خلاف قیاس لیکن پہلی کو دوسری سے بدلنا زیادہ افضل ہے، کیونکہ وہ قیاس کے موافق ہے جیسا کہ قرآن میں بھی آیا ہے، وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ. اور اس کو اِذْدَكَرَ پڑھنا بھی جائز ہے۔ یعنی فَكِّ ادغام کے ساتھ۔

وَالْبَيَانُ: اس مراد اظہار ہے یعنی فَكٌّ ادغام مراد یہ ہے کہ ادغام کے بغیر پڑھنا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

عَدَمِ اِتِّحَادِهِمَا: ان کے متحد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذال ایک حرف ہے اور دال دوسرا حرف ہے۔

نحو ازان: یہ مثال اس لیے لائی گئی ہے کہ اگر باب افتعال کے فاء کلمہ میں زاء ہو ازان سے الزینۃ سے ہے اور اس کی اصل ازتان ہے۔ پس تاء کو دال سے بدل دیا گیا پھر دال کو زا سے بدلنے کے بعد زا میں ادغام کر دیا گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ انہوں نے تاء کو پہلے دال سے بدلا اور زاء سے نہیں بدلا اس لیے کہ تاء اور دال ایک ہی مخرج سے ہیں جبکہ تاء اور زاء ایک مخرج سے نہیں ہیں۔ اس لیے کہ تاء طرف لسان (زبان کے کنارہ) اور ثنایا علیا (اوپر والے دو دانتوں کی جڑ) سے ادا ہوتی ہے۔ اور زاء طرف لسان اور ثنایا سے ادا ہوتی ہے۔

بِجَعِلٍ: ان الفاظ سے غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بات جائز نہیں ہے کہ ازان میں

ادان کہا جائے۔

اِمْتِدَادِ الصَّوْتِ: مذکورہ الفاظ میں الفاظ کے لمبا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زاء حروف صفیرہ میں سے اور وہ حروف صاد، زاء اور سین ہیں اور صفیر دراصل نقارے کی آواز کو کہتے ہیں۔ پھر یہ اصلاح کے لحاظ سے نرم آواز میں استعمال کیا جانے لگا، یہاں نرم آواز سے مراد وہ آواز ہے کہ جو آدمی کے دانتوں کی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔

اَوْ لِاَنَّهٗ یُوَازِی: اس عبارت کا عطف لِاَنَّ الزَّاءَ اَعْظَمُ پر ہے۔

اِسَّمَعَ: یہ الاستماع سے ہے جس کا معنی ہے کان لگانا یعنی توجہ سے سننا۔ اس کی اصل اِسْتَمَعَ تو تاء کو سین کی طرف بدل دیا گیا اور پھر سین کا سین میں ادغام کر دیا گیا۔

بِجَعْلِ السِّیْنِ: یہاں سے سین کو تاء سے نہ بدلنے کی وجہ کو بیان کرتے ہیں اور وہ وجہ یہ ہے کہ سین حروف تصغیر میں سے ہے۔ پس اس کا ادغام جائز نہیں اس لیے کہ اس صورت اس کے صفیریہ میں ہونے کی صفت ختم ہو جائے گی۔

وَیَجُوْزُ: ان الفاظ کو اس لیے لاتے ہیں تاکہ یہ خبر ہو جائے کہ بغیر ادغام کے بھی درست ہے اور جائز ہے یعنی اِسْتَمَعَ کہا جائے۔

اِشَّبَهَ: اس کی اصل اِشْتَبَهَ ہے۔ پس تاء کو سین کر دیا گیا اور شین کو شین میں ادغام کر دیا گیا اس لیے کہ تاء اور سین مہموسہ میں سے ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ شین کو تاء کیا جائے۔

اِصَّبَرَ: یہ نظیر ہے کہ اگر باب افتعال کے فاء کلمہ میں صاد ہو۔ یعنی جب تاء افتعال سے پہلے صاد ہو تو اس تاء کو طاء سے بدل دو اگر تم چاہو کہ ادغام کریں تو پھر طاء کو صاد سے بدل دو اور صاد کو صاد میں مدغم کر دو تو اِصَّبَرَ ہو جائے گا اگر چاہو تو اس کا اظہار کر دو جیسے اِصْطَبَرَ اس لیے کہ اس کی اصل اِصْتَبَرَ باب افتعال ہے ثلاثی میں مصدر الصبر ہے۔

لِاَنَّ الصَّادَ: یہ الفاظ ایک سوال مقدر کا احتمال رکھتے ہیں اور سوال مقدر شاید ہو کہ اگر باب افتعال کا فاء کلمہ صاد ہو تو پھر ابتداء یعنی پہلی مرتبہ ہی اس کو (تاء) کو صاد سے کیوں نہیں بدلا گیا۔ تو ان الفاظ سے (لِاَنَّ الصَّادُ) سے جواب ذکر کر دیا جو کہ ترجمہ

میں موجود ہے۔

اَلْمُسْتَعْلِیَہ: اِسْتِعْلَا کہتے ہیں کہ زبان کا تالو کی طرف اٹھنا اطباق کیا جائے یا نہ کیا جائے اور حروف مستعلیہ وہ ہیں کہ جن کی ادائیگی کے وقت زبان کی طرف اٹھتی ہے اور مطبقہ اسے کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ تالو پر اطباق کیا جائے۔

وَالتَّاءُ: یہ الفاظ ایک سوال مقدر کا احتمال رکھتے ہیں اور وہ سوال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ حروف مستعلیہ سے تاء کو طاء سے بدلنے کے لیے کیوں معین کیا گیا پس اس نے جواب دیا کہ تا حروف منخفضہ میں سے ہے جبکہ انخفاض اور استعلاء میں منافات ہیں اور منافات کا ہونا ناپسندیدہ ہے تو پس تاء کو دو وجوں سے طاء سے بدلا گیا ایک تو یہ تاء سے طاء کا مخرج قریب ہے یعنی ان دونوں مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے اور دوسری ان کی موافقت سے صا اور طاء کے مہملہ ہونے میں یعنی بغیر نقطے کے ہونے میں اور استعلاء اور اطباق میں تو پس اس طرح اِصْطَبَرَ ہو گیا۔

اَلْمُنْخَفِضَۃ: حروف منخفضۃ وہ ہیں کہ جس حروف کی ادائیگی کے وقت زبان تالو کی طرف نہ اٹھے ان حروف کے علاوہ سب حروف مستعلیہ ہیں۔

کَمَا: اس سے غرض تشبیہ دینا ہے دال کے تاء کرنے میں یعنی تاء کو اِصْتَبَرَ میں طاء کر دیا جائے گا اس علت کی وجہ سے کہ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح سِتٌّ میں دال کو تاء کیا گیا ہے اس علت کی وجہ سے اور وہ یہ ہے کہ آخری سین کو مہموسہ ہونے میں قربت کی وجہ سے تاء کر دیا گیا اور پھر دال اور تاء اکٹھے ہو گئے اور وہ دونوں متضاد ہیں۔ اس لیے کہ دال مجہورہ میں سے ہے اور تاء مہموسہ میں سے ہے۔ پس ان میں سے کسی ایک کا بدلنا ضروری ہو گیا اس حرف کی طرف کہ جو اس کے مخرج میں موافق ہو۔ تو پس انہوں نے دال کو تاء سے بدل دیا اور پہلے کا دوسرے میں ادغام کر دیا۔ پس یہ سِتٌّ ہو گیا۔

سِتٌّ: اس پر ہونے والا ایک اعتراض اور اس کا جواب اعتراض یہ ہے کہ یقیناً صاحب کتاب نے پہلے یہ بات کہی ہے کہ امتداد صوت میں سین کے بڑا ہونے کی وجہ سے سین کو تاء سے بدلا جائز نہیں ہے تو اسی وجہ اِتَّمَعَ نہیں کہا جائے گا اِسْتَمَعَ سے تو پس

اسی وجہ سے یستٌّ میں بھی سین کو تاء سے نہ بدلا جائے اگرچہ ان میں سے ہر ایک مہموسہ میں سے ست میں صفر کے چلے جانے کی وجہ سے پس یستٌّ میں قلب شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے خلاف قیاس ہوگا اور وہ یہ ہے کہ مقیس علیہ معقول المعنیٰ ہو تو جواب میں کہا کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ قیاس بلکہ تشبیہ اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو ہم کہیں گے قیاس مخرج اور مہموسیۃ کے اتحاد کے اعتبار سے ہے اور وہ عام ہے اور اس صورت میں سین کا تاء کرنا لازم نہیں ایک معین وجہ پر تو پس وہ قادح نہیں ہوگا۔

اَصْلُہٗ سُدُسٌ: یہاں پر اس کی اصل کو اس لیے بیان کیا ہے کہ اس کی جمع اسداس آتی ہے اور اس کی جمع سُدَیْس آتی ہے۔

سِتًّا: گویا لفظ مثال ہے ممثل لہ کے لیے کہ جائز ہے اگر بدل دیا جائے تاء کو طاء سے کہ جس طرح اِصْطَبَرَ میں ہوا۔

لِعَظْمِ الصَّادِ: یعنی آواز کے لمباء ہونے کی وجہ سے پس اس کا ادغام جائز نہیں تاکہ اس کا صفر باطل نہ ہو جائے۔

اِطَّبَرَ: اس ماقبل عبارت سے مراد یہ ہے کہ یہاں ادغام کو چھوڑ دیا جائے گا جیسے اِصْطَبَرَ۔

اِضَّرَبَ: یہ مثال ضاد معجمہ یعنی نقطے والی ضاد کی مثال ہے۔ اس لیے کہ صاد اور ضاد دو حرف ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ادغام جائز ہے۔ اس لیے کہ اس کی اصل اِضْتِرَابٌ ہے۔ پھر تائے افتعال کو طاء سے بدل دیا گیا اس لیے کہ ضاد حروف مطبقہ میں سے ہے طاء کی طرح تو تائے افتعال کو ضاد سے بدل دیا گیا اور پھر ادغام کر دیا یعنی اِضَّرَبَ اور اِضْطَرَبَ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔

اِطَّرَبَ: یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ اِطَّرَبَ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ یعنی ضاد معجمہ کو طا مہملہ سے بدلنے کے ساتھ اس لیے کہ ضاد میں جو استطالت ہے وہ اس کے علاوہ حروف میں سے کسی میں نہیں ہے۔ تو جو پس اس کو طاء سے بدلنا ادغام کی غرض سے اس کی فضیلت کو باطل کرنا ہے۔

اِطَّلَبَ: یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ یہ اصل میں اِطْتَلَبَ تھا تو اس میں تائے افتعال کو طاء کر کے طاء کا طاء میں ادغام کرنا جائز ہے یعنی اِطَّلَبَ پڑھنا جائز ہے۔

اِظَّلَمَ یَجُوْزُ: یہ طاء معجمہ کی مثال ہے کہ اس کی اصل اِظْتَلَمَ ہے اس لیے کہ یہ افتعل الظُّلْمُ سے الاضطلام اور الاظلام جس کا مطلب ہے ظالم کا گردن مارنا یعنی طاء مہملہ کو ظاء کرنا جو کہ اصل میں تاء سے بدلی ہوئی ہے۔

اِنْ لَمْ تُجْعَلْ تَاءً: یہاں اِوْ تَقَدَ میں واؤ کو تاء سے بدلنے کی وجہ بتانا مقصود ہے کہ اگر واؤ کو تاء سے نہیں بدلیں گے تو واؤ یاء سے بدل جائے گی اپنے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے ماضی کی حالت میں جیسے اِیْتَعَدَ تو یقیناً مصدر میں اِیْتِعَادُ ہو جائے گا تو پس لازم آئے گا لگا تار کسرات کا جمع ہونا اور یہ بہت ثقیل معاملہ ہے پس واؤ کو تاء کر کے تاء کا تاء میں ادغام کر دیا اِتَّقَدَ، اِتَّعَدَ ہو گیا۔

فِرَارًا عَنْ تَوَالِي الْكَسْرَاتِ: یہاں توالی کسرات سے فرار کی وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ ان سے فرار کی اختیار کرنے کی یہ وجہ ہے ''کہ یاء بمنزل دو کسروں کے ہے اپنے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ خاص کر اپنے مصدر میں دوسرے کسرہ کو زیادہ کیا جائے گا پھر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا جائے تو اِتَّسَر ہو جائے گا۔

وَلَمْ يُدْغَمْ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے۔ اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ ایتکل مثل اِتَّسَرَ کے ہے تو پھر اس کی یاء کو تاء کر کے ادغام کیوں نہیں کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ ایتکل کی مثل کلمہ میں ادغام نہیں ہوگا اس لیے کہ یاء لازمہ نہیں ہے بلکہ وہ ہمزہ سے بدل کر آئی ہے یعنی یہاں پر ادغام کا ممتنع ہونا اس وجہ سے ہے کہ ہمزہ اصلی کی رعایت رکھتے ہوئے یاء کو تاء کر کے ادغام کرنا ممتنع ہے اور یاء کا ہمزہ سے بدلا ہوا ہونا غیر لازمی ہے۔ اس حیثیت سے کہ اگر اس ''یہ کو ثلاثی مجرد کی طرف لوٹایا جائے تو یہ درحقیقت اَكَلَ يَاْكُلُ ہے۔ وَمِنْ ثُمَّ سے یہ بتا رہے ہیں کہ اسی وجہ سے غیر لازم کا کوئی اعتبار نہیں۔

لَا يُدْغَمُ: یہاں ادغام کی نفی بعض اہل صرف کے نزدیک ہے اور وہ اس لیے کہ

دوسری یاء مضارع میں الف سے بدلی ہوئی ہے اپنے متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ وہ سمع کی حد سے ہے جبکہ بعض دوسروں کے نزدیک ماضی میں ایک ہی کلمہ میں دو یاؤں کے جمع ہونے کی وجہ سے ادغام کیا جائے گا جبکہ مضارع میں ادغام ہوگا حیی کے اندراس لیے کہ آخری یاء غیر لازمہ ہے کبھی گر جاتی ہے۔ جمع میں جیسے حیوا، اور کبھی یہ الف سے بدل جاتی ہے۔ جیسے یحی۔

اِدْغَامُ اِتَّخَذَ: یہاں ایک سوال کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اتخذاور ایتکل الاخذ اور الاکل سے ہیں۔ اور وہ دونوں مہموز الفاء ہیں۔ تو پھر اتخذ میں کیوں ادغام کیا گیا اور اِیْتَکَلَ میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا تو صاحب کتاب نے اپنے قول وَاِدْغَامُ اِتَخَذَ سے جواب دیا کہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اگرچہ ادغام فصیح ہے اس کے فصیح کلام میں موجود ہونے کی وجہ سے۔ اور شذوذ فصاحت کے منافی نہیں ہوتے۔

یَقَتِّلُ: اس کی اصل باب افتعال سے یقتتل ہے تاء افتعال کے بعد تاء واقع ہوئی تو دونوں آپ میں ادغام کردیا تو یَقَتِّلُ ہو گیا۔

یَبَدِّلُ: اس کی اصل یَبْتَدِلُ میں تاء کو دال کردیا اس کے دال سے دور ہونے کی وجہ سے مجہوریت میں اور تا مہموسیہ ہے۔ اور دال مجہوریہ ہے تو پس دونوں میں دوری پیدا ہوگئی اور اہل عرب اس طرح کے بُعد والے کلمات کے جمع ہونے کو مکروہ (ناپسند) سمجھتے ہیں، اور تاء دال کے مخرج کے قریب ہے اس لیے کہ دونوں زبان کے کنارے اور ثنایا کی جڑ سے ادا ہوتے ہیں۔ تو اس کو دال سے بدل دیا ہم جنس کرنے کی غرض سے اور دال میں ادغام کردیا گیا تو یَبَدِّلُ ہو گیا الابتدال سے بمعنی تبدیل کرنا۔

یَبَسِّمُ: اس کی اصل یَبَسِّمُ ہے۔ اِبْتَسَمَ سے پس تاء کو سین سے بدل دیا پھر سین کو سین میں مدغم کردیا تو یَسَبِّمُ ہو گیا۔

یَنَصِّلُ: اصل میں یَنْفَصِلُ تھا تو تاء کو ضاد کیا اور پھر ضاد کا ضاد میں ادغام کردیا تو یَفَصِّلُ ہو گیا۔

یَبَطِّرُ: یہ اصل میں یَبْطَتِرُ تھا۔ تو تائے افتعال کو طاء کیا اور پھر طاء کا طاء میں

ادغام کر دیا تو یَبَّطِرُ ہوگیا۔

یَنَّظِمُ: یہ اصل میں یَنْتَظِمُ تھا تاء کو ظاء کیا گیا اور ظاء کا ظاء میں ادغام کیا گیا تو یَنَّظِمُ ہوگیا۔

اِدْغَامُهُنَّ: اس میں هُنَّ ضمیر کا مرجع مذکورہ حروف ہیں۔

لِضُعْفِ اسْتِدْعَاء: یہ عبارت احتمال رکھتی ہے اس بات کا کہ یہ اضافة المصدر الی الفاعل کی طرف سے ہو اور مفعول متروک کو ذکر کیا گیا ہو یا اضافة المصدر الی المفعول کے باب سے ہو اور فاعل متروک کو ذکر کیا گیا ہو مگر یہاں پر وہ جائز نہیں مگر دوسرا اس لیے افتعال کا عین کلمہ اصل ہے نہ کہ تاء پس غیر اصل کو اصل کے تابع بنا دیا گیا۔ اور یہ اولیٰ ہے اس کے عکس سے۔

حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ: یہاں سے التباس کا بیان ہے کہ تفعیل سے ماضی قتل کے وزن پر آتی ہے اگر باب افتعال سے اقتتل میں دو تاؤں کے اجتماع کی وجہ سے ادغام جائز ہوتا تو پھر وہ پہلی تاء کی حرکت کو فاء کی طرف نقل کرنے سے ہی ہوتا تو فاء متحرک بالفتحہ ہو جاتی اور اس وقت پھر اس ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا جو کہ ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا تھا تو پس قَتَّلَ ہو جاتا تو پھر باب افتعال کی ماضی کا باب تفعیل کی ماضی کے ساتھ التباس لازم آتا اور التباس فساد کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے۔ تو پس محض تخفیف کی غرض سے ایسا نہیں کیا جائے گا۔

خِصَّمَ: اس مثال سے یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب اِخْتَصَمَ میں تاء اور صاد کے درمیان ادغام جائز ہے تو تاء کو ساکن کرنا لازم ہوگا۔ حرکت کے حذف کرنے سے بغیر نقل کیے اس کے ماقبل کی طرف تو التباس مذکور دفع ہوگیا تو اس وقت خاء اور تاء کے درمیان اجتماع ساکنین لازم آئے گا پس خاء کو کسرہ کی حرکت دی جائے گی نطق (پڑھنے) کی ضرورت کی وجہ سے اس لیے کہ جب کسی ساکن کو حرکت دی جائے تو اس کو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے تو اس صورت میں اس ہمزہ سے استغناء حاصل ہوگیا کہ جس کی وجہ سے وہ ہمزہ داخل کیا گیا تھا۔ تو اس کو حذف کر دیا گیا۔ تو خِصَّمَ، ہوگیا۔

لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ: جن دو حروف میں التقائے ساکنین ہوا ہے ان کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک خاء ساکنہ ہے اور دوسرا حرف مدغم ہے اس لیے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے۔ تو پس اس ہمزہ سے استغناء حاصل ہو گیا کہ جس کو ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے شروع میں داخل کیا گیا تھا۔ تو اب ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

يَخَصِّمُ: یعنی خاء کے فتحہ کے ساتھ اور اس کی اصل اِخْتَصَمَ ہے۔ پس تاء کو صاد میں مدغم کر دیا گیا۔ اس کی حرکت فاء کی طرف نقل کر دینے کے بعد پس اس ہمزہ کو حذف نہیں کیا گیا جو کہ داخل کیا گیا تھا اس کے یعنی فاء کے اصل میں ساکن ہونے کی وجہ سے اور حرکت عارضی ہے باعتبار فاء کی حرکت کے اس کی طرف نقل کرنے کے۔ تو پس وہ داخل شدہ ہمزہ حذف نہیں کیا گیا۔

فِي مُسْتَقْبِلَةٍ: یعنی حروف مذکورہ میں سے کوئی ایک حرف تائے افتعال کے بعد مستقبل میں واقع ہو جائے۔

يَخَصِّمُ: اس کی اصل يَخْتَصِمُ ہے۔ پس تاء کی حرکت کو خاء کی طرف نقل کیا گیا پھر تاء کو صاد سے بدل دیا گیا پھر صاد کا صاد میں ادغام کر دیا گیا تو خاء کے فتحہ کے ساتھ يَخَصِّمُ ہو گیا اور اسی پر ایک قرآۃ ہے کہ جس نے يَخَصِّمُوْنَ خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے تاء کی حرکت خاء کی طرف نقل نہیں کی بلکہ تاء ساکن ہوتی ہے۔ پھر تاء کو صاد سے بدل دیا گیا اور اس کے بعد صاد کا صاد میں ادغام کر دیا گیا پھر خاء کو کسرہ دے دیا گیا التقائے ساکنین سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور اس صورت وہ قرأۃ ہے کہ جس نے خاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا يَخِصِّمُوْنَ۔

خِصَّامًا: اس کی اصل اِخْتِصَامًا ہے۔ تاء کو صاد سے بدلا گیا تو اِخْصِصَامًا ہو گیا پھر تاء سے بدلی ہوئی صاد کی حرکت کو حذف کر دیا گیا پھر اول صاد کا ثانی میں ادغام کر دیا، پھر التقائے ساکنین درمیان خاء اور صاد مدغمہ کے درمیان لازم آنے کی وجہ سے خاء کو کسرہ کی حرکت دی گئی پھر ہمزہ کو اس استغناء حاصل ہو جانے کی وجہ سے حذف کر دیا

گیا۔ خِصَّامًا ہوگیا۔

اَلْمُدْغَمُ فِیْهَا: یہاں یہ بات بتارہے ہیں کہ بعض مقامات اِخَصَّامًا پڑھا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہاں پر صاد مدغمہ کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ ساکن معدوم کی طرح ہی ہے تو پس وہ حاجز (مانع) نہیں بنے گا۔ پس خاء کی فتحہ اس کے تابع ہوگی۔

السکون الاصل: یہاں سے یہ بات بتارہے ہیں کہ خاء میں اصل سکون ہے اور کسرہ اور فتحہ عارضی ہیں۔ اس اعتبار سے کہ فتحہ اخف حرکت ہے یا اس لیے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے۔ تو پس جب خاء پر حرکت عارضہ تھی تو اس ہمزہ کو حذف نہیں کیا گیا جو کہ ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا تھا۔

فِیْمَا بَعْدَهَا: یعنی اس تاء کے مابعد میں ان مذکورہ حروف میں سے کوئی حرف ہو تو اس تاء کو اس حرف کی مثل ہی کردیا جائے گا۔

اِطَّهَّرَ: اس کی اصل تَطَهَّرَ تھی تو تاء کو طاء سے بدلا گیا ان دونوں کے مخرج کے قرب کی وجہ سے پھر طاء کا طاء میں ادغام کردیا گیا پھر ہمزہ وصلی کی ضرورت پیش آئی تو ابتداء بسکون محال ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصلی شروع میں لائے۔ تو اِطَّهَّرَ ہوگیا۔

اِثَّاقَلَ: اس کی اصل تَثَاقَلَ ہے۔ تو تاء کو ثاء کیا پھر ثاء کا ثاء میں ادغام کیا پھر ابتداء بالسکون محال ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصلی شروع میں داخل کردیا گیا۔ اِثَّاقَلَ ہوگیا۔

اِسْتَطْعَمَ: یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ اس میں آپ نے قلب اور ادغام والی صورت کیوں نہیں اپنائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت تو تب اپناتے کہ طاء متحرک ہوتی وہ تو ساکن ہے۔ اس لیے کہ ادغام کے لیے حرف ثانی مدغم فیہ کا متحرک ہونا ضروری ہے۔

اِسْتَدَانَ: اس کی اصل اِسْتَدْیَنَ ہے۔ تاء کی حرکت دال کی طرف نقل کی گئی جیسا کہ یُبَاعُ اور یَخَافُ میں تخفیف کی غرض سے نقل کی گئی۔

وَلٰکِنْ یَجُوْزُ: یہاں سے اس استدراک کو بیان کررہے ہیں کہ اس کے قول ولا

یدغم اِسْتَطْعَمَ سے پیدا ہوا ہے۔

اِسْطَاعَ :ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ اس کی اصل استطاع ہے پھر تاء کو تخفیف کی غرض سے حذف کر دیا گیا۔

وَاِذَا قُلْتَ اَسْطَاعَ :یہ اس کلام کا حاصل ہے کہ جو مصنف نے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھنے کے لیے کہی ہے کہ اگر اس ہمزہ کو فتحہ دے دیا جائے تو اس کا باب افعال سے ہونا متعین ہو جائے گا اور سین کا زائدہ شاذہ ہونا متعین ہو جائے گا، جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے اور فراء نے کہا ہے کہ اس کی اصل استطاع ہے۔

پس تاء کو حذف کر دیا گیا اور ہمزہ کو فتحہ دے دیا گیا پس سین کا زائدہ ہونا شاذ نہیں ہے۔ بلکہ ہمزہ کا مفتوح ہونا یہ شاذ ہے۔ اور اس کو ہمزہ قطعی بنانا اور تاء کو حذف کرنا پس اس کا مضارع یَسْتَطِیْعُ ہے یاء کے فتحہ کے ساتھ۔

پس یہ بات استفعال سے نہیں ہوگا بلکہ افعال سے ہوگا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

حبیب دوست۔ لبیب عقل مند۔ البازی شکرا۔ اَلْعَضُّ دانت سے کاٹنا۔ السرور خوش ہونا۔ متقار بین قریب کے دو حرف۔ الباث ٹھہرانا۔ سُرُرٌ سریر کی جمع چارپائی۔ القلب بدلنا، پلٹنا۔ تارۃً کبھی۔ مَادٌّ مدد کرنے والا۔ ممدود مدد کیا ہوا۔ مَمَدٌّ مدد کرنے کی جگہ یا وقت۔ مِمَدٌّ مدد کرنے کا آلہ۔ البیان اظہار۔ اعظم بڑا۔ استطعام کھانا مانگنا۔ الاراقۃ بہانا۔
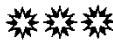
تیسرا باب:

اَلْبَابُ الثَّالِثُ فِی الْمَھْمُوْزِ
تیسرا باب مہموز کے بیان

((وَلَا یُقَالُ لَهٗ صَحِیْحٌ لِصَیْرُوْرَةِ هَمْزَتِهٖ حَرْفَ الْعِلَّةِ فِی التَّلْیِیْنِ وَهُوَ یَجِیْئُ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَضْرُبٍ مَهْمُوْزُ الْفَاءِ نَحْوُ اَخَذَ وَالْعَیْنِ نَحْوُ سَاَلَ وَاللَّامِ نَحْوُ قَرَاَ وَحُکْمُ الْهَمْزَةِ کَحُکْمِ الْحُرُوْفِ الصَّحِیْحِ اَنَّهَا قَدْ تُخَفَّفُ بِالْقَلْبِ وَجَعْلِهَا بَیْنَ بَیْنَ اَیْ بَیْنَ مَخْرَجِهَا وَبَیْنَ مَخْرَجِ الْحُرُوْفِ الَّتِیْ مِنْهُ حَرَکَتُهَا وَالْحَذْفُ الْاَوَّلُ یَکُوْنُ اِذَا کَانَتْ سَاکِنَةً وَمُتَحَرَّکَةً مَا قَبْلَهَا فَقُلِبَتِ الْهَمْزَةُ بِشَیْءٍ یُّوَافِقُ مَا قَبْلَهَا لِلِیْنَ عَرِیْکَةَ السَّاکِنَةِ وَاسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ رَأْسٌ وَلَوْمٌ وَبِیْرٌ))

''اس کو صحیح نہیں کہا جا سکتا ہمزہ کے نرمی کے ساتھ ادائیگی کی وجہ سے حرف علت ہو جانے کی وجہ سے۔ اور یہ تین قسم پر آتا ہے۔ مَهْمُوْزُ الْفَاءِ جیسے اَخَذَ، مَهْمُوْزُ الْعَیْنِ جیسے سَاَلَ اور مَهْمُوْزُ اللَّامِ جیسے قَرَاَ اور ہمزہ کا حکم حرف صحیح کے حکم کی طرح ہی ہے مگر یہ کہ اس میں کبھی قلب کے ذریعے تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کو بین بین رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی حذف کے ذریعے تخفیف کی جاتی ہے پہلی یہ کہ جب وہ ساکن ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ کو ایسی چیز کے ساتھ بدلا جائے گا کہ جو اس کا ماقبل موافق ہو ایسے لین کے جو ساکن سہارا لیے ہوئے اور اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق ہونے کا مطالبہ کر رہا ہو۔ جیسے رَأْسٌ، لَوْمٌ، بِیْرٌ۔''

تشریح: اَلثَّالِثُ۔ یہ الثلث سے اسم فاعل ہے اس کا معنیٰ ہے تین با ہونا اور یہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے آتا ہے۔

اور مہموز اسم مفعول ہے۔ حروف تہجی میں سے حرف ہمزہ کا فَانْهَمَزَ جیسا کہ صحاح میں ہے۔ اور اس باب کو معتل کے ابواب پر مقدم کیا اس لیے کہ ہمزہ حرف صحیح ہے مگر یہ کہ کبھی اس کی تخفیف کی جاتی ہے اور کبھی یہ حذف ہو جاتا ہے جب یہ شروع کے علاوہ کسی اور جگہ پر موجود ہو تو پس مناسب یہ تھا کہ اس کو ان تین ابواب پر مقدم کیا جائے اور اس کو مضاعف سے مؤخر کیا جائے اس لیے کہ مضاعف میں ابدال مخصوص جگہوں پر ہوتا ہے اور ہمزہ کو نرم کرنے کی جگہیں بہت زیادہ ہیں۔

اَلْمَهْمُوْزِ: مہموز کی تعریف نہیں کی اس کی دو وجہیں ہیں یا تو اس وجہ سے کہ اس کی طرف جو ہے وہ حرف صحیح کی تعریف سمجھ میں آ جاتی ہے یا اس وجہ سے کہ لغوی نام ہی اس کو تعریف سے مستغنی کر دیتا ہے اور اس کو معتل کی اقسام پر مقدم کیا اس لیے کہ ہمزہ حرف صحیح ہے اس وجہ وہ ان چیزوں میں جاری نہیں ہوتا کہ جو کہ بہت سے ابواب میں لازمی موافقت کی وجہ سے جاری ہوتے ہیں۔

صَحِيْحٌ: اس لفظ سے غرض ہمزہ والے کلمہ کو صحیح کہنے سے نفی کرنا مقصود ہے کہ اگر چہ اس میں حرف علت نہ بھی پایا جائے تو پھر بھی ہم اس کو صحیح نہیں کہیں گے اس لیے کہ وہ ہمزہ بعض اوقات حرف علت سے بدل جاتا ہے گویا کہ ہمزہ والا کلمہ بعد میں معتل (حرف علت والا) بن جاتا ہے۔

اَلتَّلْيِيْن: اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ ہمزہ کو حرف لین سے تبدیل کرنا جیسے آمَنَ اُوْمِنَ، اِيْمَانًا۔

اَضْرُبٍ: یہاں مہموز کی تین قسمیں بتائی جا رہی ہیں اس لیے کہ مہموز تین حال سے خالی نہیں ہے اول یہ کہ ہمزہ اس کے شروع میں ہو یا دوم یہ کہ ہمزہ اس کے وسط میں ہو سوم یہ کہ ہمزہ اس کے آخر میں ہو۔ تو پہلی صورت یہ مہموز الفاء اور دوسری صورت میں مہموز العین اور جبکہ تیسری صورت میں مہموز اللام کہلائے گا۔

مَهْمُوْزِ: اس کے متعلق مذکور بالا وجہ مصر جو ہے یہ حصر عقلی ہے کہ اگر کسی کلمہ ثلاثی میں ایک ہمزہ پایا جائے۔ ورنہ اس کو رباعی سے صیغہ واحد غائب بنانا ہو تو پھر اس کا عین کلمہ

اور دوسرا لام ہمزہ ہوگا جیسے کَأْ کَأَ، لَأْ لَأَ۔

اَلْحَرْفِ الصَّحِیْحِ :ان حروف سے غرض ہمزہ سے متعلق یہ بات بتانا ہے کہ جس طرح حرف صحیح کسی بھی حرکت کا متحمل ہوتا ہے یعنی اس پر تینوں حرکتیں آ سکتی ہیں تو اسی طرح ہمزہ بھی ان تینوں حرکات کا متحمل ہوتا ہے اس لیے کہ یہ حرف صحیح ہے تو پس اس کے تصرفات بھی حرف صحیح کے تصرفات کی طرح ہی ہوں گے۔

تُخَفَّفُ: اس لفظ سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ہمزہ میں اس کے سخت اور کھردرے پن کی وجہ سے تخفیف کی جاتی ہے اور یہاں شدۃ (سختی) سے مراد یہ ہے کہ مخرج کی آواز اس کے مخرج ہی میں منحصر (بند) ہو جائے اور جاری نہ رہ سکے اور یہ استثناء مفرغ ہے یعنی ہمزہ کا حکم علم صرف میں تمام متعلقہ احکام میں حرف صحیح کے احکام ہی کی طرح ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے کہ جب اس کو بین بین بنا دیا جائے اور اس کی حرکت کے نقل کر دینے کے بعد التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے تو ان حکموں میں ہمزہ حرف صحیح کی مثل نہیں بلکہ یہ اس کی اپنی خصوصیت ہے۔

بِالْقَلْبِ :اس قلب سے مراد ہمزہ کا حرف لین سے تبدیل ہونا ہے۔ اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق۔

اس قلب سے مراد ہمزہ کا حرف لین سے تبدیل ہونا ہے۔ اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق۔

اَیْ :یہ حرف تفسیر ہے گویا یہاں سے بین بین کی تفسیر کر رہے ہیں۔ اور تفسیر کرنے کی غرض یہ ہے تا کہ یہ گمان نہ ہو کہ اس سے مراد غیر مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو اس کے ماقبل کی حرکت کے درمیان بنانا۔ پھر وہ ہمزہ بین بین ساکن ہے کوفیوں کے نزدیک جبکہ بصریوں کے نزدیک ہمزہ متحرک ہے حرکت ضعیفہ کے ساتھ کے جس کے ذریعے وہ نجات حاصل کر لے جیسے ساکن حرف سے ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ واقع نہیں مگر جہاں ساکن کا واقع ہونا جائز ہو پس یہ کلمہ کے شروع میں واقع نہیں ہوتا۔

بَیْنَ :اس بین سے مراد وہ بین بین ہے کہ جو ان کے درمیان بین بین مشہور ہے۔

مخرجھا: یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ قلب وہاں پر اس طرح کا کیا جاتا ہے کہ ہمزہ اور ہمزہ پر حرکت کے مابین کی جو کیفیت ہے اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور اسی کو بین بین سے تعبیر کیا جاتا ہے، پس اگر ہمزہ کی حرکت فتحہ ہو تو ہمزہ کو اس حرکت اور الف کے درمیان بنایا جائے گا اور اگر ضمہ ہو تو اس کے اور واؤ کے درمیان بنایا جائے گا۔ اور اگر کسرہ ہو تو پھر اس کے اور یاء کے درمیان کی کیفیت سے بنایا جائے گا۔

وَالْحَذْفِ: یعنی ہمزہ کی تخفیف اور حذف دونوں ہوتے ہیں مگر جبکہ اس کا حذف اس طرح سے ہے اس کی حرکت کو نقل کر کے ماقبل کو دے دیتے ہیں جو کہ ساکن ہوتا ہے۔

اِذَا كَانَتْ سَاكِنَةً: یہاں ہمزہ کے قلب کی صورت بتا رہے ہیں کہ ہمزہ کا قلب کس وقت ہوگا تو اذا کانت سے یہ بتا رہے ہیں کہ یہ قلب اس صورت میں متعین ہے جب وہ ساکن ہو اور اس کی تخفیف کا ارادہ کیا جائے اور جب اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے اس کو بین بین مشہور بنانا ممکن نہ ہو اور نہ غیر مشہور اس لیے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ جہاں مشہور جائز نہ ہو اور نہ حذف ممکن ہو اس لیے کہ وہ باقی نہیں رہتا اس حالت پر کہ جو اس پر دلالت کرے۔

يُوَافِقُ: یعنی اس کے ماقبل کی حرکت اس کے مطابق (موافق) ہو یہ کلام محل بول کر حال مراد لینے کے قبیل سے ہے۔

اسْتِدْعَاء: یعنی ہمزہ کی ماقبل والی حرکت کے مطالبے کے مطابق اس ہمزہ کی اس جنس سے ہو جانا پس واؤ ضمہ کی جنس سے ہے اور فتحہ کی جنس سے ہے جبکہ یاء کسرہ کی جنس سے ہے ان حروف کا پیدا ہونا ان حرکات کے اشباع پر منحصر ہے یعنی جب بھی ان حرکات کا اشباع ہوگا تو یہ حروف خود بخود پیدا ہوں گے۔

رَاسٌ: یہاں ان مثالوں کی اصل سے متعلق بتانا مقصود ہے کہ رَاسٌ اصل میں رَأْسٌ تھا ہمزہ ساکن تقاضا کرتا ہے کہ اس کو اس کے ماقبل حرکت مفتوحہ کے مطابق الف سے بدل دیا جائے۔ لُوْمٌ اس کی اصل لُؤْمٌ تھی اس کے ماقبل کے مضموم ہونے کا یہ مطالبہ تھا کہ ضمہ کے بعد واؤ ہو تو ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا اور بِيْرٌ اصل میں بِئْرٌ تھا اس ہمزہ

ساکن کے ماقبل کے تقاضے کے مطابق کے کسرہ کے بعد یاء ہوتو ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

((وَالثَّانِي يَكُونُ إِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَمُتَحَرِّكًا مَا قَبْلَهَا فَلَا تُقْلَبُ بَلْ يُجْعَلُ بَيْنَ بَيْنَ لِقُوَّةِ عَرِيكَتِهَا نَحْوُ سَأَلَ، وَلَؤُمَ، وَسُئِلَ إِلَّا إِذَا كَانَتْ مَفْتُوحَةً وَمَا قَبْلَهَا مَكْسُورَةً أَوْ مَضْمُومَةً فَتُجْعَلُ يَاءً أَوْ وَاوًا نَحْوُ مِيَرٌ وَجُوَنٌ لِأَنَّ الْفَتْحَةَ كَالسُّكُونِ فِي حَقِّ اللِّينِ. فَتُقْلَبُ كَمَا فِي السُّكُونِ فَإِنْ قِيلَ لِمَ لَا تُقْلَبُ فِي وَهَمْزَتُهُ مَفْتُوحَةٌ ضَعِيفَةٌ، قُلْنَا فَتْحُهَا صَارَتْ قَوِيَّةً لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا وَنَحْوُ لَا هُنَاكَ الْمُرْتَعُ شَاذٌ. وَالثَّالِثُ يَكُونُ إِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَسَاكِنًا مَا قَبْلَهَا وَلٰكِنْ تَلِينُ فِيهِ أَوَّلًا لِلِينِ عَرِيكَتِهَا لِمُجَاوَرَةِ السَّاكِنِ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ يُحْذَفُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ ثُمَّ أُعْطِيَ حَرَكَتُهَا بِمَا قَبْلَهَا إِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا حَرْفًا صَحِيحًا أَوْ وَاوًا أَوْ يَاءً أَصْلِيَّتَيْنِ أَوْ مَزِيدَتَيْنِ لِمَعْنًى نَحْوُ مَسْئَلَةَ وَمَلَكٌ أَصْلُهُ مَلْأَكٌ مِنَ الْأَلُوكَةِ وَهِيَ الرِّسَالَةُ وَالْأَحْمَرُ يَجُوزُ فِيهِ لَحْمَرُ لِأَنَّ الْأَلِفَ اُجْتُلِبَتْ لِأَجْلِ سُكُونِ اللَّامِ وَقَدْ انْعَدَمَ وَيَجُوزُ فِيهِ اَلْحَمَرُ لِطُرُوِّ حَرَكَةِ اللَّامِ وَجَيَلٌ وَجَوَبَةٌ وَأَبُويُوبَ وَيَغْزُ وَخَاهُ وَيَرْمِيَ بَاهُ وَابْتَغِي مَرَهُ وَيَجُوزُ تَحْمِيلُ الْحَرَكَةِ عَلٰى حُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ نَظَرًا لِقُوَّتِهَا وَطُرُوِّ الْحَرَكَةِ وَإِذَا كَانَ مَاقَبْلَهَا حَرْفُ لِينٍ مَزِيدَ نَظَرٍ فَإِنْ كَانَ يَاءً أَوْ وَاوًا مَدَّتَيْنِ أَوْ مَا تَشَابَهَ الْمَدَّةِ كَيَاءِ التَّصْغِيرِ جُعِلَتْ مِثْلُ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ أُدْغِمَ لِأَنَّ الْحَرَكَةَ إِلٰى هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ يُفْضِي إِلٰى تَحْمِيلِ الضَّعِيفِ فَيُدْغَمُ نَحْوُ خَطِيَّةٌ وَمَقْرُوَّةٌ وَأُفَيِّسُ، فَإِنْ قِيلَ يَلْزَمُ تَحْمِيلُ الضَّعِيفِ أَيْضًا فِي الْإِدْغَامِ وَهِيَ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ قُلْنَا اَلْيَاءُ الثَّانِيَةُ أَصْلِيَّةٌ فَلَا تَكُونُ ضَعِيفَةً كَيَاءِ جَيَلٍ وَيَاءِ يَرْمِي بَاهُ وَإِنْ كَانَ أَلِفًا تُجْعَلُ بَيْنَ بَيْنَ لِأَنَّ الْأَلِفَ لَا تَحْمِلُ الْحَرَكَةَ وَالْإِدْغَامَ نَحْوُ قَائِلٌ وَسَائِلٌ، وَإِذَا اجْتَمَعَتْ هَمْزَتَانِ وَكَانَتِ الْأُولٰى

مَفْتُوْحَةً وَالثَّانِيَةُ سَاكِنَةً تُقْلَبُ الثَّانِيَةُ اَلِفًا نَحْوُ اٰجَرُ وَ اٰدَمُ، وَاِذَا كَانَتِ الْاُوْلٰى مَضْمُوْمَةً تُقْلَبُ الثَّانِيَةُ وَاوًا نَحْوُ اُوْجَرَ وَاُوْدَمُ وَاِذَا كَانَتِ الْاُوْلٰى مَكْسُوْرَةً تُقْلَبُ الثَّانِيَةُ يَاءً نَحْوُ اِيْسَرُ اِلَّا فِي اَئِمَّةٍ، جُعِلَتْ هَمْزَتُهَا اَلِفًا كَمَا فِي اٰجَرَ ثُمَّ جُعِلَتْ يَاءً وَكُسِرَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَعِنْدَ الْكُوْفِيِيْنَ لَا تُقْلَبُ بِالْاَلِفِ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ اِجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ وَقُرِئَ عِنْدَهُمْ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ بِالْهَمْزَتَيْنِ فَاِنْ قِيْلَ اِجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ فِي حَدِّهِمَا جَائِزٌ فَلِمَ لَا يَجُوْزُ آمَّةٍ قُلْنَا الْاَلِفُ فِي آمَّةٍ لَيْسَتْ بِمَدَّةٍ فَكَيْفَ يَكُوْنُ اِجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ فِي حَدِّهِمَا وَاَمَّا كُلْ وَخُذْ وَمُرْ شَاذٌّ وَهٰذَا اِذَا كَانَ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ وَاِذَا كَانَتَا فِي كَلِمَتَيْنِ تُخَفَّفُ الثَّانِيَةُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ نَحْوُ قَدْ جَاءَ شَرَاطُهَا۔ وَعِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ تُخَفَّفُ كِلَاهُمَا مَعًا، وَعِنْدَ بَعْضِ الْعَرَبِ يُفْحَمُ بَيْنَهُمَا اَلِفٌ لِلْفَصْلِ نَحْوُ أَاَنْتَ ظَبْيَةٌ اَمْ اُمُّ سَالِمٍ وَلَا تُخَفَّفُ الْهَمْزَةُ فِي اَوَّلِ الْكَلِمَةِ لِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ فِي الْاِبْتِدَاءِ وَتَخْفِيْفُهَا بِالْحَذْفِ فِي نَاسٍ اَصْلُهُ اُنَاسٌ شَاذٌّ))

''اور قلب کی دوسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ خود بھی متحرک ہو اور اس کا ماقبل بھی متحرک ہو تو اس کو بدلا نہیں جائے گا بلکہ اس کو اپنے عریکہ (ماقبل کی حرکت) کے مطابق بین بین کیا جائے گا۔ سَأَلَ وَلَؤُمَ وَسُئِلَ مگر یہ کہ جب وہ خود مفتوح ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو یا مضموم ہو تو اس کو واو یا یاء بنایا جائے گا، جیسے مِيَرٌ، جُوَنٌ اس لیے کہ فتحہ لین کے حق میں سکون کی طرح ہی ہے۔ پس اسی طرح ہی بدلا جائے گا کہ جس طرح حالت سکون میں بدلا جاتا ہے۔ پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ سَأَلَ میں کیوں نہیں بدلا گیا حالانکہ اس کا ہمزہ مفتوحہ ضعیف تھا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا ہمزہ اس فتحہ کی وجہ سے قوی ہو گیا کہ جو اس کے ماقبل پر تھا اور لَا هُنَاكَ الْمُرْتَعِ ہے یہ شاذ ہے۔ اور تیسری صورت

اس کی قلب کے ساتھ تخفیف کی یہ ہے کہ جب وہ ہمزہ خود متحرک ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو اور لیکن اس میں پہلے لین بنانے کی صورت کو اختیار کیا جائے گا۔ اس کے ماقبل کے پڑوسی (حرف ساکن) کی عریکہ (ماقبل کی حرکت) کے لین ہونے کی وجہ سے پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کیا جائے گا۔ پھر اس کو وہ حذف شدہ حرکت دی جائے گی۔ اس کے ماقبل کی وجہ سے جبکہ اس کا ماقبل حرف صحیح ہو یا واؤ اور یاء اصلی ہوں یا مزید تین (زائدہ) ہوں۔ معنوی لحاظ سے۔ جیسے مسئلة اور مَلَكَ اس کی اصل مَلْاَكَ ہے جو کہ اَلْاَلو كة سے ہے اور اس الالو كة سے مراد رسالہ (خط) ہے۔ وَالْاَحْمَرُ اس میں لحمر پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ الف شروع میں لام کے ساکن ہونے کی وجہ سے داخل کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ سکون منعدم ہو گیا ہے۔ اور اس میں اَلْحُمْرُ بھی جائز ہے، لام کی حرکت کے نرم ہونے کی وجہ سے۔ اور جَيَلْ وَحَوَبَةٌ وَاَبُوَ يُوْب وَيَغْزُ وَخاه وَيَرْمِيَ بَاهُ وَابْتَغِي مُرَة اور ان مواقع پر حروف علت کو حرکت دینا ان کی قوت اور حرکت کی نرمی کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ اور جب اس کا ماقبل حرف لین زائدہ ہو تو غور کیا جائے گا۔ پس اگر یا ہو یا واؤ اور وہ دونوں مدہ ہوں یا پھر کوئی حرف ایسا ہو کہ جو مدہ کے متشابہ ہو جیسے یائے تصغیر تو اس کو اس کے ماقبل کی مثل بنایا جائے گا پھر ادغام کیا جائے گا اس لیے کہ ان چیزوں کی طرف حرکت کا نقل کرنا ضعیف کو حرکت برداشت کرنے کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ پس ادغام کیا جائے گا۔ جیسے خَطِيَّةٌ اور مَقْرُوَّةٌ اور اُفَيِّسٌ۔ پس اگر یوں پوچھا جائے کہ ادغام میں بھی تحميل الضعيف (ضعیف حرف کو حرکت برداشت کرانا) لازم آئے گا اور وہ حرف دوسری یاء ہے، تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں دوسری یاء اصلی ہے۔ پس وہ ضعیف نہ ہوئی، جیسے کہ جَيَلْ اور يرمي باه کی یاء۔ اور اگر الف ہو بین بین کیا جائے گا اس لیے کہ الف حرکت اور ادغام کو برداشت نہیں کرتا۔ جیسے قائل اور سائل اور جب دو ہمزے جمع ہو جائیں اور

پہلا مفتوح ہو اور دوسرا ساکن ہو تو دوسرے کو الف سے بدلا جائے گا جیسے اجر، اٰدم اور جب پہلا مضموم ہو تو دوسرے کو واؤ سے بدلا جائے گا جیسے اُوْ جَرُ، اُوْدَمُ اور جب پہلا مکسور ہو تو دوسرے کو یاء سے بدلا جائے گا جیسے اِیْسَرُ مگر آئِمَّةُ میں اس کے ہمزہ کو الف سے بدلا جائے گا جیسا کہ اجر میں تھا۔ پھر الف کو یاء کیا جائے گا اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا جبکہ کوفیوں کے نزدیک الف سے نہیں بدلا جائے گا۔ تاکہ اجتماع ساکنین واقع نہ ہو جائے اور ان کے نزدیک اَئِمَّة الکفر پڑھیں گے دونوں ہمزوں کے ساتھ۔

پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ جب اجتماع ساکنین فی حدهما جائز ہے تو پھر آمة میں کیوں جائز نہیں۔ تو اس کے جواب میں ہم یوں عرض کریں گے کہ آمَّةٌ میں الف مدہ نہیں ہے۔ تو اجتماع ساکنین فی حدهما کیسے جائز ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کل، مر، خذ کی تو وہ شاذ ہیں۔ اور یہ صورت اور طریقہ اس وقت ہے کہ جب وہ ایک کلمہ میں ہو اور جب دو ہمزے دو کلموں میں ہوں تو خلیل نحوی کے نزدیک دوسرے ہمزہ میں تخفیف کی جائے گی۔ جیسے جَاءَ شَرَاطُهَا، اور اہل حجاز کے نزدیک دونوں میں اکٹھی تخفیف کی جائے گی اور بعض اہل عرب کے نزدیک الف برائے فاصلہ داخل کیا جائے گا جیسے أَاَنْتَ ظَبْيَةٌ اَمْ اُمُّ سَالِمٍ اور کلمہ کے شروع میں موجود ہمزے میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ ابتداء میں متکلم کی قوت کے لیے اور اس کی تخفیف حذف کے ساتھ کرنا جیسے کہ ناس کہ اس کی اصل اُنَاسٌ ہے یہ شاذ ہے۔"

تشریح: وَالثَّانِیْ: یعنی دوسری قسم ہمزہ کی تخفیف اور اس کے بین بین کے بیان میں۔

اِذَا كَانَتْ: یہ کلام استثناء مفرغ ہے مصنف کے قول وَالثَّانِیْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَمُتَحَرِّكًا مَا قَبْلَهَا الخ یعنی ہمزہ کو بین بین بنایا جائے گا جبکہ وہ خود بھی متحرک ہو اور اس کا ماقبل بھی متحرک ہو تمام احوال کے اندر مگر اس حال میں نہیں کہ جب وہ مفتوح ہو اور اس کا ماقبل مکسور یا مضموم ہو پس اس وقت بین بین نہیں بنایا جائے گا بلکہ

یا ءیا واؤ سے بدلا جائے گا۔

جُوَنٌ: اس کی اصل جُؤَنٌ ہے۔(سیاہ سفید اونٹ کو کہتے ہیں)

فِی حَقِّ اللِّیْن یعنی ضعف میں اس لیے کہ فتحہ الف کا جز ہے اور الف ساکن ہے۔

فَتُقْلَبُ: یہاں بدل دی جانے والی چیز سے مراد ہمزہ مفتوحہ ہے یعنی اس کو بدل دیا جائے گا جیسا کہ ہمزہ ساکن بدلا جاتا ہے اس لیے حکمی حقیقی کے ساتھ معتبر سمجھا جاتا ہے۔

ضَعِیْفَةٌ: اعتراض اور سوال میں اس لفظ کو لانے کی غرض یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس میں ہمزہ الف سے بدلا جائے اس لیے کہ فتحہ ضعیف ہونے میں سکون کی مثل ہے۔

صَارَتْ: اس لفظ سے گویا ان کے سوال کو رد کر رہے ہیں کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ہمزہ ضعیف ہے بلکہ وہ تو قوی ہو ہے اس لیے کہ جنس جنس کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے جیسے کسی ساتھی کا مل جانا اس راستے میں کہ جو کسی راہ گذر سے بھی خالی ہو، یعنی جہاں سے کوئی گذرنے والا بھی نہ ہو۔ پس یقیناً وہ اپنے ساتھی کو طاقتور بنا دیتا ہے اگرچہ اس کے پاس بہت سارے چوپائے ہی کیوں نہ ہوں تو ساتھی کے بغیر وہ ان سے طاقت وہمت حاصل نہیں کر سکتا۔

نَحْوُلَا هُنَاكَ المرتع: اس مثال سے غرض جواب مذکور پر وارد ہونے والے نقض کا جواب دینا ہے، وہ اس طرح کہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ جواب شاعر کے اس قول ''لَاهُنَاكَ الْمُرْتَعُ الخ'' کے ساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس ہمزہ مفتوحہ کا ماقبل بھی مفتوح ہے تو اس کے باوجود اس کو الف سے بدلا گیا ہے۔ تو شاذ کہہ کر اس کا جواب دے دیا کہ وہ شاذ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ عبارت کس طرح لائی گئی ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ عبارت کسی شاعر کے ایک شعر کا حصہ ہے جس کو یہاں پر بطور مثال کے لایا گیا اور اس کا شروع والا حصہ یوں ہے۔

رَاحَتْ بِمَسْلَمَةَ الْبِغَالُ عَشِيَّةً   فَارْعِی فَزَارَةَ لَاهُنَاكَ الْمُرْتَعُ

خچروں کو ہانکنے والا مسلمہ قبیلہ کو لے گیا شام کے وقت پس اے فزارہ تو مویشیوں کو وہاں (اس چراگاہ میں) چرا کہ جہاں کوئی چرانے والا نہیں ہے، تاکہ تیرے مویشی چراگاہ میں چر کر سیر ہو جائیں اور شام کے وقت تو اور تیرا خاندان خوب ان مویشیوں کے دودھ سے جی بھر کر سیراب ہو اور اللہ کا شکر ادا کرے۔

وَالثَّالِثُ: یعنی تیسری قسم جو کہ ہمزہ کی تخفیف سے متعلق ہے۔ وہ حذف کرنا ہے۔

یَکُوْنُ: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر حذف پایا جائے اور بعض نسخوں میں بغیر اَنْ کے ہے پس معنی ہوگا کہ پایا جائے۔

تَلِیْنُ: اس مراد یہ ہے کہ یعنی اس میں ہمزہ کی حرکت کے حذف کے ساتھ یعنی ہمزہ کی حرکت کی حالت میں۔

اُعْطِیَ: اس عبارت سے غرض یہ ہے کہ ہمزہ کو اس کی حرکت سمیت حذف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ وہ اخلال کی طرف پہنچا دیتا ہے مفت میں بغیر کسی ضرورت کے کہ جو اس کی طرف بڑے حرف کو اس کی حرکت کے ساتھ حذف کر دینے کی وجہ سے۔

حَرْکَتَھا: تاکہ ہمزہ محذوفہ کے لیے علامت ہو (بن) جائے۔

حَرْفًا صَحِیْحًا: جیسے یَغْزُوَخَاہُ کہ اصل میں یَغْزُ اَخَاہُ تھا۔

اَصْلِیَتَیْنِ: یعنی ہمزہ والے کلمے میں ہمزہ سے پہلے کوئی حرف صحیح ہو۔

یا پھر واؤ یا یا دونوں اصل ہو جیسے شی اس کی اصل شَیْئٌ اور سو اس کی اصل سوء اور ان دونوں کی مثالوں کو مسئلة پر اکتفاء کرتے ہوئے یا پھر ابویوب، ابتغی مرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے پس اس طرح کے جب دو کلموں میں تخفیف کی جاتی ہے تو پہلے کلمے میں کی جاتی ہے جیسے یَرْمِی باہ اس کی اصل یَرْمِی اَبَاہُ ہے۔

لِمَعْنًی: اس لفظ سے غرض مزید تین جو کہ مدہ ہوں ان سے احتراز کیا ہے۔ مثل مقروۃ کی واؤ اور خطیة کی یاء کے اس لیے کہ مفعول کی واؤ اور فعیل کی یاء یہ دونوں مدہ بنانے کے لیے زائدہ کی گئی ہیں ان دونوں کلموں میں بمنزل الف کے مفعال اور فعال میں، پس یہ دونوں حرکت برداشت نہیں کر سکتے پس نہیں کہا جائے گا، مقرُوَۃ

وخطية ہمزہ کی حرکت واؤ اور یاء کی طرف نقل کرنے کے ساتھ اور اس کا حذف کرنا جیسا کہ اس کے اسماء میں نقل نہیں کیا گیا، اس لیے کہ الف حرکت کو برداشت نہیں کرسکتا اور اسی طرح اُفَیْس میں بھی یائے تصغیر کی طرف نقل نہیں کیا گیا اس لیے کہ وہ اس یاء کے ساتھ مشابہت رکھنے لگے گا جو کہ مدہ ہے۔

مَسَلة: اس کی اصل سین کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ یعنی مَسْئَلَةٌ ہے۔ ہمزہ کی حرکت حذف کردی گئی تو التقائے ساکنین ہوا پھر ہمزہ کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا گیا پھر اس کی حرکت اس کے ماقبل کو دے دی گئی تو مَسْئَلَةٌ ہوگیا اور یہ اس عبارت سے متعلق ہے کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس (ہمزہ) سے قبل حرف صحیح ہو۔

اَلْاَلُوْکَةُ: اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ مَلَكَ اسی سے نکلا ہے وہ اس طرح کہ مَلَكَ اس کی اصل مَلْاَكَ ہے جو کہ الالوکۃ سے ہی ماخوذ ہے۔ تو ہمزہ کی حرکت کو حذف کیا تو التقائے ساکنین ہوا تھا پھر ہمزہ کو حذف کیا اب اس ہمزے سے ماقبل حرف صحیح کو وہ حذف شدہ حرکت اس حرف کو دے دی تو مَلَكٌ ہوگیا۔

جَيَلٌ: یہ بجو کا نام ہے جیسا کہ صحاح میں ذکر ہوا ہے۔ اس کی اصل جَيْئَلٌ ہے یعنی جیم کے فتحہ اور یاء کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ، پس ہمزہ کی حرکت حذف کردی گئی تو اجتماع ساکنین ہوا تو ہمزہ کو حذف کردیا گیا پھر اس ہمزہ کی حذف شدہ حرکت واپس لاکر اس کے ماقبل کو دے دی گئی تو جَيَلٌ ہوگیا۔

حَوَبَةٌ: اس کی اصل حَوْاَبَةٌ ہے، ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دے دی گئی اور ہمزہ کو حذف کردیا گیا۔ اس کا معنیٰ ہے وسیع گاؤں۔

اَبُوَيُوب: اس کی اصل اَبُوْ اَيُوْبَ ہے ہمزہ کی فتحہ نقل کرکے ماقبل واؤ کو دی اور ہمزہ کو حذف کردیا۔

اِبْتَغِي مَرَّة: اس کی اصل ابتغی امراۃ یاء کے سکون کے ساتھ اور ہمزہ کے اثبات کے ساتھ پس ہمزہ کی حرکت کو حذف کردیا گیا تو التقائے ساکنین ہوا یاء اور ہمزہ کے درمیان تو ہمزہ کو حذف کردیا گیا اور اس کی حرکت کی مثل یاء کو حرکت دے دی گئی تو پھر

ابْتَغِيَ مرة ہو گیا۔

هٰذِهٖ: یعنی عبارت میں دی گئی چار آخری مثالوں میں ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے اور اس کی حرکت یاء کو دے دی گئی ہے اور وہ ظاہر ہے یا پھر واؤ اور یاء کو دے دی گئی ہے خواہ وہ اصل تھیں یا زائدہ تھیں مثل شئی اور سوء۔

اَلْمَوَاضِع: یہاں مواضع سے مراد مذکورہ کلمات اور امثلہ ہیں۔ کہ جن میں تعلیلات کی گئی ہیں۔ یعنی جَيَلٌ، حَوَبَة، ابويوب، ابتغي مره اور ابتغو امره۔

واذا كان: اس عبارت کا عطف مصنف کے قول اذا كانت متحركة وساكنة ما قبلها پر ہے۔

لِيْن: یہاں لفظ لین بول کر غرض غیر اصلی اور زائدہ برائے الحاق کی نفی کرنا مقصود ہے۔ کہ اس ہمزہ کا ماقبل حرف لین ہو غیر اصلی یا زائدہ برائے الحاق نہ ہو۔

كَيَاءِ التَّصْغِيْر: یہاں پر یائے تصغیر کے ساتھ اس وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ مدہ کے مشابہ ہوتی ہے، اس اعتبار سے کہ وہ ایسا حرف علت ہے کہ جو زائدہ اور ساکن ہوتا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ متحرک نہیں ہوتا جیسا کہ حرف مدہ متحرک نہیں ہوتا حالانکہ وہ مدہ سے نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کے ماقبل کے حرکت اس کے مناسب نہیں ہے، بلکہ وہ مدہ اور لین کے مشابہ ہے۔

اُدْغِمَ: یہ لفظ بول کر ادغام کی کیفیت بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اس ہمزہ کا ماقبل یاء ہو تو اس ہمزہ کو یاء سے بدل دیا جائے گا۔ جیسا کہ خطيئة میں ہوا اور پھر بعد میں یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور اگر اس ہمزہ سے پہلے واؤ ہو تو اس ہمزہ کو واؤ سے بدلا جائے گا اور پھر واؤ کا واؤ میں ادغام کر دیا جائے گا جیسا کہ مقروة میں ہوا۔ یہاں ادغام کی صورت اس وجہ سے اختیار کی گئی تا کہ حرکت کو نقل نہ کرنا پڑے کیونکہ نقل حرکت کی وجہ سے ضعیف حرف کو حرکت کا بوجھ اٹھوانے کی طرف پہنچا دیتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

فَيُدْغَمُ: اس میں فاء جواب کے لیے ہے یعنی جوابیہ ہے مراد یہ ہے کہ "جب معاملہ اس طرح کا ہو تو پھر ادغام کیا جائے گا۔" پس اسی وجہ سے یوں نہیں کہا جائے گا کہ یہاں

مصنف کے قول میں تکرار ہے کہ پہلے یدغم کا لفظ لائے اور اب فیدغم کا یہاں تکرار اس وجہ سے نہیں کیونکہ دونوں کولانے کی غرض الگ الگ ہے۔

خَطِیَّۃٌ: اس کی اصل خطیئۃ بروزن فعیلۃ ہے ہمزہ کو یاء سے بدلا گیا تو دو یاء جمع ہوگئیں ان میں سے پہلی یاء ساکن تھی تو اس کا دوسری یاء میں ادغام کر دیا گیا خطیّۃ ہوگیا۔ اور اسی طرح مقروّۃ ہے کہ اس کی اصل مقروءۃ تھی بروزن مفعولۃ ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا گیا تو دو واؤ اکٹھے ہوگئے تو اول واؤ ساکن تھا تو اس کا واؤ ثانی میں ادغام کر دیا تو مقروّۃ ہوگیا۔

اُفَیِّسٌ: یہ افوس کی تصغیر ہے اور وہ جمع ہے فاس کی جمع ہے اور فاس کلہاڑے کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے لکڑیاں کاٹی جاتی ہیں یہ اصل میں افیئس تھا تو ہمزہ کو یاء بدلا گیا پھر التقائے ساکنین بین الیائین ہونے کی وجہ سے ادغام کر دیا تو اُفَیِّسٌ ہوگیا تشدید کے ساتھ۔

اَلثَّانِیَۃُ: اس لفظ مراد یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر نقل نہ کیا جائے بلکہ ہمزہ کو یاء سے بدل دیا جائے اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے تو پھر بھی تحمیل حرکت یاء پر لازم آئے گا اس لیے کہ مدغم فیہ ہمیشہ متحرک ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ادغام میں تحمیل بھی ہے اس لیے کہ حرف کو حرف میں داخل کرنا بھی تحمیل کی قسم ہے۔

اَصْلِیَّۃً: اس سے مراد یہ ہے کہ جو یاء ہمزہ سے بدل کر آئی ہے وہ اصلی ہے کیونکہ ہمزہ اصلی ہے۔

کَیَاءِ جَیْئَلٍ: یہ تشبیہ دے رہے کہ جس طرح جَیْئَلٌ کی یا ضعیف نہیں ہے اس لیے کہ اگر چہ وہ زائدہ ہے لیکن جب وہ الحاق کی غرض سے زائدہ کی جائے گی۔ تو وہ ایسے ہوگی گویا کہ وہ اصلی ہے حرکت کے تحمل (برداشت) کرنے میں۔

اِجْتَمَعَتْ: جب ہمزہ واحدہ کی تخفیف کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب دو ہمزوں کی تخفیف کے بیان میں شروع ہورہے ہیں۔

اٰجَرَ: یہ الایجار سے فعل ماضی ہے۔ اور اس کی اصل اَءْجَرَ ہے، دو ہمزوں کے

ساتھ تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلا گیا وخوبی طور پر اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے تو پس اس کا وزن اَفْعَلَ ہے۔اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ پہلا ہمزہ فاکلمہ ہو اور دوسرا زائدہ ہو اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی یہ ہے کہ ہمزہ کی زیادہ شروع میں زیادہ ہوتی ہے اور الف کے بعد اس کی زیادتی شروع کی نسبت کم ہوتی ہے اور اکثر پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ اسی طرح ہو تو اس کا وزن فاعل کے طرح ہوگا جیسے شَامِلٌ تو لازم ہوگا کہ اس کو تنوین کے ساتھ منصرف بنایا جائے یا الف ولام کے ساتھ، پس جب وہ منصرف نہ ہو تو اس کا وزن اَفْعَلَ کے وزن پر ہوگا۔

اٰدَمَ: جائز ہے کہ یہ شخص کا نام ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فعل ماضی ہو الا یدام سے۔

اُوْدِمَ: یہ ماضی مجہول ہے اَلِا یْدَام سے اس کا مجرد ادم الادم ہے۔

اِلاَّ فی: یہ پہلے قاعدہ سے استثناء ہے اور وہ یہ ہے کہ جب پہلا ہمزہ مفتوح ہو اور دوسرا ساکنہ ہو۔

اَئِمَّۃ: اس کی اصل اَءْ مِمَۃٌ ہے۔اس لیے کہ یہ امام کی جمع ہے جیسا کہ عماد اعمدۃ کی جمع ہے بروزن اَفْعِلَۃٌ۔

پس میم کی حرکت نقل کی گئی ہمزہ کی طرف ادغام کے ارادے وقت تو اَئِمۃ ہوگیا تو اہل صرف نے دو ہمزوں کے اجتماع کو ناپسند سمجھا تو دوسرے کو یاء سے بدل دیا گیا۔

جُعِلَتْ ھمزتھا: اس عبارت میں جو کچھ بتایا گیا ہے یہ بصریوں کا اس لیے کہ الف کا یاء سے بدلنا باوجود اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ قیاس یہ ہے کہ دوسرے ہمزے کو ابتداء ہی یاء کیا جائے اس کے مکسور ہونے کی وجہ سے جیسا کہا کثر اہل صرف کی کتابوں میں ایسا ہوا ہے۔

فِیْ اجر: یہ ان کے قول اجرہ اللہ اعطاہ الثواب سے ہے۔

لِاِ جْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ: یعنی وہ الف جو ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور وہ میم جو کہ مدغم ہے تو اس کو یاء بنایا گیا ہے اصل میں میم مدغم کی حرکت کی مناسبت کی وجہ سے اس لیے کہ

اس کی اصل اَءْ مِمَةٌ ہے ہمزہ کے سکون اور پہلے میم کے کسرہ کے ساتھ اور وہ چیز کہ جس کو مصنف نے ذکر کیا وہ غیر مشہور ہے اور مشہور یہ ہے کہ میم کی حرکت ہمزہ کی طرف نقل کی گئی پہلی کے دوسری میں ادغام کے ارادے کے وقت تو پس یہ آئِمَةٌ ہو گیا تو انہوں نے دو ہمزوں کا اجتماع ناپسند سمجھا تو دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا گیا یاء کی کسرے کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے۔ جیسا کہ شرح شافیہ میں ہے اور اسی پر ہی اعتماد ہے۔

قِيْلَ اِجْتِمَاعُ: یعنی وہ الف کہ جو بدلی گئی ہے اور میم مدغمہ۔

لَيْسَتْ: نفی اس لیے کہ مدہ وہ ہے کہ جو کسی سے بدلی ہوئی نہ ہو۔ اور بدلی ہوئی وہ ہے کہ جو واؤ سے یا یاء سے اور الف سے ہو آمہ اس کی مثل میں سے نہیں۔

السَّاكِنَيْنِ فِي حَدِّهِمَا: اس عبارت کے لانے کی غرض یہ ہے کہ اجتماع ساکنین علی حدھما سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک مدہ ہو اور دوسرا مدغم ہو۔

كُلْ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ کُلْ کی اصل اُءْ كُلْ ہے اور مُرْ کی اصل اُءْ مُرْ ہے۔ اور خُذْ کی اصل اُءْ خُذْ ہے۔ تو پس لازم تو یہ ہے کہ دوسرے ہمزے کو بدلا جائے واؤ کے ساتھ اس کے ماقبل کے مضموم ہونے کی وجہ سے جیسے کہ اُوْحَمَزْ میں ہوا بایں طور کہ دوسرے ہمزہ کو حذف کرنا اور اس اس ہمزہ سے مستغنی ہونا کہ جس کو ابتداءِ نطق کی غرض سے داخل کیا گیا ہے تو وہ شاذ ہے۔ تو اس پر یہ قیاس نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے ساتھ شمار کیا جائے گا، پس یہ اس اصل کے مناقض نہ ہوگی جو کہ شائع ہے اور پہلے ذکر کی گئی ہے۔

وَهٰذَا: اس سے شروع ہونے والی عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ دونوں ہمزوں میں مذکورہ تخفیف کبھی تو دوسرے کو واؤ سے بدلنے سے ہوتی ہے اور کبھی الف سے بدلنے سے ہوتی ہے اور کبھی یاء کے ساتھ بدلنے سے ہوتی ہے اور جو حذف کے طریقے سے ہوتی ہے شذوذ کے طرق میں سے ہے۔

اَلثَّانِيَةُ: یہاں سے دوسرے حرف کی تخفیف کی وجہ بتاتے ہیں کہ دوسرے حرف میں

تخفیف کیوں کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ثقل جو ہے دوسرے ہی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، تو پس تخفیف کی طرف اس وقت تک نہیں جائیں گے کہ جب استثقال حاصل نہ ہو جائے۔

شراطها: اس کی اصل اَشْرَاطُهَا ہے دونوں ہمزوں کے اثبات کے ساتھ پھر دوسرے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔

كِلَاهما: یہاں سے دونوں حروف کی تخفیف کی وجہ اور فائدہ بتا رہے ہیں کہ ان دونوں کی تخفیف کرنا یہ تخفیف کے مقصود میں زیادہ مفید ہے۔

لِلْفَصْلِ: یہاں الف کو برائے فاصلہ لانے کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کو لفظوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے لاتے ہیں نہ کہ لکھنے میں اس لیے کہ تین الفوں کا جمع ہونا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

نحو اَءَ نْتَ ظبية اَمْ اُمُّ سَالِم: یہ عبارت ذوالرمہ شاعر کے کلام کا حصہ ہے جس کی مکمل عبارت کچھ اس طرح سے ہے کہ ایاظبية لوعثاء بین جلاجل وبین النقار ءانت ظبية ام ام سالم الوعثاء الارض اللیتة، جلاجل ایک جگہ کا نام ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے حُلاحُل کے ساتھ بھی آیا ہے اور النقار یہ بھی کسی جگہ کا نام ہے تو اس قسم کا نام کلام میں تجاہل عارف (جان پہچان رکھنے والے کا تجاہل) معلومات کو آگے چلانا ہے غیر کے معلومات کی جگہ کی طرف کسی نکتہ کی وجہ سے جیسا کہ اس مثال میں حیرانی ہے۔ پس جب شاعر نے اس جگہ پر ظبیہ کو دیکھا جو کہ اُم سالم کے مشابہ تھی اور حسن اور جمال میں بہت پسندیدہ تھی یہ اس کا تجاہل ہے بوجہ اس حیرت میں بڑے کے کہ وہ ظبیہ ہے یا ام سالم ہے کہ جس سے وہ مخاطب ہے وخاولها تو پس اس نے کہا یا طبية الوعثا۔

اَوَّلِ الْكَلِمَةِ: یعنی وہ کلمہ کہ جس سے اس کی ابتداء ہو رہی ہو اور اسی وجہ سے اس کو مبتداء ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اس لیے کہ ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہوتا ہے کبھی تو اس کی تخفیف کر دی جاتی ہے۔ کہ جب اس کے ساتھ کوئی دوسرا کلمہ متصل ہو جیسے جَاءَ اَحَدُهم۔

فِي الْاِبْتِدَاء: ابتداء بالمتحرک اس وجہ سے کہ ابتدائے کلام میں متکلم قوت کی انتہا میں ہوتا ہے تو پس ہمزہ کی تخفیف کی ضرورت نہ ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب ہمزہ کلمہ کے

شروع میں واقع ہو جائے تو مذکورہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے اس کی تخفیف نہیں کی جائے گی اس لیے کہ جس ہمزہ سے ابتداء کی جاتی ہے اگر اس میں تخفیف کی جائے گی تو یہ تخفیف الف کے ساتھ بدلنے سے نہیں ہوگی شروع میں الف کے واقع ہونے کے ممنوع ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی واؤ اور یاء سے بدلا جائے گا تخفیف کی غرض سے اس لیے ان کا ساکن یا متحرک ہونا ضروری ہے تو جب یہ ساکن یا مفتوحہ ہوں اور ان کے ماقبل ضمہ یا کسرہ ہو جو کہ ان کے لیے ضروری ہے اور یہاں ان سے قبل ہر بات منتفی ہے ہمزہ کے شروع میں واقع ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی تخفیف حذف کے ذریعے ہوگی اس لیے کہ یہ صورت اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک اس کا ماقبل ساکن نہ ہو اور وہ یہاں موجود نہیں ہے جس چیز کے ہم بارے میں کوشش کر رہے اور نہ ہی اس کے بین بین بنانے سے تخفیف کی جا سکتی ہے۔ ابتداء بالسکون مکروہ ہونے کی وجہ سے کوفیوں کے نزدیک اس لیے کہ ہمزہ بین بین قریب حالت سکون میں بصریوں کے مذہب پر ہے جبکہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق ابتداء بالسکون لازم آتا ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ ساکن ہے۔

تخفیفها: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ نے کہا کہ اگر ہمزہ شروع میں ہو تو اس میں تخفیف نہیں کی جائے گی حالانکہ اس کے باوجود اناس میں تخفیف ہوئی ہے تو مصنف نے اپنے قول تخفیفها سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ شاذ ہے۔

((وَكَذَالِكَ فِي اللّٰهِ اَصْلُهٗ اِلَاهٌ فَحَذَفُوْا الْهَمْزَةَ فَصَارَ لَاهٌ ثُمَّ اَدْخَلُوْا عَلَيْهِ الْاَلِفَ وَاللَّامَ فَصَارَ اَلْلَاهُ ثُمَّ اُدْغِمَ اللَّامُ فِي اللَّامِ فَصَارَ اللّٰهُ وَقِيْلَ اَصْلُهٗ اَلْ اِلٰهٌ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ فَنُقِلَتْ حَرَكَةُ الْهَمْزَةِ اِلَى اللَّامِ فَصَارَ اَلِلَاهُ ثُمَّ اُدْغِمَ اللَّامُ فِي اللَّامِ فَصَارَ اللّٰهُ كَمَا يُقَالُ فِي يَرٰى اَصْلُهٗ يَرْاَيُ فَقُلِبَتِ الْيَاءُ اَلِفًا لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ لُيِّنَتِ الْهَمْزَةُ فَاجْتَمَعَ ثَلٰثُ سَوَاكِنَ فَحُذِفَ الْاَلِفُ وَاُعْطِيَ حَرَكَتُهَا لِلرَّاءِ فَصَارَ يَرٰى وَهٰذَا التَّخْفِيْفُ وَاجِبٌ فِي يَرٰى دُوْنَ اَخَوَاتِهٖ مَعَ اِجْتِمَاعِ

حَرْفِ عِلَّةٍ بِالْهَمْزَةِ فِي الْفِعْلِ الثَّقِيْلِ لِكَثْرَةِ الْإِسْتِعْمَالِ وَمِنْ ثُمَّ لَا يَجِبُ يَنَئِي فِي يُنْأَىٰ وَيَسَلُ يَسْئَلُ وَمَرَى فِي مَرْأَىٰ وَتَقُوْلُ فِي الْحَاقِ الضَّمَائِرِ رَأَى رَايَا رَاوْا رَأَتْ، رَاتَا رَأَيْنَ الخ وَإِعْلَالُ الْيَاءِ سَيَجِئُ فِي بَابِ النَّاقِصِ الْمُسْتَقْبِلِ يَرَى، يَرَيَانِ، يَرَوْنَ، تَرَى، تَرَيَانِ، يَرَيْنَ تَرَى، تَرَيَانِ، تَرَوْنَ، تَرَيْنَ، تَرَيَانِ، تَرَيْنَ، اَرَى، نَرَى وَحُكْمُ يَرَوْنَ كَحُكْمِ يَرَىَ ولكن حُذِفَ الْاَلِفُ الَّذِيْ فِي يَرَوْنَ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ الْاَلِفِ وَا وَاوِ الْجَمْعِ وَحَرْكَةُ يَاءِ يريان طَارِيَةٌ وَلَا تُقْلَبُ اَلِفًا لِاَنَّهٗ لَوْ قُلِبَتْ يَجْتَمِعُ السَّاكِنَانِ ثُمَّ يُحْذَفُ اَحَدُهُمَا فَيَلْتَبِسُ بِالْوَاحِدِ فِي مِثْلِ لَنْ يرى وَاَن يّرى وَاَصْلُ تَرَيْنَ تَرْاَيِيْنَ عَلٰى وَزْنِ تَفْعَلِيْنَ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ ثُمَّ نُقِلَ حَرْكَةُ الْهَمْزَةِ اِلَى الْوَاوِ كَمَا فِي ترى فَصَارَ تَرَيِيْنَ ثُمَّ جُعِلَتِ الْيَاءُ اَلِفًا لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا فَصَارَ تَرَايْنَ ثُمَّ حُذِفَتِ الْاَلِفُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَصَارَ تَرَيْنَ وسوى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ جَمْعِهٖ وَاكْتُفِيَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِى كَمَا فِي تَرْمِيْنَ وَسَيَجِئُ فِي النَّاقِصِ وَاِذَا دُخِلَتِ النُّوْنُ الثَّقِيْلَةُ فِي الشَّرْطِ كَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا حُذِفَتِ النُّونُ عَنْهُ عَلَامَةً لِلْجَزْمِ وَكُسِرَتْ يَاءُ التَّانِيْثِ حَتّٰى يَطَّرِدَ بِجَمِيْعِ النُّوْنَاتِ لِلتَّاكِيْدِ كَمَا فِي اِخْشَيْنَ وَسَيَجِئُ تَمَامُهٗ فِي بَابِ اللَّفِيْفِ الْاَمْرُ، رَيَا، رَوْارَى رَيَا، رَيْنَ، وَلَا يُجْعَلُ الْيَاءُ اَلِفًا فِي رَيَا تَبْعًا لِتَرَيَانِ وَيَجُوْزُ بِهَا الْوَقْفُ مِثْلُ رَهْ فَحُذِفَتْ هَمْزَتُهٗ كَمَا فِي تَرَى ثُمَّ حُذِفَتِ الْيَاءُ لِاَجْلِ السُّكُوْنِ وَبِالنُّوْنِ الثَّقِيْلَةِ رَيَنَّ، رَيَانِّ، رَوُنَّ رِيِنَّ، رَيَانِّ، رَيْنَانِّ، وَيَجِئُ بِالْيَاءِ فِي رَيَنَ لِانْعِدَامِ السُّكُوْنِ كَمَا فِي ارمين وَلَمْ تُحْذَفْ وَاوُ الْجَمْعِ فِي رَوُنَّ لِعَدَمِ ضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا بِخِلَافِ اُغْزُنَّ وَارْمِنَّ وَبِالنُّوْنِ الْخَفِيْفَةِ رَيَنْ، رَوُنْ، رِيِنْ وَالْفَاعِلُ راء الخ وَلَا تُحْذَفُ هَمْزَتُهٗ كَمَا سَيَجِئُ فِي

الْمَفْعُوْلِ وَقِيْلَ لَا تُحْذَفُ لِاَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ وَالْاَلِفُ لَا تَقْبَلُ الْحَرْكَةَ وَلٰكِنْ يَجُوْزُ لَكَ اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَ بَيْنَ كَمَا فِي سَاَلَ يَسْاَلُ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا اَرٰى يُرِىْ اِرَاءَةً وَالْمَفْعُوْلُ مرى الخ اَصْلُهٗ مَرْءُوْيٌ فَاُعِلَّ كَمَا فِي مَهْدِيٌّ وَلَا يَجِبُ حَذْفُ الْهَمْزَةِ لِاَنَّ وَجُوْبَ حَذْفِ الْهَمْزَةِ فِي فِعْلِهٖ غَيْرُ قِيَاسِيٍّ كَمَا مَرَّ فَلَا يُسْتَتْبَعُ الْمَفْعُوْلُ وَغَيْرُهٗ وَتُحْذَفُ فِي نَحْوِ مُرِيٍ لِكَثْرَةِ مُسْتَتْبِعِيْهِ وَهُوَ اَرٰى يُرِىْ وَاَخَوَاتُهُمَا وَالْمَوْضِعُ مَرْأًى وَالْاٰلَةُ مِرْاٰىٌ وَاِذَا حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ فِي هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ يَجُوْزُ بِالْقِيَاسِ عَلٰى نَظَائِرِهَا اِلَّا اَنَّهٗ غَيْرُ مُسْتَعْمَلِ الْمَجْهُوْلِ رَئٰ يرى)) الخ

"اور سی طرح اللہ میں کہ اس کی اصل اِلَاہٌ تھی تو انہوں نے ہمزہ کو حذف کر دیا تو لَاہٌ ہو گیا پھر انہوں نے اس پر الف اور لام کو داخل کر دیا تو اَلِلَاہُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا تو اَللّٰهُ ہو گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل اَلْ اِلٰہٌ ہے پس دوسرے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا پھر ہمزہ کی حرکت لام کی طرف منتقل کر دی تو اَلْلَاہُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا گیا تو اَللّٰهُ ہو گیا۔ جیسا کہ یَرَی میں کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس کی اصل یَرْاَیُ تھی۔ تو یاء کو الف سے بدل دیا گیا اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے پھر ہمزہ کو لین بنایا گیا تو پس تین ساکن جمع ہو گئے تو الف کو حذف کر دیا گیا اور اس کی حرکت راء کو دے دی گئی۔ تو یَرَی ہو گیا اور یہ تخفیف یَرَی میں واجب ہے نہ کہ اس کے اخوات میں باوجود جمع حرف علت کے ہمزہ کے ساتھ فعل ثقیل میں کثرت استعمال کی وجہ سے۔ اور اسی وجہ سے واجب نہیں یَنَئٰ یَنَاَیُ میں اور یَسَلُ یَسْأَلُ میں مَرَی مَرْأَی میں اور تو کہے گا ضمیر کے الحاق کرنے کے متعلق کہے گا، رَاَی، رَاَیَا، رَاَوْا، رَاَتْ، رَاَتَا، رَاَیْنَ الخ اور یاء کی تعلیل عنقریب ناقص مستقبل کے باب میں آئے گی یَرَی، یَرَیَانِ، یَرَوْنَ، تَرَی، تَرَیَانِ، یَرَیْنَ، تَرَی، تَرَیَانِ، تَرَوْنَ، تَرَیْنَ، تَرَیَانِ، تَرَیْنَ، اَرَی نَرَی اور یَرَون کا حکم یری کے حکم کی

طرح ہے اور لیکن اس الف کو حذف کیا جائے جو کہ یرون میں ہے الف اور واوَ جمع کے التقائے ساکنین کی وجہ سے اور یریان کے یاء کی حرکت عارضی ہے اس کو الف سے نہیں بدلا جائے گا اور اگر بدل دیا جائے تو دو ساکن اکٹھے ہو جائیں گے پھر ان میں سے کسی ایک کو حذف کیا جائے گا تو پھر واحد کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ لن یری اور ان یری کی مثال میں اور تَرَیْنَ کی اصل تَرْاَیِیْنَ ہے پھر یاء کو ماقبل فتحہ کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا تو تراین ہو گیا پھر الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا تو ترین ہو گیا تو اس کے اور اس کے جمع کے درمیان برابری ہو گئی اور فرق تقدیری پر اکتفاء کیا۔ جیسا کہ ترمین میں ہے اور عنقریب ناقص میں آئے گا اور فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا تو اس سے نون کو حذف کر دیا گیا علامت جزمی کی وجہ سے اور یائے تانیث کو کسرہ دے دیا گیا تاکہ تاکید کی تمام نونات کے موافق ہو جائے جیسا کہ اِخْشَیِنَّ میں ہے اور عنقریب اس کی تمام مثالیں لفیف کے باب میں آئیں گی۔ باقی اس سے امر یوں آئے گا۔ رَ، ریا، روا ری، ریا، رین اور ریاء کو الف نہیں کیا جائے گا ریا میں لتریان کی اتباع کرتے ہوئے۔ اور اس میں ہاء کے ساتھ وقف کرنا جائز ہے مثل رَہْ کے پس اس کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ تری میں پھر یاء کو حذف کیا گیا ساکن کے پائے جانے اور نون ثقیلہ کے پائے جانے کی وجہ سے۔ رَیَنَّ، رَیَانِّ، رَوُنَّ، رَیِنَّ، رَیَانِّ، رَیْنَانِّ اور جیسا کہ اَرْمِیُنَّ میں اور واوَ جمع حذف نہیں کی جائے گی رَوُنَّ میں اس کے ماقبل پر ضمہ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف اُغْزُنَّ اور اِرْمِنَّ ہو گا الخ اور اس کے ہمزہ کو حذف نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مفعول میں آئے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حذف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس کا ماقبل الف ہے اور الف حرکت کو قبول نہیں کرتا لیکن آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ بین بین بنائیں جیسا کہ سَاَلَ یَسْاَلُ میں تھا۔ اور اسی پر ہی آرَی یُرِی اِرَاءَۃً کو قیاس کریں اور یری سے مفعول مرئی آئے گا کہ اس کی

اصل مَرْءُ وْیٌ تو پس اس تعلیل کی جائے گی جیسا کہ مھدیٌ میں کی گئی اور ہمزہ کا حذف کرنا واجب نہیں ہے اس لیے کہ اس کے فعل میں ہمزہ کے حذف کا واجب ہونا غیر قیاسی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے پس مفعول اور اس کے علاوہ کی اتباع نہیں کی جائے گی۔ اور مُرَیٍ جیسی مثال میں حذف کیا جائے گا اس کے کثرت سے تتبع کی وجہ سے اور وہ اَرَیٰ یُرِی اور ان دونوں کے اخوات میں اور اس سے اسم ظرف مَرْاٰیٌ اور اسم آلہ مِراٰیٌ آئے گا اور جب ان اشیاء میں سے ہمزہ کو حذف کر دیا جائے تو اسی طرح ان اشیاء کی نظائر میں قیاس کی وجہ سے حذف جائز ہوگا مگر یہ کہ وہ حذف کرنا غیر مستعمل المجھول ہے رٰی یری الخ میں۔''

تشرِیح: **وَكَذٰلِكَ**: ان الفاظ کے لانے سے غرض ماقبل کے طریقے کے مطابق ہی آگے آنے والے کلمات کی تعلیل کا حکم بتانا مقصود ہے کہ جس طرح ناس میں ہمزہ کو شذوذ کے طریق سے حذف کیا گیا ہے بالکل اسی طرح لفظ اللہ میں ہمزہ کو حذف کیا گیا جائے گا۔

اِلٰہٌ: یعنی نکرہ کی حالت میں اور وہ اَلتَّاَلّہ سے ہے جس کا مطلب ہے التعبد یعنی پس الاہ بمعنی فعال بمعنی مفعول کے ہو جیسے کتاب بمعنی مکتوب کے ہے۔

اَصْلُہٗ: پس اس طریق پر ہمزہ کا حذف کرنا شاذ نہیں اس لیے کہ جب ہمزہ جب خود متحرک ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو اس کی تخفیف اس طریقے سے ہوگی کہ ہمزہ کو حذف کر دیا جائے اور اس کی حرکت اس کے ماقبل کو دے دی جائے جیسا کہ اَلْاَحْمَرُ میں ہوا۔

كَمَا يُقَالُ: اس عبارت سے غرض حرکت کے نقل کرنے کی تشبیہ دینا مقصود ہے نہ کہ ادغام کی۔

يَرْاَیُ: اس فعل میں حذف اور بدل ہے گویا کہ یہ تو الی اعلالین متقعین کے قبیل سے ہے ان میں سے ایک جو ہے وہ اس الف کا حذف کرنا ہے جو کہ ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور دوسری قسم یاء کو الف سے بدلنا ہے۔ اور یہ دونوں حرف لگاتار ہیں جبکہ انہوں نے اس کو خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے اور جو خلاف قیاس ہو تو وہ شاذ ہے، اور اس کے باوجود وہ

فصیح ہے تو پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ شاذ جو کہ استعمال ہوتا ہے وہ فصاحۃ کو مانع نہیں ہے۔
فَقُلِبَتْ: یہاں سے غرض یاء کے قلب کو تلیین ہمزہ پر مقدم کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قلب یاء کو تلیین ہمزہ پر اس لیے مقدم کیا تا کہ یاء طرف میں واقع ہو جائے اور اعلال اسبق الی الطرف ہے وہ اس وجہ سے اگر یہ تقدیر نہ ہوتی تو اس کو الف سے بدلنا ممتنع تھا، اس کے ماقبل کے سکون کی وجہ سے ہمزہ کی تلیین کی تقدیم کے ساتھ راء سے اس کے ماقبل کی طرف اس کی حرکت کے نقل کرنے سے پہلے۔ اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے سکون کے حکم میں ہے، اس کی طبیعۃ (تابع ہونے) کی وجہ سے جیسا کہ پہلے والی مثالوں میں گذر چکا ہے اور یہ اس کی تلیین سے پہلے اس کے ماقبل کی طرف تقدیراً نقل حرکت ماننے کے ساتھ ہے۔
لِیِّنَتْ: یعنی ساکن کیا جائے اور الف سے بدل دیا جائے۔
سَوَاکِنُ: یعنی وہ تین ساکن حروف جو ہیں وہ یہ ہیں ایک راء، دوسرا ہمزہ ملینہ اور تیسرا وہ الف کو جو یاء سے بدلا ہوا ہے۔
اَلْاَلِفُ: یعنی وہ الف کو جو ہمزہ سے بدل کر آئی ہے وہی مراد ہے نہ کہ وہ الف کہ جو یاء سے بدل کر آئی ہے اس پر اس کا قول اعطی حرکتها للراء دلالت کرتا ہے۔
التخفیف: اس تخفیف سے مراد یہ ہے کہ ہمزہ کو حذف کر دیا جائے اور اس کی حرکت کو اس کے ماقبل کی طرف نقل کر دیا جائے۔
اخواته: یہاں یَرَی کے اخوات سے مراد ماضی ہے مثل رایٰ اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم مکان اور اسم زمان اور اسم آلہ وغیرہ اور بعض نے یہ کہا کہ اخواته سے مراد نأی ینای وغیرہ ہیں ان دونوں میں تمام شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اور ان شرائط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اپنے اس قول "لكثرة استعماله" سے۔ اور اس کا یہ قول متعلق ہے۔ وهذا تخفيف واجب کے۔
وَمِنْ ثَمَّ: یعنی ان مذکورہ شرائط شرط ٹھہرانے کی وجہ سے جو کہ اس کے حذف کرنے کے وجوب کے بارے میں ہیں ینائی میں ہمزہ کا حذف کرنا واجب نہیں ہے۔

لَا یَجِبُ: یہاں وجوب کی نفی کر کے جواز کی صورت بتا رہے ہیں کہ یاء کو الف سے بدلنے کے بعد جائز ہے کہ ہمزہ کی تخفیف اس کو حذف کر کے کی جائے اور اس کی حرکت کو نون کی طرف نقل کر دیا جائے اور اس کو پہلی شرط اور اس کی حرکت کو نون کی طرف نقل کر دیا جائے اور اس کو پہلی شرط فقدان کی وجہ سے باقی رکھنا بھی جائز ہے اور وہ شرط کثرت استعمال ہے۔

فِی یَسْأَلُ: اس میں وجوب کی نفی کی گئی ہے اس میں حرف علت کی ہمزہ کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ وہ حرف صحیح ہے۔

مری: اس میں بھی وجوب کی نفی کی گئی ہے فعل میں اجتماع مذکور کے منتفی ہو جانے کی وجہ سے اس لیے کہ مریٌ فعل نہیں ہے بلکہ اسم مفعول ہے۔

اِعْلَالُ الْیَاءِ: یہ ایک سوال مقدر یہ ہے کہ یاء کے اعلال کی وجہ بیان کیوں نہیں کی گئی جیسا کہ ہمزہ کے اعلال کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

حُکْمُ: یعنی یرون کا حکم اس تعلیل کے حق میں یری کے حکم کی طرح ہے اور وہ یہ ہے کہ یاء کو الف سے بدلا جائے پھر ہمزہ کی تلیین کی جائے اور پھر تین ساکن حروف کے اجتماع کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا جائے اور اس کی حرکت راء کو دے دی جائے۔

وَلٰکِنْ: اس لفظ سے غرض ایک استدراک کو بیان کرنا ہے جو کہ حکم کی مخالفت کی جہت کا استدراک ہے اور وہ یہ ہے کہ لام کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کیا گیا اور وہ دو ساکن جو میں الف اور واؤ جمع ہیں۔ اور الف میں حذف اولیٰ ہے واؤ کے علامت ہونے کی وجہ سے۔ اور علامت حذف نہیں کی جاتی اگر اس واؤ کو حذف کیا جائے گا تو یہ افادہ کے لیے مخل ہے بخلاف لام کے حذف ہونے کے اس لیے کہ وہ مخل نہیں ہے۔

یَرَوْنَ: اس مثال کو اس لیے لائے ہیں کہ اس سے ایک الف حذف کی گئی ہے اور یہ الف وہی ہے کہ جو کہ یاء سے بدل کر آئی ہے۔ اور وہ یاء فعل کا لام کلمہ ہے۔

وَحَرَکَۃُ یَاءٍ: یہ سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مصنف قول یری اصلہ یرای فقلبت الیاء الفا لفتحۃ ما قبلھا پر گویا کہ سائل نے سوال کیا پس اس نے

کہا یریان کی یاء متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے۔ تو پس مناسب ہے کہ اس متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا جائے تو مصنف نے اس وارد ہونے والے سوال کا جواب اپنے قول وحرکۃ یاء یریان سے دے دیا۔

یَجْتَمِعُ السَّاکِنَانِ: یہاں التقائے ساکنان سے مراد دو الف ہیں۔ یعنی ایک الف تثنیہ اور ایک وہ الف جو کہ یاء سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔

فَیَلْتَبِسُ: یہاں التباس لازم آنا اس وجہ سے بتایا گیا ہے کہ اس وقت یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ مفرد ہے کہ اس سے حرف کو حذف کیوں گیا یا وہ تثنیہ ہے کہ اس سے نون کو لَنْ کے داخل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو اسی وجہ سے اس کو الف سے نہیں بدلا جائے گا۔

فِی مِثْل: یہ عبارت بدل ہے مصنف کے قول بالواحد سے پس تقدیری کلام اس طرح ہوگی فیلتبس یریان بیری فی مثل لن یری.

ان یَّرَی: یہ اس وجہ سے کہ حذف کرنے کے بعد وہ یَرَانِ ہو جاتا ہے پس جب اس پر لن کو داخل کیا جائے گا تو نون کو گرا دے گا تو لن یری ہو جائے گا تو پس تثنیہ مفرد کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا اور اسی طرح جب اس پر ان کو بھی داخل کر دیا جائے تو اس وقت یہی کیفیت ہوگی یعنی اس صورت میں التباس لازم آئے گا۔ جیسے اَنْ یَّرِی تو الف سے نہیں بدلا جائے گا اور اس کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جس میں التباس نہ ہو اور تریان اور لَمْ تَرَیا ہیں۔

فَحُذِفَتْ: یہاں سے حذف کرنے کی وجہ کو بیان کرتے ہیں یہ حذف کرنا شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے ہوا جیسا کہ تری میں ہمزہ کو حذف کیا گیا۔

لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ: یہاں ان دو ساکنوں سے مراد ایک تو وہ الف ہے کہ جو یاء سے بدل کر آتی ہے اور دوسرا یاء ساکنہ ہے کہ جو یاء سے بدل کر آتی ہے اور دوسرا یاء ساکنہ ہے۔

وسوی بینہ: اس سے مراد یہ ہے کہ مخاطب اور اس کی جمع میں باعتبار لفظ ایک

ہوتے میں برابری کی گئی ہے اس لیے کہ ان دونوں کا ایک ہی صورت پر آنے کی وجہ سے صرف سے تقدیری فرق پر اکتفاء کیا گیا۔ اس لیے کہ واحد کی اصل ترایین بروزن تفعلین ہے جیسا کہ متن میں وارد ہوا اور جبکہ جمع کی اصل ترائن ہے بروزن تفعلن پھر اس میں تری کے اعلال کی طرح اعلال کیا گیا تو ترین بروزن تفین ہو گیا۔

التقدیری: یہاں تقدیری فرق پر اس وجہ سے اکتفاء کیا اس لیے کہ ترین میں نون جو واحد کے لیے ہے وہ علامت رفع ہے اور وہ نصب اور جزم کی حالت میں گر جاتی ہے اور جمع میں یہ مؤنث کی علامت ہے وہاں یہ نون نہیں گرتی اور یاء واحد میں زائدہ ہے اور جمع میں لام کلمہ زائدہ ہے تو آپ واحد کے وزن میں کہیں گے تفین لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور جمع تفلن کہیں گے۔

كَمَا فِي: یہاں تشبیہ کے الفاظ لانے کی وجہ ہے کہ میم کا کسرہ واحد میں عارضی ہے اگر اس کو نقل کردہ بھی کہا گیا ہے اور جمع میں اصلی ہے۔

ترمین: یہ مثال مشبہ بہ کی ہے کہ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح ان دونوں کے درمیان لفظوں میں برابری کی گئی ہے۔ اور ترمین میں تقدیری اعتبار سے اختلاف کیا گیا ہے اس کی تحقیق ناقص کے باب میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فَاِمَّا تَرَيِنَّ: اس کی تعلیل کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تَرْاِيِيْن بروزن تفعلین تھی ہمزہ کی حرکت راء کی طرف نقل کی گئی اور ہمزہ کو حذف کر دیا گیا بغرض تخفیف تو تریین بروزن تَفَلِيْنَ ہو گیا اس لیے کہ اس کا عین کلمہ حذف کر دیا گیا ہے پھر یاء کو متحرک ہونے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا تو تَرَايْنَ ہو گیا پھر الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو تَرَيْنَ بروزن تَفَيْنَ ہو گیا۔ اس لیے اس عین کلمہ اور لام کلمہ دونوں حذف ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا ہے اور جب اس پر حرف شرط داخل کیا جائے گا تو اس وقت یا تو اس سے جزم کی وجہ سے علامت کو حذف کر دیا جائے گا اور جس وقت نون ثقیلہ اس پر داخل کی جائے گی تو اس وقت یاء اور نون ثقیلہ میں سے پہلی نون کے درمیان التقائے ساکنین واقع ہو گا تو یاء کو کسرہ دے دیا جائے گا

جیسا کہ اِخْشَینَّ میں ہوا تو پس یہ تَرَیِنَّ ہو جائے گا۔

یَاءُ التَّانِیْث: یہ ضمیر ہے اس لیے ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے یاء اور کسرہ کے درمیان مواخاۃ یعنی بھائی چارے کی وجہ سے۔

یَطَّرِدُ: یہاں موافقت پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس یاء کے کسرہ دینے میں کہ جو نون تاکید سے پہلے واقع ہوتی ہے جیسا کہ اِخْشَینَّ میں یاء کو کسرہ دیا گیا ہے یاء اور نون ثقیلہ میں سے پہلی نون کے درمیان التقائے ساکنین کے لازم آنے کی وجہ سے اور اس کی پوری تفصیل لفیف کے باب میں آئے گی۔

اَلْاَمْرُ: جب مصنف رأی کے باب سے مستقبل کو بیان کرنے سے فارغ ہوتے تو اب وہ امر کے بیان میں شروع ہو رہے ہیں تو پس انہوں کہا اَلْاَمْرُ، باقی رہی یہ بات کہ انہوں نے امر کو اسم فاعل کے بیان پر مقدم کیا اس لیے کہ امر مستقبل سے ماخوذ ہے۔ پس اس کا حق یہی تھا کہ اس کو اس کے متصل بعد میں ذکر کیا جائے۔

لَتَرَیَانِ: اس کے متعلق تفصیل گذر چکی ہے اس کی یاء کو الف سے نہیں بدلا جائے گا تاکہ واحد کے ساتھ التباس نہ آئے لن یری جیسی مثال کے ساتھ۔

وَیَجُوْزُ: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے کہ اس میں وقف بھی جائز ہے تو بعض لوگوں نے کہا کہ اس قول میں غور و فکر کی ضرورت ہے ھاء ساکنہ کا الحاق ہر کلمہ میں لازم ہے تو وقف ایک حرف پر ہوگا تو مصنف نے یہ بات کیسے کہہ دی کہ اس میں ھاء کے ساتھ وقف کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے رَہْ الخ

مِثْلُ رَہْ: اس مثال سے مراد یہ ہے کہ ترای سے امر رہ آتا ہے اور ترای کی اصل ارأی بروزن افعل تھا تو ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کی حرکت راء کی طرف نقل کر دی گئی پس اس کی وجہ سے ہمزہ وصلی سے استغناء حاصل ہو گیا پھر یاء کو حذف کر دیا گیا ساکن ہونے کی وجہ سے تو رَ ہو گیا تو جب اس کے ساتھ ھاء وقف کی لاحق کی گئی تو رَہْ بروزن مَہْ ہو گیا۔

لِاِنْعِدَامِ: یعنی نون تاکید کے داخل کیے جانے کے وقت لام کا متحرک ہونا، پس صحیح

میں کہا جائے گا اِفْعَلَنَّ لام کے فتحہ کے ساتھ اور اگر اس کو فتحہ نہ دی جاتی تو لام اور نون ثقیلہ میں سے پہلی نون کے ساتھ التباس لازم آتا اور معتل کو صحیح پر محمول کیا جاتا ہے پس جب لام کلمہ پر سکون مشکل ہو نون کی حالت میں اور معتل میں فعل کا لام کلمہ گر جائے گا حرکت کے گر جانے کی وجہ سے صحیح میں یہی معنی ہے اس کے قول لِانْعدامِ السکون کا۔

فِي رَوُنَّ: اس عبارت سے متعلق جو حذف کا حکم بیان کیا جا رہا ہے اضربن میں ہونے والے حذف کی طرح ہے اضربن کی اصل اضربون تھی اس میں واؤ کو حذف کر کے صرف ضمہ پر اکتفاء کیا گیا۔ باقی لعدم الضمة سے مراد یہ کہ رَوُنَّ میں واؤ جمع کو امر سے حذف کر دیا جائے گا نون تاکید کے داخل ہونے کے وقت جبکہ اس کے ماقبل پر ایسا ضمہ ہو کہ جو واؤ محذوفہ پر دلالت کرے اور جبکہ یہاں پر ضمہ منعدم ہے اس لیے کہ راء مفتوح ہے پس اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو پھر ایسی کوئی چیز نہیں پائی جائے گی کہ جو اس پر دلالت کرے تو پس اس کو حذف نہیں کیا جائے گا۔

رَاءٍ: اس کی اصل رَاءِیٌ ہے یا پر ضمہ ثقیل تھا پس اس کو ساقط کر دیا گیا تو دو ساکن جمع ہو گئے یعنی یاء اور تنوین پس یاء کو حذف کر دیا گیا تو راءٍ باقی رہ گیا۔

كَمَا يَجِيءُ: یہاں سے ماقبل کی عبارت کے لیے مشبہ بہ بیان کر رہے ہے کہ یعنی جس طرح مفعول میں حذف نہیں کیا گیا اسی طرح یہاں بھی حذف نہیں کیا جائے گا۔

قِيْلَ: سے جو بعض لوگوں کا مذہب حذف نہ کرنے متعلق بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یری میں ہمزہ کا وجوبی طور پر حذف کیا جاتا غیر قیاسی ہے اس وجہ ہے کہ جو پہلے گزر چکی ہے تو پس فاعل اور مفعول میں کسی کے اندر یہ طریقہ نہیں اپنایا جائے گا۔

لَا تَقْبَلُ الْحَرْكَةَ: اس کے حرکت کے قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر اس ہمزہ کو حذف کر دیا جائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ اس کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف نقل کی جائے اس لیے کہ ہمزہ کی تخفیف کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے ماقبل ساکن کو متحرک بنا کر اس ہمزہ کو حذف کر دیا جائے وہ اس طرح سے اس ہمزہ کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف نقل کر دی جائے۔

بین بین :اس سے مراد یہ ہے کہ بین بین وہاں ہوگا کہ جہاں ہمزہ متحرک ہو اور اس کا ماقبل الف ہو جو حرکت کو برداشت نہ کرسکتا ہو اور اس کا ادغام بھی ممکن نہ ہو تو اس وقت واجب ہے کہ بین بین مشہور بنا دیا جائے اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ اس کو غیر مشہور بنایا جائے اس کے ماقبل کی حرکت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور وہ ماقبل الف ہے۔

قِسْ علی هذا :یعنی یری پر قیاس کریں جو کہ رأی کا مضارع ہے اور وہ ثلاثی مجرد کا فعل مضارع ہے اور مزید کا قیاس کیا جانا ثلاثی پر معقول کے موافق قیاس ہے۔

لِاَنَّ وَجُوْبَ :اس عبارت سے ایک سوال اور اس کے جواب کو بیان کرنا مقصود ہے اس پر ہونے والا سوال یہ ہے کہ اگر آپ یوں کہیں کہ یہ دلیل فاعل اور مفعول کے درمیان مشترک ہے ان دونوں میں ہمزہ نہ ہونے میں تو پھر اس کو فاعل میں کیوں نہ ذکر کیا اور مفعول میں کیوں ذکر کیا تو اس کے جواب میں مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو مفعول میں اس لیے ذکر کیا تاکہ یہ حکم ہو جائے اور وہ حکم ہمزہ کا فاعل میں حذف نہ ہونا اولیٰ ہے اور وہ اس لیے کہ جب حذف مفعول جو کہ ضعیف ہے اس میں جائز نہیں ہے تو فاعل جو کہ قوی ہے تو اس میں بطریق اولیٰ جائز نہیں ہوگا۔

غَیْرُ قِیَاسِی :اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز کو جو بغیر قیاس کے ثابت ہو تو اس پر قیاس نہ کیا جائے۔

تُحْذَفُ :یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے جو کہ مصنف کے قول و لا یحذف الهمزة فی راء پر وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ راء اسم فاعل مرء کی طرح ہے پس مناسب یہ ہے کہ اس سے ہمزہ حذف نہ کیا جائے جیسا کہ راء سے حذف نہیں کیا گیا تو لکثرة مستتبعیه سے اس کا جواب دے دیا۔ باقی رہی یہ بات کہ مُرِیْ کی اصل کیا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ مری بروزن مفعل چوں مکرم ہے ہمزہ کی حرکت نقل کی گئی (جو کہ فتحہ تھی) اس کے ماقبل کی طرف جو کہ راء ہے اور ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تو مری ہو گیا تو پھر یاء کو الف سے بدل دیا اس کے متحرک ہونے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے تو ان دونوں کے درمیان التقائے

ساکنین ہوا اور وہ دو حرف یہ ہیں یعنی ایک تو وہ الف جو کہ یاء سے بدل کر آتی ہے اور دوسری تنوین تو پس الف کو حذف کر دیا گیا تو مَرِيٍ بروزن مَفٍ ہو گیا۔

اَلْاَشْيَاء :ان اشیاء سے مراد مری، مرای، اور مرأی ہیں یعنی اسم مفعول، اسم ظرف اور اسم آلہ ہیں اور یہ الرویۃ مصدر سے۔

عَلٰی نَظَائِرِهَا :اس کی نظائر سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، اسم آلہ سے ہوا گرچہ ان کے ہمزہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہے لیکن جائز ہے۔

((اَلْمَهْمُوْزُ الْفَاءُ يَجِيُّ مِنْ خَمْسَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ اَخَذَ يَاْخُذُ وَاَدَبَ يَاْدُبُ وَاَهَبَ يَاهَبُ وَاَرِجَ يَاْرَجُ واَسَلَ يَاْسُلُ وَالْمَهْمُوْزُ الْعَيْنِ يَجِيُّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ رَاٰى يَرٰى وَيَئِسَ يَيْئَسُ وَلَؤُمَ يَلْؤُمُ وَالْمَهْمُوْزُ اللَّامُ يَجِيُّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ هَنَأَ يَهْنِأُ وَسَبَأَ يَسْبَأُ وَصَدِئَ يَصْدِئُ وَجَرُؤَ يَجْرُؤُ وَلَا يَجِيُّ فِي الْمُضَاعَفِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ نَحْوُ اَنَّ يَاَنُّ وَلَا تَقَعُ الْهَمْزَةُ مَوْضِعَ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِيُّ فِي الْمِثَالِ اِلَّا مَهْمُوْزَ الْعَيْنِ وَاللَّامِ نَحْوُ وَاَدَ وَجَاَ وَفِي الْاَجْوَفِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ وَاللَّامِ نَحْوُ اٰنَ وَجَاءَ وَفِي النَّاقِصِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ وَ الْعَيْنِ نَحْوُ اَرٰى وراٰى وَفي اللَّفِيْفِ الْمَفْرُوْقِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْعَيْنِ نَحْوُ واٰى وَفِي الْمَقْرُوْنَ اِلَّا مَهْمُوْزَ الْفَاءِ نَحْوُ اَوٰى وَتُكْتَبُ فِي الْاَوَّلِ عَلٰى صُوْرَةِ الْاَلِفِ فِي كُلِّ الْاَحْوَالِ نَحْوُ اَبٌ وَاُمٌّ وَاِبِلٌ لِخِفَّةِ الْاَلِفِ وَقُوَّةِ الْكَاتِبِ عِنْدَ الْاِبْتِدَاءِ عَلٰى وَضْعِ الْحَرَكَاتِ وَفِي الْوَسْطِ اِذَا كَانَتْ سَاكِنَةً عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ رَاْسٌ وَلُؤْمٌ وَ ذِئْبٌ لِلْمُشَاكَلَةِ وَاِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ نَفْسِهَا حَتّٰى تُعْلَمَ حَرَكَتُهَا نَحْوُ سَاَلَ وَلَؤُمَ وسَئِمَ واذا كَانَتْ فِي آخِرِ الْكَلِمَةِ تُكْتَبُ عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا لَا عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ نَفْسِهَا لِاَنَّ الْحَرَكَةَ الطَّرْفِيَةَ عَارِضِيَةٌ نَحْوُ قَرَأَ وَجَرُؤَ وَفَتِئَ وَاِذَا كَانَتْ مَا قَبْلَهَا سَاكِنًا لَا يُكْتَبُ

عَلٰى صُوْرَةِ شَیْءٍ لِطُرُوِّ حَرْكَتِهَا وَعَدْمِ حَرْكَةِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ خَبْءٍ وَ دَفْءٍ وَ بَرْءٍ))

''مہموز الفاء پانچ ابواب سے آتا ہے جیسے اَخَذَ یَاْخُذُ اَدَبَ یَادُبُ، اَهَبَ یَا هَبُ، اَرِجَ یَارَجُ اَسُلَ یَأْسُلُ اور مہموز العین تین ابواب سے آتا ہے جیسے رَاَی، یَرٰی، یَئِسَ یَیْئَسُ، لَؤُمَ یَلْؤُمُ اور مہموز اللام چار ابواب سے آتا ہے جیسے هَنَأَ یَهْنِأُ، سَبَأ یَسْبَأُ، صَدِئَ یَصْدِئُ، جَرُؤَ یَجْرُؤُ اور مضاعف میں صرف مہموز الفاء جیسے اَنَّ یَاِنُّ اور اہم بات یہ ہے کہ ہمزہ حروف علت کی جگہ واقع نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے وہ مثال میں صرف مہموز العین اور مہموز اللام آتا ہے جیسے واد، وجا اور اجوف میں صرف مہموز الفاء اور لام سے آتا ہے جیسے اٰنَ اور جاءَ اور ناقص میں صرف مہموز الفاء اور عین سے آتا ہے نحو ارتہ، رای اور لفیف مفروق میں صرف مہموز العین سے آتا ہے، جیسے وَاَیَ اور لفیف مقرون میں صرف مہموز الفاء سے آتا ہے جیسے اَوَیَ اور شروع میں ہمزہ لکھا جاتا ہے تمام احوال میں الف کی صورت پر جیسے اَبٌ، اُمٌ، اِبل الف کے خفیف ہونے اور لکھنے والے کی قوت کی وجہ سے ابتداء کے وقت الف پر حرکات رکھنے پر اور درمیان میں اس وقت جبکہ ساکن ہو اور اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق ہو جیسے راس، لوم، ذئب، مشاکلۃ کی وجہ سے۔ اور جب متحرک ہو اور اپنی ذاتی حرکت کے موافق ہو یہاں تک کہ اس کی حرکت معلوم ہو جائے۔ جیسے سال، لوم، سئم اور جب وہ کلمہ کے آخر میں ہو تو وہ اپنے ماقبل کی حرکت مطابق لکھا جائے گا نہ کہ اپنی ذاتی حرکت کے موافق اس لیے کہ طرف کی حرکت عارضی ہوتی ہے جیسے قراء، جرؤ، فتی اور جب اس کا ماقبل ساکن ہو کسی شئی کی صورت پر نہیں لکھا جائے گا اپنی حرکت کے تابع سمجھ اور اپنے ماقبل کی حرکت کے نہ ہونے کی وجہ سے جیسے خبءٍ، دفءٍ، برءٍ۔''

تشریح: اَدَبَ: اس کے متعلق ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اَدَبَ، یَادُبُ پانچویں

باب سے آتا ہے اور اس کا معنیٰ ظاہر ہے اور اس سے صفت کا صیغہ ادیب آتا ہے اور اسی سے ضَرَبْتَهٗ تَادِيْبًا آتا ہے اور دوسرے باب سے بھی آتا ہے اور اس کا معنیٰ اس وقت ہوگا قوم نے اپنے کھانے کی طرف بلایا۔ اور اس سے صیغہ صفت آدب کے وزن پر آتا ہے۔

سَبِأً: یہ السباء سے ہے جس کا معنیٰ ہے شراب خریدنا پینے کے لیے اور السبوبة اس کا معنیٰ ہے تازیانہ یعنی کوڑا مارنا۔

يَجْرُى: یہ باب كَرُمَ يَكْرُمُ سے ہے اور باب فَتَحَ کی مثال کو باب عَلِمَ کی مثال پر تین جگہوں پر مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے اس کے ماضی میں عین کلمہ مفتوح ہے، جبکہ باب نَصَرَ کی مثال کو باب ضَرَبَ پر مقدم کیا اس وجہ سے مھموز الفاء باب نَصَرَ سے بہ نسبت باب ضَرَبَ کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اَخْذٌ کی مثال کا کثرت سے استعمال ہونا یہ بھی وجہ تقدیم ہے۔

وَلَا يَجِئُ: اس سے یہ بتا رہے ہیں کہ مضاعف میں باوجود کوشش کے صرف مہموز الفاء ہی کے ابواب استعمال ہوتے ہیں۔

اَنَّ يَاِنُّ: یعنی فَزَعَ يَفْزِعُ کے معنیٰ میں آتا ہے اور اس کی اصل انن یانن آتی ہے فَرَّ يَفِرُّ کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

مَوْضِع: ہمزہ کے حرف علت کی جگہ پر واقع ہونے کی نفی اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ایک اس کا ان پر واقع ہونا متعذر (مشکل) ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ واؤ اور یاء کے بعد اس کا واقع ہونا ممتنع ہے۔

حروف العلة: اس کلام سے اور اس تفریع سے غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ جو اس بات سے پیدا ہوتا ہے کہ مہموز ہفت اقسام میں سے ایک قسم ہے تو پس یہ کسی دوسری قسم کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا تاکہ اقسام کا آپس میں تداخل نہ ہو جائے ورنہ اس حکم اور اس تفریع کی جو کہ اس پر بٹھائی گئی ہے اس کی بتانے اور سکھانے کی ضرورت نہیں۔

وَمِنْ ثَمَّ: یہ عبارت مذکورہ سے حاصل ہونے والا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ حرف علت کی جگہ پر اسی وجہ سے ہمزہ واقع نہیں ہوتا۔

جَاءَ: اس کی اصل جَیِئَ ہے بمعنی آنا۔
اَرَیَ: یعنی اَرَا اس میں یاء کو اس کے متحرک اور ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا گیا۔
رَای: اس کی اصل رَاَیَ ہے یاء کو اس کے متحرک اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل ڈالا یہ بمعنی الرویۃ یعنی خواب کے آتا ہے۔
وَای: یہ الوای سے ہے بمعنی وعدہ کرنا۔
تُکْتَبُ الْھَمْزَۃُ: مصنف رحمہ اللہ جب ہمزہ کی باعتبار لفظ کے ابحاث کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب وہ اس بات کا ارادہ کر رہے کہ وہ ہمزہ کی کتابت یعنی لکھنے کی ابحاث کو شروع کریں۔ تو اسی وجہ فرمایا: تکتب الهمزة.
فِي الْاَوَّلِ: اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمزہ لفظ کے شروع میں ہو۔
فِي كُلِّ الْاَحْوَالِ: اس سے مراد یہ ہے کہ عام ہے خواہ وہ ہمزہ مفتوحہ ہو جیسے اخذ یا مضمومہ ہو اُم یا مکسورہ ہو ابل اور عام ہے کہ خواہ وہ ہمزہ قطعی کر دیا گیا ہو اکرم یا وہ ہمزہ وصلی ہو جیسے اُنْصُرْ، امراء اور عام ہے کہ وہ اصلی ہو جیسے اَھْلُ کا ہمزہ یا وہ بدلا ہوا ہو جیسے اُجُوْہٌ جو اصل میں وُجُوْہٌ تھا۔
فِي الْوَسْطِ: اس کی مراد یہ ہے کہ جب ہمزہ درمیان میں آ جائے تو اس وقت وہ لکھا جائے گا۔
عَلٰى وَفْقِ حركة: اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمزہ کے ماقبل پر ضمہ ہو تو واؤ کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب اس کے ماقبل پر فتحہ ہو تو الف کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب ہمزہ کے ماقبل پر کسرہ ہو تو اس کو یاء کے ساتھ لکھا جائے گا۔
لُؤْمٌ: اس کلمہ کے اندر ہمزہ ساکن ہے تو اس کو واو کے ساتھ لکھا جائے گا اس لیے اس کے ماقبل کی حرکت ضمہ ہے۔
ذِئْبٌ: اس میں ہمزہ ساکن ہے اور ماقبل کے حرف پر کسرہ ہے۔ تو اس ہمزہ کو یاء کے ساتھ لکھا جائے گا۔

لِلْمُشَاكَلَةِ: یہاں مشاکلت سے مراد مشابہت ہے یعنی لفظ اور خط کے درمیان مشابہت پس یہ اسی طرح تخفیف کی جائے گی جس طرح کہ اس لفظ میں اس ہمزہ کے ماقبل کی حرکت ہوگی تو اس ہمزہ کو اپنے ماقبل حرکت کے موافق جنس سے ہی لکھا جائے گا خط میں۔

اِذَا كَانَتْ: یعنی جب ہمزہ درمیان میں ہو اور متحرک ہو اپنی ذات کی حرکت کے موافق ہی لکھا جائے گا۔ اور جب مضموم ہو تو واؤ کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب مفتوح ہو تو الف کے ساتھ اور جب مکسور ہو تو یاء کے ساتھ لکھا جائے گا یہ بات قابل غور نظر ہے اس لیے کہ یہ اصول قانون مَرْءٍ اور جون کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ ان دونوں میں ہمزہ درمیان میں ہے اور متحرک ہے اس کے باوجود یہ اپنی ذات کی حرکت کے مطابق نہیں لکھا جاتا بلکہ اپنے ماقبل کی حرکت مطابق لکھا جاتا ہے۔

حَتّٰى تُعْلَمَ: سے مراد یہ ہے کہ تا کہ یہ دلیل ہو جائے اس کی حرکت پر۔

عَارِضِيَةٌ: یعنی کبھی تو طرف محل تغیر ہوتا ہے تو اس حرکت اس صورت میں کلی حرکت ہوتی ہے۔

مَاقَبْلَهَا: اس مراد یہ ہے کہ وہ ہمزہ کہ جو کلمہ کے آخر میں واقع ہو۔

لَا يُكْتَبُ: یہاں لَا يُكْتَبُ سے مراد یہ ہے کہ لکھنے کی بجائے اس کو حذف کیا جائے گا اس لیے کہ ہمزہ کی شکل اور اس کی صورت خطی ہے اور وہ حرف لین کی ایک شکل ہے جبکہ خبء، دفء اور برء میں لکھا ہوا ہمزہ وہ ہمزہ کی علامت ہے اور اس کی پہچان ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں لکھنے میں ہمزہ ہے پس اس کا تلفظ کا کیا جائے گا۔

عَلٰى صُوْرَةِ شَيءٍ: سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی صورت پر نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ طاریہ ہے اور نہ ہی وہ اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق ہوگا اس حرکت کے منعدم ہونے کی وجہ سے جو اس کے ماقبل میں ہونی چاہیے تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی:

صیرورة بدل جانا۔ التلین لین کرنا۔ عریکة سہارا لیے ہوئے، تابع ہونا۔ جُوَنْ سیاہ وسفید اونٹ۔ المرتع چراگاہ۔ شاذ کسی چیز کا خلاف قانون استعمال ہونا۔ مجاورۃ اپنے ساتھ والی حرف کی وجہ سے۔ لِطرَوّ عارض آنے کی وجہ سے۔ تحمیل وزن لادنا، یا بوجھ برداشت کرانا۔ شراطها اس کی شرطیں۔ ظبیة ہرنی، طاریة عارضہ۔ لفیف لپٹا ہوا ہونا۔ مفروق جدا ہونا مقرون ملا ہوا ہونا۔
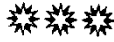
چوتھا باب مثال کے بیان میں

اَلْبَابُ الرَّابِعُ فِي الْمِثَالِ

((وَيُقَالُ لِلْمُعْتَلِ الْفَاءِ مِثَالٌ لِاَنَّ مَاضِيَهُ مِثْلَ مَاضِي الصَّحِيحِ وَقِيْلَ لِاَنَّ اَمْرَهُ مِثْلُ اَمْرِ الْاَجْوَفِ نَحْوُ عِدْوَ زِنْ وَهُوَ يَجِيُّ مِنْ خَمْسَةِ اَبْوَابٍ وَلَا يَجِيُّ مِنْ فَعَلَ يَفْعُلُ اِلَّا وَجَدَ يَجُدُ فِي لُغَةِ بَنِي عَامِرْ فَحُذِفَ الْوَاوُ فِي يَجُدُ فِي لُغَتِهِمْ لِثِقْلِ الْوَاوِ مَعَ ضَمَّةِ مَا بَعْدَهَا وَقِيْلَ هٰذِهِ لُغَةٌ ضَعِيفَةٌ فَاتَّبِعْ لِيَعِدُ فِي الْحَذْفِ وَحُكْمُ الْوَاوِ وَالْيَاءِ اِذَا وَقَعَتَا فِي اَوَّلِ الْكَلِمَةِ كَحُكْمِ حَرْفِ الصَّحِيحِ نَحْوُ وَعَدَ وَوُعِدَ وَوَقَرَ وَيَنَعَ لِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ عِنْدَ الْاِبْتِدَاءِ وَقِيْلَ اِنَّ الْاِعْلَالَ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِالسُّكُوْنِ اَوْ بِالْقَلْبِ اِلٰى حَرْفِ الْعِلَّةِ اَوْ بِالْحَذْفِ وَثُلَاثَتِهَا لَا تُمْكِنُ اَمَّا السُّكُوْنُ فَلِتَعَذُّرِهِ لِاَنَّهُ مُبْتَدَاءٌ وَالْاِبْتِدَاءُ مِنَ السَّاكِنِ مُتَعَذِّرٌ وَكَذَا الْقَلْبُ لِاَنَّ الْمَقْلُوْبَ بِهِ غَالِبًا يَكُوْنُ بِحَرْفِ الْعِلَّةِ السَّاكِنَةِ وَاَمَّا الْحَذْفُ فَلِنُقْصَانِهِ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ فِي الثُّلَاثِي وَاَمَّا فِي الْمَزِيْدِ فَلِاتِّبَاعِ الثُّلَاثِي فِي الزَّوَائِدِ نَحْوُ اَوْلَجَ يُوْلِجُ اِيْلَاجًا وَلَا يُعَوَّضُ بِالتَّاءِ فِي الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْمُسْتَقْبِلِ وَالْمَصْدَرِ فِي نَفْسِ الْحَرْفِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ اِدْخَالُ التَّاءِ فِي الْاَوَّلِ فِي الْعِدَةِ لِلْاِلْتِبَاسِ بِالْمُسْتَقْبِلِ وَيَجُوْزُ فِي التُّكْلَانِ لِعَدَمِ الْاِلْتِبَاسِ وَعِنْدَ سِيْبَوَيْهِ يَجُوْزُ حَذْفُ التَّاءِ كَمَا فِي قَوْلِ الشَّاعِرِ

اَخْلَفُوْكَ عَدَ الْاَمْرِ الَّذِيْ وُعِدُوْا لِاَنَّ التَّعْوِيْضَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْجَائِزَةِ

عِنْدَهٗ وَعِنْدَ الْفَرَّاءِ لَا يَجُوْزُ الْحَذْفُ لِاَنَّهَا عِوَضٌ مِنَ الْحَرْفِ الْاَصْلِيِّ اِلَّا فِي الْاِضَافَةِ لِاَنَّ الْاِضَافَةَ تَقُوْمُ مَقَامَهَا وَكَذٰلِكَ حُكْمُ الْاِقَامَةِ وَالْاِسْتِقَامَةِ وَنَحْوُهُمَا وَمِنْ ثَمَّ حُذِفَ التَّاءُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاقَامَ الصَّلٰوةِ وَتَقُوْلُ فِي اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ وَعَدَ وَعَدَا وَعَدُوْا الخ وَيَجُوْزُ فِي وَعَدْتَّ اِدْغَامُ الدَّالِ فِي التَّاءِ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ الْمُسْتَقْبِلِ يَعِدُ الخ اَصْلُهٗ يَوْعِدُ فَحُذِفَ الْوَاوُ لِاَنَّهٗ يَلْزَمُ الْخُرُوْجَ مِنَ الْكَسْرَةِ التَّقْدِيْرِيَةِ اِلَى الضَّمَّةِ التَّقْدِيْرِيَةِ وَمِنَ الضَّمَّةِ التَّقْدِيْرِيَةِ اِلَى الْكَسْرَةِ الْحَقِيْقِيَةِ وَمِثْلُ هٰذَا ثَقِيْلٌ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِيُ لُغَةٌ عَلٰى وَزْنِ فِعُلٌ وَفُعِلٌ اِلَّا حِبُكٌ وَدُئِلٌ وَحُذِفَ فِي تَعِدُ وَاَخَوَاتِهٖ اَيْضًا لِلْمُشَاكَلَةِ وَحُذِفَ فِي مِثْلِ تَضَعُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ تَوْضِعُ فَحُذِفَ الْوَاوُ ثُمَّ جُعِلَ تَضَعُ مَفْتُوْحًا نَظْرًا اِلٰى حَرْفِ الْحَلْقِ لِاَنَّ حَرْفَ الْحَلْقِ ثَقِيْلٌ وَالْكَسْرَةُ اَيْضًا ثَقِيْلَةٌ فَاُبْدِلَتِ الْكَسْرَةُ فَتْحَةً وَلَا تُحْذَفُ فِي يُوْعِدُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُاَوْعِدُ اَلْاَمْرُ عِدْ اِلٰى آخِرِهٖ اَلْفَاعِلُ وَاعِدٌ، اَلْمَفْعُوْلُ مَوْعُوْدٌ اَلْمَوْضِعُ مَوْعِدٌ وَالْاٰلَةُ مِيْعَدٌ اَصْلُهٗ مِوْعَدٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا وَهُمْ يُقْلِبُوْنَ بِالْحَاجِزِ فِي نَحْوِ قِنْيَةٍ فَبِغَيْرِ حَاجِزٍ يَكُوْنُ اَقْلَبَ))

''معتل فاء کو مثال اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ماضی ہمیشہ صحیح کی ماضی کی مثل ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا امر اجوف کے امر کی طرح ہوتا ہے، جیسے عِدْ اور زِنْ اور مثال پانچ ابواب سے آتا ہے، اور فَعَلَ يَفْعُلُ سے نہیں آتا مگر وَجَدَ يَجُدُ بنی عامر کی لغت میں آتا ہے، پس ان کی لغت میں اس کی واؤ کو مابعد کے ضمہ کی وجہ سے ثقل کے لازم آنے کی وجہ سے حذف کر دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لغت ضعیف ہے پس آپ حذف کرنے میں یعد کی اتباع کریں اور وہ واؤ اور یاء جو کہ کلمہ کے شروع میں واقع ہوں ان کا حکم حرف صحیح کے حکم کی طرح ہیں۔ جیسے وَعَدَ، وُعِدَ، وَقَرَ، يَنَعَ ابتداء کے وقت متکلم کی قوت

کی وجہ سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اعلال صرف سکون کی وجہ سے یا حرف علت کی طرف قلب (بدلنے) کی وجہ سے یا حذف کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی ثلاثت ممکن نہیں ہے۔ بہر حال سکون جو ہے وہ تو اس کے متعذر ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے کہ اس سے ابتداء ہوتی ہے اور ساکن سے ابتداء مشکل ہوتی ہے اور اسی طرح ہی قلب ہے اس لیے کہ وہ حرف جس کو بدلا جاتا ہے اکثر اوقات حرف علت ساکن ہوتا ہے اور جبکہ حذف وہ اس وجہ سے ثلاثی میں درست مقدار سے کم ہو جانے کی وجہ سے۔ اور جبکہ مزید فیہ میں حروف زوائد میں ثلاثی کی اتباع کی وجہ سے جیسے اَوْلَجَ یُوْلِجُ اِیْلَاجًا اور تاء کے عوض میں شروع یا آخر میں کوئی چیز نہیں لائی جاتی تا کہ نفس حروف میں مستقبل کے شروع میں اور مصدر کے آخر میں التباس لازم نہ آئے۔ اسی وجہ سے عِدَةٌ کے شروع تاء کا داخل کرنا جائز نہیں ہے مستقبل کے ساتھ التباس کی وجہ سے اور جبکہ التکلان میں یعنی اس کے شروع باء کو داخل کرنا جائز ہے التباس کے لازم نہ آنے کی وجہ سے اور سیبویہ کے نزدیک تاء کا حذف کرنا جائز ہے جیسا کہ شاعر کے قول میں ہے واخلفوك عد الامر الذی وعدوا اس لیے کہ کسی عوض میں حرف کو لانا یہ امور جائزہ میں سے ہے سیبویہ کے نزدیک جبکہ فراء کہتے ہیں کہ حذف کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ عوض حرف اصلی سے ہوتا ہے۔ مگر اضافت میں اس لیے کہ اس کے قائم مقام ہوتی ہے اور اسی طرح اقامة، استقامة اور ان دونوں کی مثل کا حکم ہے اور اسی وجہ سے تاء حذف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول واقام الصلوة اور آپ ضمیروں کے الحاق کے وقت یوں کہیں گے۔ عِدْ، عِدا، عدوا الخ اور عدتّ میں دال کا تاء میں ادغام جائز ہے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ مستقبل یَعِدُ الخ اس کی اصل یَوْعِدُ ہے پس واؤ کو حذف کر دیا گیا، اس لیے کہ کسرہ تقدیری سے ضمہ تقدیری کی طرف خروج لازم آتا ہے اور اسی طرح ضمہ تقدیری سے کسرہ تقدیری کی طرف خروج لازم آتا ہے اور اسی کی مثل ثقیل ہے اور اس وجہ

سے کوئی لغت فِعُلٌ اور فُعِلٌ کے وزن پر نہیں آتی مگر حِبُكٌ اور دُئِلٌ میں اور تَعِدُ اور اس کے اخوات میں بھی مشاکلت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور تَضَعُ کی مثل میں بھی حذف کر دیا گیا اس لیے کہ اس کی اصل تَوْضِعُ ہے، پس واؤ کو حذف کر دیا گیا پھر تَضَعُ کو مفتوح بنا دیا گیا حرف حلقی کی طرف غور و فکر کرتے ہوئے اس لیے کہ حرف حلقی ثقیل ہے اور کسرہ بھی ثقیل ہے پس کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا گیا اور یُوْعِدُ میں واؤ کو حذف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس کی اصل یُأَوْعِدُ آتی ہے جو کہ باب افعال (الایعاد) سے ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس سے امر عِدْ الخ اسم فاعل واعد اسم مفعول موعود، اسم ظرف مَوْعِد اور اسم آلہ مِیْعَدٌ آتا ہے کہ جس کی اصل مَوْعِدٌ ہے واؤ کو ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا حالانکہ اہل عرب قنیۃ جیسی مثال میں حاجز کے ساتھ سے تبدیل کرتے ہیں پس بغیر حاجز کے قلب زیادہ مناسب ہے۔"

تشریح: وَيُقَالُ: اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح اجوف میں قُلْ اور بِعْ دو حرفوں پر ان کے صیغے بولے جاتے ہیں بالکل اسی طرح مثال میں بھی عِدْ دو حرفوں کے وزن پر بولا جاتا ہے۔

مثل ماضی: اس مثل سے مراد یہ ہے کہ حرکات کے برداشت کرنے اور اعلال کے نہ ہونے میں جیسے وَعَدَ سے ماضی وَعَدَ، وَعَدَا وَعَدُوْا جیسے کہ آپ ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا کہتے ہیں۔

مثل امر الاجوف: اس سے مراد یہ ہے کہ مثال امر اجوف کے امر ہی کی آتا ہے، جیسا کہ مثال سے وَزَنَ يَزِنُ سے امر زِنْ آتا ہے اور اجوف سے جیسے زَانَ يَزِيْنَ سے زِنْ پس ان دونوں کے درمیان اسی مماثلث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی دونوں کے امر کے درمیان لفظ کے اعتبار سے تو پس اسی وجہ سے اس کا نام مثال رکھا گیا۔

خَمْسَةِ اَبْوَابٍ: ان پانچ ابواب سے مراد ضَرَبَ، سَمِعَ، كَرُمَ، حَسِبَ اور فَتَحَ ہیں۔ باقی ان کے علاوہ ایک باب نَصَرَ يَنْصُرُ ہے اس سے مثال نہیں آتا۔

فحذف الواو: یہاں پر واؤ کا حذف یاء اور کسرہ کے درمیان نہ ہونے کے باوجود بھی عمل میں لایا جاتا ہے۔

ضعیفة: اس کو ضعیف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ فصحاء کے استعمال اور قیاس سے نکل جانے کی وجہ سے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لیعد: اس مراد یہ ہے کہ تجد میں واؤ کو کسرہ اور یاء کے درمیان نہ ہونے کے باوجود یعد کی اتباع کرتے ہوئے حذف کر دیا جائے گا۔

فی الحذف: اس عبارت سے ان حروف علت کے بیان میں شروع ہو رہے ہیں کہ جو کلمہ کے شروع میں واقع ہوتے ہیں۔

کحکم حرف الصحیح: اس سے مراد یہ ہے کہ تغیر اور اعلال نہ ہونے کے اعتبار سے اسے کے حکم کی طرح ہے۔

لقوة المتکلم: یہ دلیل ہے اس واؤ اور یاء میں تعلیل نہ ہونے کی کہ جو کلمہ کے شروع میں واقع ہوں۔

عند الابتداء: یعنی ابتدائے کلام کے لیے متکلم کو قوت کی ضرورت ہوتی ہے، پس تخفیف کی غرض اعلال کی ضرورت نہیں ہوگی اور متکلم پر تکلم کی تسہیل کے لیے اور ابتداء کے وقت متکلم تکلم پر قوی ہوتا ہے جب کہ اس کو کوئی کمی عارض نہ آئے دوران تکلم پس اسی وجہ سے تخفیف اور تسہیل کی طرف ضرورت محسوس نہیں کی جائے گی۔

فلتعذرہ: اس کے متعذر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر واؤ کو بدلا جائے تو واؤ اور یاء کے درمیان التباس لازم آئے گا۔

الساکنة: اس میں ساکن کی صفت یا قید اس وجہ سے لائی گئی ہے کہ یہ کثرت سے اس کا استعمال اور دوران ہوتا ہے پس اس سے یا تو تحصیل حاصل لازم آئے گی یا ابتداء بالسکون لازم آئے گا اس لیے کہ تمام حروف علت میں صرف الف ہی ہے جو کہ ساکن ہوتا ہے۔

جیسا کہ تقیضی البازی اس مثال میں موجود ہے۔

القدر الصالح: یہاں قدر صالح سے مراد یہ ہے کہ ایسا کلمہ کہ جس میں تین

حروف پائے جائیں کہ ان میں سے ایک سے ابتداء کی جائے اور ایک حرف پر وقف کیا جائے اور ایک حرف ان دونوں کے درمیان میں واقع ہو۔

فِي الزَّوَائِد: مزید میں ثلاثی کی اتباع اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ثلاثی اصل ہے اور مزید اس کی فرع اور فرع ہمیشہ اصل کے تابع ہوتی ہے اور اضافت سے مراد مصدر کی اضافت اس کے مفعول ثانی کی طرف اور جائز ہے کہ مجہول مضاف ہو اس چیز کی طرف جو کہ فاعل کے قائم مقام ہو۔ بہر حال جو صورت بھی ہو اس کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

وَلَا يُعَوَّضُ: یہ عبارت گویا ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مناسب تو یہ ہے کہ وعد سے واؤ کو حذف کیا جائے اور اس کے عوض میں تاء لا جائے تا کہ مقدار صالح سے خارج نہ ہو، تو مصنف **لا يعوض** سے جواب دے دیا کہ یہاں ایسا نہ ہوگا۔

فِي الْاَوَّلِ: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر معتل میں کسی کلمہ کے شروع میں عوض کو لایا جائے تو تَعِد ہو جائے گا اور جب آخر میں عوض کو لایا جائے گا تو عِدَةٌ ہو جائے گا۔

نفس الحروف: یہاں نفس الحروف کا ذکر اس وجہ سے لائے کہ حرکات اور سکنات کے ساتھ التباس منتفی ہے، پس یقیناً ماضی مبنی برفتحہ ہوگا اور مضارع مختلف حرکات کی وجہ سے معرب ہوگا اور اسی طرح مصدر ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: یعنی التباس کی وجہ سے جائز نہیں کہ تاء کو شروع میں زائد کیا جائے۔

فِي الْعِدَةِ: اس کی اصل وِعْدٌ واؤ کی حرکت عین کی طرف نقل کر دی اس پر ثقل لازم آنے کی وجہ سے اس کے فعل کی تعلیل کے ساتھ اور واؤ کو حذف کر دیا گیا پھر تاء اس واؤ محذوفہ کے عوض میں آخر میں زائد کر دی تو عدة ہو گیا۔ لیکن بعض لوگوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل وعدة ہے واؤ کو حذف کر دیا گیا مذکورہ صورت کے مطابق تو محذوف میں سے تاء تانیث کا ہونا لازم آیا پس اگر دو وصفوں میں سے ایک وصف زائل ہوگئی تو حذف نہیں کیا جائے گا تو اس وجہ سے الوعد سے حذف نہیں کیا گیا کسرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی وصال سے اعلال کے نہ پائے جانے کی وجہ

سے کیونکہ اس کا فعل یو اصل آتا ہے۔

التکلان: یعنی اس مصدر کے شروع میں اس تاء کو داخل نہیں کیا جائے گا ہے کہ عوض میں ہوتی ہے اس لیے کہ مضارع اس وزن پر نہیں آتا۔ اور وہ وزن فعلان ہے پس شروع میں داخل کر دی گئی تاء التباس کو دفع کرنے کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے تاء کے پائے جانے کی وجہ سے۔

کَمَا: اس میں کاف منصوب المحل اس وجہ سے کہ وہ مصدر محذوف کی صفت ہے اور جو موصوف ہے وہ حذف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی سیبویہ کے نزدیک عدة میں تاء کو حذف کرنا جائز ہے۔ مثل حذف کرنے اس لفظ کی تاء کے کہ جو شاعر کے اس شعر میں ہے اخلفوك عد الامر الذی وعدوا

عدالامر: یہاں تعویض کو ترک کر دیا گیا ہے اس لیے کہ اس نے عدة الامر کا ارادہ کیا۔

مِنَ الامور: یہاں مِنَ الامور جائزہ کہہ کر امور واجبہ کی نفی یا ان سے احتراز مقصود ہے۔

عوض: حرف عوض کے بارے میں حکم یہ ہے کہ العوض لا تحذف یعنی عوض حذف نہیں کیا جاتا اس لیے کہ وہ بمنزل حرف اصلی کے ہوتا ہے پس اگر عوض کو حذف کر دیا جائے تو عوض کا حذف لازم آئے گا اور اس کے معوض کا حذف بھی لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

اِلَّا: یہاں سے اضافة کا استثناء مقصود ہے اور یہ استثناء مفرغ ہے یعنی فراء کے نزدیک تمام احوال میں تاء کا حذف کرنا جائز نہیں ہے مگر اضافہ کے حال میں۔ اور باقی رہی یہ بات کہ اس استثناء کا حاصل یہ ہے کہ یہ جواب ہے سیبویہ کے استدلال کے متعلق جو کہ انہوں نے شاعر کا قول پیش کیا ہے۔ مطلقاً حذف کے جواز پر اور اس کا بیان اور حاصل یہ ہے کہ تاء کا حذف کرنا شعر میں اضافہ کے حال میں ہے حالانکہ ان کا دعویٰ مطلق ہے پس تقریب تام نہ ہوتی یعنی دعویٰ دلیل کے مطابق نہ ہوا۔ اس لیے کہ مضاف

مضاف الیہ کے ساتھ بمنزل کلمہ واحدہ کے ہوتا ہے۔

واقام الصلوة: یعنی العدة کے حکم کی طرح الاقامة کا حکم ہے۔ تاء کے حذف ہونے کے حق میں ماقبل میں مذکور اختلاف پر اور اس کا بات احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ الاقامة کا حکم العدة کے حکم ہی طرح ہے اس کے آخر میں تاء معوضہ کے داخل کرنے بارے میں۔ پس اس صورت اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے۔

نحوهما: یہاں نحوهما سے مراد ان دونوں کے سے مشابہت رکھنے والے مصادر، ہیں۔ یعنی الاغاثة والاستغاثة والاعانة، والاستعانة.

تَقُوْلُ فی الحاق: جب مصنف رحمہ اللہ نفس صیغہ کی طرف نظر کرتے ہوئے اور باوجود معلوم ہونے کے قطع نظر کرتے ہوئے ضمیر فاعل کے اتصال سے مثال کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب وہ ان احکام کو بیان کرنا چاہتے ہیں جب اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو جائے، یعنی ثلاثی مجرد کی ماضی میں جب ضمیروں کا اتصال ہو جائے۔

ویجوز: یہاں سے ایک احتمال کے جواب کو بیان کر رہے ہیں کہ یہ احتمال ہوسکتا ہے یہ مثال کے حکم کا بیان کرنا ضمیر مرفوع متصل کے بارے میں ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہو اور وہ سوال یہ ہوسکتا ہے کہ دال کو تاء کر کے تاء کا تاء میں ادغام کیوں کیا گیا جیسے وَعَتّ کہ اس کی اصل وَعَدْتَ ہے۔ تو لقرب المخرج سے اس کا جواب دے دیا۔

یَوْعِدُ: یہ جملہ مستانفہ واقع ہو رہا ہے پس اسی وجہ سے اس کو بغیر حرف عطف کے لائے ہیں۔ گویا کہ سائل نے سوال کیا کہ بحث تو مثال کے متعلق ہے اور مثال اسے کہتے ہیں کہ جس کے فاء کلمہ کے مقابلے میں حرف علت واقع ہو اور یَعِد میں یہ بات نہیں پائی جاتی، تو پس اس وہم کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اپنے قول اصله یوعد اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے تعلیل کا حکم بیان کیا ہو۔

تَضَعُ مَفْتُوحًا: اس کو مفتوح اس وجہ کہا کہ وہ اس کو ناپسند سمجھتے ہیں کسرہ کی تحقیق حروف حلقی پر ہے۔ اور اسی طرح حروف حلقی کے مجاور پر پس اس کو نقل کر دیا گیا اگر وہی

علت ہو کہ جو تم نے بیان کر چکے ہو تو واجب ہوگا کہ ان تمام افعال میں عین کلمے کو فتحہ دیا جائے کہ جن میں حرف حلقی ہو مثل دخل یدخل، وعدہ، یعد اور ان دونوں کے مثل دوسرے افعال۔ میں اس کے متعلق کہتا ہوں کہ لغت اہل عرب سے سماع پر موقوف ہے اور وہ قیاسیہ نہیں ہے اور جن چیزوں میں ان سے اصل کے خلاف نقل کیا گیا ہے۔ وہاں علت کو تلاش کیا گیا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اسی سے علتہ ہے پس ہم اس علت کی طرف محتاج ہوئے کہ جو انہوں نے کسرہ سے فتحہ کی طرف نقل کی اور ہم اس علت کی طرف محتاج نہیں ہوئے کہ جس کو انہوں کسرہ یا ضمہ پر چھوڑ دیا اس لیے کہ اصل بات یہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل باقی رہے۔

وَلَا تُحْذَفُ: یہاں سے ایک دفع دخل مقدر کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر یوں کہا جائے کہ واؤ کو وعد کے مضارع سے حذف کیا گیا اور یُوْعِدُ میں واؤ کو حذف نہیں کیا گیا اور وہ اَوْعَدَ میں واؤ کو حذف نہیں کیا گیا اور وہ اَوْعَدَ کا مضارع ہے باوجود اس کے کہ ان دونوں میں حذف کی علت متحقق ہے۔ پس وعد کے مضارع سے واؤ کا حذف کرنا اور اَوْعَدَ کے مضارع سے واؤ کو حذف نہ کرنا یہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ ہم نہیں مانتے کہ واؤ اَوْعَدَ کے مضارع میں یاء اور کسرہ کے درمیان واقع ہے اس لیے کہ اس کی اصل یُأَوْعِدُ ہے۔ پس اس وقت اس میں حروف حلقی کی علت نہ پائی گئی اور وہ علت واؤ کا واقع ہونا ہے یاء اور کسرہ کے درمیان پس واؤ کو اس سے حذف نہیں کیا جائے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی:

یَنَعَ یہ الیَنْعُ سے میوے کا پکنا۔ وَقُرَ یہ الوقار سے ہے بمعنی عزت۔ القدر الصالح یعنی کلمہ میں حروف کی وہ مقدار کہ جو کسی مکمل وضاحت پر دلالت ہے۔ الحاق لاحق کرنا، ملانا۔ المشاکلة مشابہت۔ واعد وعدہ کرنے والا۔ موعود وعدہ کیا ہوا۔ موعد وعدہ کرنے کی جگہ یا وقت۔ حاجز رکاوٹ۔

پانچواں باب:

اَلْبَابُ الْخَامِسُ فِی الْاَجْوَفِ
پانچواں باب اجوف کے بیان میں

((وَيُقَالُ لَهٗ اَجْوَفُ لِخُلُوِّ جَوْفِهٖ عَنِ الْحَرْفِ الصَّحِيْحِ وَيُقَالُ لَهٗ ذُوالثَّلَاثَةِ لِصَيْرُوْرَتِهٖ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ فِي الْمَاضِي الْمُتَكَلِّمِ نَحْوُ قُلْتُ وَبِعْتُ وَهُوَ يَجِيْءُ مِنْ ثَلٰثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ قَالَ يَقُوْلُ وَبَاعَ يَبِيْعُ وَخَافَ يَخَافُ وَاَمَّا طَالَ يَطُوْلُ فَهُوَ طَوِيْلٌ مِنْ كَرُمَ يَكْرُمُ فَلُغَةُ بَنِي تَمِيْمٍ فِي هٰذَا الْبَابِ۔ وَقَالَ بَعْضُ الصَّرْفِيِّيْنَ اَصْلًا شَامِلًا فِي بَابِ الْاِعْلَالِ يَخْرُجُ جَمِيْعُ الْمَسَائِلِ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْاِعْلَالَ فِي حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِي غَيْرِ الْفَاءِ يَتَصَوَّرُ عَلٰى سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهًا لِاَنَّهٗ يَتَصَوَّرُ فِي الْعِلَّةِ اَرْبَعَةُ اَوْجُهِ الْحَرَكَاتِ الثَّلٰثِ وَالسُّكُوْنِ وَفِيْمَا قَبْلَهَا اَيْضًا كَذٰلِكَ۔ فَاضْرِبِ الْاَرْبَعَةَ فِي الْاَرْبَعَةِ حَتّٰى يَحْصُلَ لَكَ سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهًا ثُمَّ اُتْرُكِ السَّاكِنَةَ الَّتِي فَوْقَهَا سَاكِنٌ لِتَعَذُّرِ اِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَبَقِيَ لَكَ خَمْسَةَ عَشَرَ وَجْهًا اَلْاَرْبَعَةُ اِذَا كَانَ مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا نَحْوُ اَلْقَوْلُ وَبَيْعَ وَخَوْفَ وَطُوْلَ وَلَا يُعَلُّ الْاُوْلٰى لِاَنَّ حَرْفَ الْعِلَّةِ اِذَا سَكَنَتْ جُعِلَتْ مِنْ جِنْسِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا لِلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ وَاسْتِدْعَاءِ مَاقَبْلَهَا نَحْوُ مِيْزَانٌ اَصْلُهٗ مِوْزَانٌ وَيُوْسَرُ اَصْلُهٗ يُيْسَرُ اِلَّا اِذَا انْفُتِحَ مَا قَبْلَهَا لَا تُقْلَبُ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَالسُّكُوْنِ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجُوْزُ الْقَلْبُ نَحْوُ الْقَالُ وَيُعَلُّ نَحْوُ اَغْزَيْتَ اَصْلُهٗ اُغْزِوْتَ بِوَاوٍ سَاكِنَةٍ تَبْعًا لِيُغْزِيْ وَيُعَلُّ فِي نَحْوِ كَيْنُوْنَةٍ مَعَ سُكُوْنِ الْوَاوِ

وَانْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا لِاَنَّ اَصْلَهٗ كَوْيَنُوْنَةٌ عِنْدَ الْخَلِيْلِ فَاُبْدِلَ الْوَاوُ يَاءً فَاُدْغِمَتْ كَمَا فِي مَيِّتٍ ثُمَّ خُفِّفَ فَصَارَ كَيْنُوْنَةً كَمَا خُفِّفَتْ فِي مَيِّتٍ وَقِيْلَ اَصْلُهَا كُوْنُوْنَةٌ بِضَمِّ الْكَافِ ثُمَّ فُتِحَ حَتّٰى لَا يَصِيْرَ الْيَاءُ وَاوًا فِي نَحْوِ الصَّيْرُوْرَةِ وَالْغَيْبُوْبَةِ وَالْقَيْلُوْلَةِ ثُمَّ جُعِلَتِ الْوَاوُ يَاءً تَبْعًا لِلْيَائِيَاتِ لِكَثْرَتِهَا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ لَا يَجِيْءُ مِنَ الْوَاوِ يَاتِ غَيْرَ الْكَيْنُوْنَةِ وَالدَّيْمُوْمَةِ وَالسَّيْدُوْدَةِ وَالْهَيْعُوْعَةِ قَالَ ابْنُ جِنِّيْ فِي الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ تُسَكَّنُ حُرُوْفُ الْعِلَّةِ لِلْخِفَّةِ ثُمَّ تُقْلَبُ اَلِفًا لِاسْتِدْعَاءِ الْفَتْحَةِ وَلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ اِذَا كُنَّ فِي فِعْلٍ اَوْ فِي اِسْمٍ عَلٰى وَزْنِ فِعْلٍ اِذَا كَانَ حَرَكَتُهُنَّ غَيْرَ عَارِضِيَةٍ وَتَكُوْنُ فَتْحَةَ مَا قَبْلَهَا لَا فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ وَلَا يَكُوْنُ فِي مَعْنَى الْكَلِمَةِ اِضْطِرَابٌ وَلَا يَجْتَمِعُ فِيْهَا اِعْلَالَانِ وَلَا يَلْزَمُ ضَمُّ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِي الْمُضَارِعَةِ وَلَا يُتْرَكُ لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْاَصْلِ وَمِنْ ثَمَّ يُعَلُّ نَحْوُ قَالَ اَصْلُهٗ قَوَلَ وَنَحْوُ دَارٌ اَصْلُهٗ دَوَرٌ لِوُجُوْدِ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ وَيُعَلُّ مِثْلُ دِيَارٍ تَبْعًا لِوَاحِدِهٖ وَمِثْلُ قِيَامٍ تَبْعًا لِفِعْلِهٖ وَمِثْلُ سِيَاطٍ تَبْعًا لِوَاحِدِهٖ وَهِيَ مُشَابِهَةٌ بِاَلِفِ دَارٍ فِي كَوْنِهَا مَيِّتَةً اَعْنِيْ تُعَلُّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ فِعْلًا وَلَا اِسْمًا عَلٰى وَزْنِ فِعْلٍ لِلْمُتَابَعَةِ وَلَا يُعَلُّ نَحْوُ الْحَوَكَةُ وَالْخَوَنَةُ وَجَيَدٰى وَصَوَرٰى لِخُرُوْجِهِنَّ عَنْ وَزْنِ الْفِعْلِ لِعَلَامَةِ التَّانِيْثِ وَنَحْوُ دَعَوُا الْقَوْمَ لِطَرْوِّ الْحَرَكَةِ وَنَحْوُ عَوِرَ وَاجْتَوَرَ لِاَنَّ حَرَكَةَ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ اَتٰى فِي حُكْمِ عَيْنِ اَعْوَرَ وَالْاَلِفُ تَجَاوَرُ نَحْوُ حَيَوَانٍ حَتّٰى يَدُلَّ حَرَكَتُهٗ عَلٰى اِضْطِرَابِ مَعْنَاهُ وَالْمَوَتَانُ مَحْمُوْلٌ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ نَقِيْضُهٗ وَنَحْوُ طَوٰى حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ فِيْهِ اِعْلَالَانِ وَطَوِيَا مَحْمُوْلٌ عَلَيْهِ وَاِنْ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيْهِ اِعْلَالَانِ وَنَحْوُ حَيِيَ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ ضَمُّ الْيَاءِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ اَعْنِيْ اِذَا قُلْتَ حَايَ يَحِيُ

مُسْتَقْبِلُهٗ يحاى وَنَحْوُ الْقَوْدُ حَتّٰى يَدُلَّ عَلَى الْاَصْلِ الْاَرْبَعَةِ اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا مَضْمُوْمًا نَحْوُ مُيْسِرٌ وَبِيْعِ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَدْعُوَ تُجْعَلُ فِي الْاُوْلٰى وَاوًا لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ مُوْسِرًا۔ وَفِي الثَّانِيَةِ تُسْكَنُ لِلْخِفَةِ ثُمَّ تُجْعَلُ وَاوًا لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ بُوْعَ وَاِذَا جُعِلَتْ حَرْكَةُ مَا قَبْلَ حَرْفِ الْعِلَّةِ مِنْ جِنْسِهٖ فَصَارَ حِيْنَئِذٍ بِيْعَ۔ وَتُسْكَنُ فِي الثَّالِثَةِ لِلْخِفَةِ فَصَارَ يَغْزُ وَلَا يُعَلُّ فِي الرَّابِعَةِ لِخِفَةِ الْفَتْحَةِ))

''اس کو اجوف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا پیٹ (درمیان) حرف صحیح سے خالی ہوتا ہے اور اس کو ثلاثی بھی کہا جاتا ہے۔ بوجہ ہونے اس کے ماضی واحد متکلم میں تین حرفی۔ جیسے قُلْتُ اور بِعْتُ اور وہ تین ابواب سے آتا ہے۔ جیسے قَالَ يَقُوْلُ، بَاعَ يَبِيْعُ اور خاف يخاف اور جبکہ طال يطول وہ كَرُمَ يَكْرُمُ سے طویل ہے پس اس باب میں نبی تمیم کی لغت ہے اور بعض صرفیوں نے کہا ہے کہ ایسا قاعدہ جو کہ اعلال کے باب میں شامل ہے کہ اس سے تمام مسائل نکلتے ہیں۔ حالانکہ ان کا قول یہ ہے کہ اعلال حروف علت میں فاء کے علاوہ میں ہوتا ہے جس کی سولہ قسمیں تصور کی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ متصور ہوتا ہے۔ حروف علت میں چار صورتوں پر یعنی تین حرکات اور ایک سکون اور حروف علت سے ماقبل میں بھی اسی طرح ہے۔ پس آپ چار کو چار سے ضرب دیں تو یہ کل سولہ صورتیں حاصل ہوتی ہیں پھر اس ساکن کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جس کے اوپر سکون ہوتا ہے اجتماع ساکن کے مشکل ہونے کی وجہ سے پس باقی پندرہ صورتیں بچ گئیں چار اس وقت کہ جب اس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے اَلْقَوْلُ، بَيْعَ، خَوِفَ، طَوُلَ اور پہلے میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ جب حرف علت ساکن ہو جائے تو اپنے ماقبل کی حرکت کی جنس ہونے کی وجہ سے اس کی جنس ہو جاتا ہے ساکن کی طبیعت کے لین ہونے کی وجہ سے اور اپنے ماقبل کے مطالبے

کی وجہ سے جیسے میزان کہ اس کی اصل مِوْزان ہے اور یُوْسَرُ اس کی اصل یُیْسَرُ ہے۔ مگر جبکہ اس کا ماقبل مفتوح ہو تو فتحہ اور سکون کی خفت کی وجہ سے نہیں بدلا جائے گا اور بعض اہل صرف کے نزدیک قلب جائز ہے جیسے اَلْقَالَ اور تعلیل کی جائے گی جیسے اَغْزِیتَ کہ اس کی اصل اُغْزِوْتَ تھی لیغتری کے تابع ہوتے ہوئے اور کینونۃ کی مثل میں تعلیل کی جائے گی باوجود اس کے ماقبل کے مفتوح اور واؤ کے ساکن ہونے کے اس لیے کہ اس کی اصل کو ینونۃ ہے خلیل کے نزدیک پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا پھر اسی طرح ادغام کر دیا گیا کہ جس طرح میت میں ادغام کیا گیا تھا۔ پھر تخفیف کی گئی تو کینونۃ ہو گیا جیسا کہ میت میں تخفیف کی گئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل کونونۃ یہ کاف کے ضمہ کے ساتھ پھر اس کو فتحہ دیا گیا تا کہ یاء واؤ ہو جائے جیسے الصیرورۃ، الغیبوبۃ، القیلوۃ پھر واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا یائیات کی اتباع کرتے ہوئے ان کی کثرت کی وجہ سے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ واویات سے نہیں آتا سوائے الکینونۃ، الدیمومۃ، السیدودۃ اور الھیعوعۃ کے۔ جبکہ ابن جنی نے کہا ہے کہ آخری تین میں حروف علت کو خفت کی غرض سے ساکن کیا جائے گا پھر ان کو فتحہ کے مطالبے اور ساکن کی طبیعت کے لین ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا جائے گا۔ جب کہ یہ کسی فعل میں ہوں یا کسی اسم میں ہوں جو کہ فعل کے وزن پر ہو جب کہ ان کی حرکت عارضی نہ ہو اور ان کے ماقبل کا فتحہ سکون کے حکم میں نہ ہو اور نہ ہی ایسے کلمہ کے معنیٰ میں ہو کہ جس میں اضطراب ہو اور نہ ہی اس میں دو اعلال جمع ہو سکیں اور نہ ہی مضارع میں حروف علت پر ضمہ لازم آئے اور نہ ہی اس کو اصل پر دلالت کرنے کی وجہ سے چھوڑا جائے گا اور اسی وجہ سے تعلیل کی جائے گی جیسے کہ قال کہ اس کی اصل قول ہے اور جیسے دارٌ کہ اس کی اصل دَوَرٌ ہے گویا کہ مذکورہ شرائط پائے جانے کی وجہ سے تعلیل کی جائے گی۔ اور دیار ہے گویا کہ مذکورہ شرائط پائے جانے کی وجہ سے تعلیل کی

جائے گی اور دیار میں تعلیل اس کے واحد کی اتباع کرتے ہوئے کی جائے گی اور قِیَام جیسی مثال میں اس کے واحد کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کی جائے گی اور وہ دار میں موجود الف کے مشابہہ ہے بوجہ اس کے ساکن ہونے کے یعنی ان اشیاء میں تعلیل کی جائے گی اگرچہ متابعت کے لیے کوئی فعل اور کوئی اسم فعل کے وزن پر نہ ہو۔ اور احوکۃ، الخوفۃ، جیدی اور صوری جیسے کلمات میں تعلیل نہیں کی جائے گی ان کے وزن فعل سے نکل جانے کی وجہ سے بوجہ علامت تانیث پائے جانے کے اور جیسے دعوا القوم طرو حرکت یعنی حرکت کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے اور جیسے عَوِرَ اور اِجْتَوَرَ اس لیے کہ عین کی حرکت اور تا سکون کے حکم میں ہیں۔ یعنی اَعْوِرَ کے عین اور تجاور کے الف کے حکم میں اور جیسے حَیَوَان تا کہ اس کی حرکت اس کے معنیٰ کے اضطراب پر دلالت کرے اور الموتان اسی پر ہی محمول ہے اس لیے کہ وہ اس کی نقیض ہے۔ اور جیسے طوی تا کہ اس میں دو اعلال جمع نہ ہوسکیں اور طویا اسی پر محمول ہے اگرچہ اس میں دو اعلال جمع نہیں ہیں۔ اور جیسے حیی تا کہ مستقبل میں یاء کا ضمہ لازم نہ آئے یعنی جب آپ خالی کہیں گے تو اس کا مستقبل یخالی آئے گا اور جیسے القود ہے تا کہ وہ اصل پر دلالت کرتے۔ اور دوسرے چار کہ ان کا ماقبل جب مضموم ہو جیسے مُیْسَرٌ، بِیْعَ، یَغْزُ اور لَنْ یَدْعُوْ پہلی مثال میں ماقبل ضمہ کی وجہ سے واؤ سے بدلا جائے گا اور ساکن کے تابع کے لین ہونے کی وجہ سے پس موسر ہو گیا اور دوسری مثال میں ساکن کیا جائے گا خفت کی وجہ پھر ماقبل ضمہ اور موسر ساکن کے تابع کے لین ہونے کی وجہ سے واؤ سے بدلا جائے گا۔ تو بُوْعَ ہو جائے گا اور جب حرف علت کے ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے کر دی گئی تو اس وقت یہ بِیْعَ ہو گیا۔ اور تیسری مثال میں حرف علت کو ساکن کیا جائے گا۔ خفت کی وجہ سے پس وہ یغز ہو جائے گا اور چوتھی مثال میں تعلیل نہیں کی جائے گی۔ فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے۔"

تشرِیح: **الاجوف**: اس کو ناقص پر مقدم کیا عین کے لام پر مقدم ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ یہ خبر دینے میں تین قسم پر ہے۔ اور ناقص اس میں چار قسم کے حروف پر مشتمل ہوتا ہے اور تین چار پر مقدم ہوتے ہیں اس لیے کہ اجوف کے بعض میں تعلیل نہیں کی بخلاف ناقص کے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں حرف علت عین کلمے کے مقابلے میں ہوتا ہے اور لغوی معنیٰ ہے درمیان میں خالی ہونا۔

لخلو: اس لفظ سے اس کے خالی ہونے کی وجہ بتا رہے ہیں اس لیے کہ اس کا درمیان خالی ہوتا ہے جو کہ بمنزل پیٹ کے ہوتا ہے جیسا کہ جانوروں کا پیٹ خالی ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا بھی پیٹ حرف صحیحہ سے خالی ہوتا ہے حرف علت کے آجانے کی وجہ سے۔

فی الماضی المتکلم: اس عبارت پر ہونے والے ایک سوال کا جواب اور وہ سوال یہ ہے کہ یہاں متکلم کی تخصیص کا کیا فائدہ ہے کیونکہ ماضی تو غائب اور مخاطب کے صیغوں میں بھی تین حروف پر مشتمل ہوتی ہے جیسے قَالَ اور قُلْتُ اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ متکلم اصل ہے اس لیے کہ وہ صدر کلام ہے اور اسی سے بات کی ابتداء ہوتی ہے تو یہاں پر اس غرض سے تخصیص نہیں ہے کہ وہ ماضی میں تین حروف مشتمل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مخاطب میں بھی اسی طرح ہی ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ ضمیر مرفوع بارز کے متحرک کے متصل ہونے کی وجہ سے تخصیص ہے تو یہ زیادہ اولیٰ ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب متکلم اپنے غیر پر مقدم تھا تو اس کا تین حروف پر مشتمل ہونے میں اعتبار کیا گیا اگر چہ مخاطب بھی اسی طرح ہی تھا۔

قُلْتُ: اس کے بارے میں یہ ہے کہ یہ جملہ ہے مگر صرفیوں نے اس کا نام فعل ماضی متکلم رکھا ہے ضمیر مرفوع کے متصل ہونے کی وجہ سے فعل کے ساتھ پس ضمیر متصل بھی حروف میں سے ایک حرف ہے۔

فی باب الاعلال: یہ عبارت یا تو شَامِلاً کے متعلق ہے پس اس وقت یہ ہمارے قول کے قوی ہونے کے متعلق ہوگا جو کہ اعلال کی انواع کو شامل ہے، اور یا یہ متعلق

كَوْنِهِ کے جو کہ تقدیری عبارت ہے اور بعض صرفیوں نے کہا ہے یہ اعلال کے باب کے حق میں بالکل یہ مردہ یعنی غیر لاگو ہے اور نہ ہی تمام انواع کے متعلق ہے صفت شمول کو صفت کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا۔

جميع المسائل: یعنی اعلال کے مسائل پس الف اور لام مضاف الیہ کے عوض میں برابر ہیں کہ اعلال اجوف میں ہو یا ناقص میں۔

مِنْهُ: یعنی اس اصل (قاعدہ) سے اجمالی طور پر نکل جاتے ہیں یعنی اس اصل کے معلوم ہو جانے سے آدمی اس بات پر قادر ہو جاتا ہے کہ وہ ہر اس کلمہ میں تعلیل کرے کہ جو اس پر پیش کیا جائے اپنی مکمل بساط کے مطابق پس گویا کہ اس کو تمام مسائل حاصل ہو گئے کہ جن کی تعلیل فعل کے ساتھ منسلک ہوتی ہے۔

غير الفاء: فاء کلمہ کے علاوہ سے مراد یہ ہے کہ جو ابتداء میں واقع ہو اس لیے کہ اسے پہلے کوئی چیز نہیں ہوتی اور مُوْسِرٌ اور مِيْزَانٌ میں حروف علت شروع میں واقع نہیں ہیں۔

يُتَصَوَّرُ: اس سے مراد یہ ہے کہ برابر ہے کہ وہ حرف علت عین کلمہ میں ہو یا لام کلمہ میں ہو۔

وَلَا يُعَلُّ: اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے کلمہ میں تعلیل نہیں یعنی ان چار کلمات میں سے جو پہلا ہے اس میں تعلیل نہیں ہوگی اور وہ یہ ہے کہ حرف علت اس میں ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو۔

جُعِلَتْ: یعنی حرف علت کو اپنے ماقبل کی حرکت کی جنس سے ہی بدل دیا جاتا ہے حرف علت کی نرمی، اس کی دقت اور خفت اور اس کے ماقبل کی حرکت کو اپنی طرف جذب کرنے کی وجہ سے جب اس کی حرکت اس کے مخالف ہو اس لیے کہ جار مجرور احوال کے مخالف ہونے میں سے ہے۔

مِوْزان: واؤ کے ساتھ اس لیے کہ یہ الوزن سے ہے اور اس کی جمع موازین آتی ہے پس واؤ کو یاء سے بدلا گیا اس کے ساکن ہونے اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے تو

میزان ہو گیا۔

یُوْسَرُ: یہ الایسار سے اس بات پر دلیل کہ یہ یاء کے ساتھ ہے، یہ ہے کہ ثلاثی مجرد میں اس کے صدر میں یاء آتی ہے۔ جیسے یُسْرٌ اور اس کی ماضی میں بھی یاء آتی ہے۔

یُیْسَرُ: اس میں یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا اس کے ساکن ہونے اور ماقبل کے مضموم ہونے کی وجہ سے۔

اِلَّا: اس سے استثناء مفرغ ہے یعنی جب حرف علت ساکن ہو تو اس کو ماقبل کی حرکت کی جنس کے مطابق ہی بدل دیا جائے گا۔ تمام احوال میں مگر یہ کہ جب فتحہ ہو گی تو اس وقت نہیں بدلا جائے گا ماقبل کی جنس سے بلکہ اس کو اپنے حال پر باقی رکھا جائے گا، جیسے اَلْقَوْلُ۔

لِخِفَۃِ الْفَتْحَۃِ: اس سے مراد یہ ہے کہ قلب تو تخفیف ہی غرض کے لیے ہوتا ہے۔ اور جب حرف علت ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو اس وقت ہوتا ہے اور جب حرف علت ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو اس وقت تخفیف خود بخود حاصل ہوتی ہے تو قلب کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

نَحْوُ اَلْقَالُ: یعنی علت مقتضیہ کی طرف غور کرتے ہوئے اور تخفیف کی زیادتی کی طرف ارادہ کرتے ہوئے یہاں واؤ کو الف سے بدل دیا۔

یُعَلُّ: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور سوال مصنف کے قول لَا یُعَلُّ الْاُوْلٰی پر ہوتا ہے۔ یعنی جب حرف علت ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو اس وقت تعلیل نہیں ہو گی۔

نَحْوُ اغزیت: یہاں سے ایک دوسرے سوال کا جواب دے رہے ہیں اور اس سوال کا منشاء اور جواب مذکورہ طریقے پر ہی ہے۔

لیغزی: یہ اغز کا مضارع ہے اس کی اصل تَغْزِوُ ہے واؤ کے ضمہ کے ساتھ واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اس کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے پھر ضمہ کو یاء سے حذف کر دیا گیا اس کے اس پر ثقیل ہونے کی وجہ سے۔

كَوْنُوْنَة: یہ الکون مصدر سے ہے اور اس سے كَانَ يَكُوْنُ كينة بھی کہا جاتا ہے۔ باقی اس کی اعرابی حالت یہ ہے کہ واؤ کے سکون اور اپنے ماقبل اور یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

فَاُدْغِمَتْ: واؤ کو یا کرنے بعد اس کا یاء میں ادغام کر دیا گیا واؤ اور یاء ایک ہی کلمہ میں جمع ہونے کی وجہ سے۔ ان دونوں میں اول کے ساکن ہوتے ہوئے جیسا کہ آپ اس بات کو پہلے پہچان چکے ہیں تو پس كينونة ہو گیا۔

مَيِّتٌ: اس کی اصل مَيْوِتٌ ہے فَعْيِلٌ کے وزن پر اس میں واؤ اور یاء جمع ہو گئے ان دونوں میں پہلی ساکن تھی واؤ کو یاء سے بدل دیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا۔

باقی رہی یہ بات کہ جب مَيِّتٌ میں تخفیف جائز ہے تو پھر كينونة میں لازم ہے اس لیے کہ وہ مَيِّت کی نسبت زیادہ ثقیل ہے اس کے بعد یہ بات کہ خلیل کے نزدیک اصل كُوْنُوْنَةٌ تھا تو پھر کاف کو فتحہ دیا گیا صيرورة، غيبوبة اور قيلولة کی طرح تا کہ یاء جو ہے وہ واؤ سے نہ بدل جائے ان کے اندر تو كينونة میں بھی ایسے ہی کیا گیا ان کی موافقت کرتے ہوئے۔ پھر واؤ کو یاء کیا یا ئیات کی کثرت کی اتباع کرتے ہوئے۔

لَا يَصِيْرُ: یہاں سے ایک وہم کے زالہ کا ذکر ہے وہ یہ کہ شاید کہ مذکورہ عبارت سے کونونة سے فعلولة کے صیغہ کا ارادہ کیا گیا ہو جو کہ مصدر کے لیے وضع کیا گیا ہے مگر وہ اجوف یائی اور واوی سے ہی آتا ہے تو پس فاء کے ضمہ کو فتحہ سے بدل دیا گیا تا کہ اجوف یائی کے اندر یاء واؤ نہ ہو اس کے ساکن ہونے اور ماقبل کے مضموم ہونے کی وجہ سے ورنہ اس صورت میں اجوف واوی کے ساتھ التباس لازم ہوگا۔

قَالَ ابْنُ جِنِّي: جب مصنف رحمہ اللہ مذکورہ چار اقسام میں سے پہلے قسم کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں باقی تین اقسام کو بیان کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو فقال ابن جنی سے انہی کے اختیار کردہ طریق کو بیان کر رہے اور اسی کو صاحب مفتاح علامہ سکاکی نے اختیار کیا ہے

فِي اسْمٍ عَلٰى وَزْنِ فِعْلٍ: یہاں سے اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ اسماء میں

اصل اعلال کا چھوڑنا ہے یعنی اعلال نہیں ہے۔اس لیے کہ اسماء خفیف ہیں اور اعلال میں اصل افعال ہی نہیں۔اس لیے کہ افعال ثقیل ہیں۔اس لیے کہ وہ اسماء سے بلند ہوتے ہیں جو کہ افعال کے وزن پر بوجہ اس مشابہت کے جوان کے درمیان ہے خواہ وہ اسماء فعل وزن پر ہوں جیسے باب اور دار اس لیے کہ جوان دونوں کی اصل بوب اور دور فعل کے وزن پر ہے اور شاکۃ کہ اس کی اصل شوکۃ ہے اور مال اس کی اصل مَوِل ہے خوف کے وزن پر تو پس واؤ کو ان تمام اسماء میں الف سے بدل دیا گیا جیسا کہ قال اور خاف میں میں بدلا گیا تھا۔

غیر عارضیۃ: اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی حرکات لازمی ہوتی ہیں اس لیے کہ عوارض غیر لازم ہیں۔

عَلَى الْأَصْلِ: اس عبارت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مذکورہ شرائط میں سے پہلی شرط وجودی ہے اور جب کہ باقی عدمی ہیں۔ جب ان تمام شرائط کا مجموعی نتیجہ متحقق ہو گیا تو حروف علت کی الف سے تعلیل کی جائے گی تو جب ان میں سے کوئی ایک شرط منتفی ہوگی تو تعلیل نہیں ہوگی۔

ثُمَّ يُعَلُّ: اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ شرائط کے پائے جانے کے وقت اعلال ہوگا اس وجہ سے کہ حرف علت جب حرکت لازمہ کے ساتھ متحرک ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو خواہ وہ فعل میں ہو یا اسم میں ہو تو اس کو الف سے بدل دیا جائے گا جیسا کہ قال اور دار میں واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے ان دونوں میں شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے۔باقی رہی یہ بات کہ دو مثالیں کیوں دیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم اور فعل دونوں میں شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے تعلیل کے ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

دِيَارِ تَبَعًا لِوَاحِدِهٖ: اس وجہ سے کہ اس کا واحد دار ہے جو کہ اسم ہے اور فعل کے وزن پر ہے اس لیے کہ واحد اصل ہے اور جمع اس کی فرع ہے پس اگر فرع میں تعلیل نہ ہوگی تو لازم آئے گی فرع کی زیادتی اصل پر اور یہ جائز نہیں ہے۔اور اسی طرح سیاط میں بھی اعلال کیا گیا کہ اس کی واحد سوط ہے یعنی سوط ثلاثی ہے پس وہ خفیف ہے

اور کبھی اس کا عین کلمہ ساکن ہوتا ہے تو اس وقت خفت کی غایت میں ہوتا ہے اور خفت کی غایت اعلال کے مقام پر ظاہر ہوتی ہے جب کہ وہ تخفیف کرنا واجب بھی سمجھا جائے پس گویا وہ دار کی طرح ہی بنایا گیا جو کہ فاعل کے وزن پر ہے جیسا کہ دار کی جمع میں اعلال کیا گیا اور جمع دیار ہے اور اسی طرح حیاض ہے جو کہ ان ہی کے اوزان پر ہے پر اسی پر قیاس کر لو۔

مشابھۃ: یہاں سے ایک احتمال کا زکر کرتے ہیں وہ احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ ایک سوال مقدر کا جواب ہو گویا کہ سائل نے سوال کیا کہ مصنف کا قول کلمہ کے واحد کی واؤ کے تابع ہے جو کہ تقاضا کرتا ہے کہ سوط کی واؤ میں تعلیل واقع ہو حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔

دعوا القوم: اس مثال کو لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ اس میں تعلیل نہیں ہوگی اس لیے کہ واؤ کی حرکت عارضی ہے التقائے ساکنین کی وجہ سے۔

فِي حُكْمِ السُّكُوْن: ان الفاظ سے غرض یہ بتانا مقصود ہے اجتور میں عین اور تاء کی حرکت سکون کے حکم میں ہے اس لیے کہ الوان اور عیوب (رنگ اور عیب) میں اصل باب افعال ہے پس اس کو اسی کی طرف لوٹایا جایا کہ جو اس کے وزن پر نہ ہوگا۔

تَجَاوَر: اس کو ماقبل کے لیے ممثل لہ بنایا گیا کہ جس طرح اس تیسری شرط کے نہ پانے جانے کی وجہ سے اعلال نہیں ہوا اسی دعوا القوم میں نہیں ہوگا اور یہاں شرط ثالث کا فقدان یہ ہے کہ اس کے ماقبل کا فتحہ ہو نہ کہ سکون کے حکم میں ہو۔

حَيَوَان: یہ مثال گویا کہ نقیض کا حمل کرنا ہے نقیض پر یعنی اعلال جس طرح حَیَوان میں نہیں ہوا اسی طرح ان میں نہیں ہوگا باقی رہی یہ بات حَیَوان میں اعلال نہ ہونے کی وجہ وہ شرط رابع کا فقدان ہے اور وہ چوتھی شرط یہ ہے کہ کلمہ کے معنیٰ میں اضطراب نہ ہو اس لیے حَیَوان وہ ہے کہ جس میں حرکت پائی جائے اور موتان (مردہ) وہ ہے کہ جس میں حرکت نہ پائی جائے اور اہل عرب نقیض کو نقیض پر ایسے ہی محمول کرتے ہیں کہ جس طرح وہ نظیر کو نظیر پر محمول کرتے ہیں۔

نَقِيضُهٗ: یعنی اس کی ضد مراد ہے ان الفاظ سے گویا کہ محمول کرنے کی دلیل دے رہے ہیں کہ اس پر کس وجہ سے محمول کیا گیا **لانہ نقیضہ** سے دلیل دے دی کیونکہ وہ اس کی نقیض ہے اس لیے وہ تو شئے کو اس کی نقیض پر نظیر کی طرح ہی محمول کرتے ہیں۔ یعنی مراد یہ ہے کہ وہ جس کلمہ میں ایسی واؤ ہو کہ جو خود متحرک ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو اس میں تعلیل نہ ہوگی وجہ اس کی یہ ہے تا کہ اس میں دو اعلال جمع نہ ہو جائیں۔

طوی: اس کی اصل طَوَیَ تھی اور جیسے قَوِیَ یہاں واؤ کو باقی رکھنا درست قرار دیا تا کہ اس میں دو اعلال جمع نہ ہو جائیں اس لیے کہ اس کی اصل قَوِوَ ہے تو واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا بعد کسرہ کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے پس اگر واؤ میں اعلال ہوتا جو کہ عین کلمہ ہے تو اعلال ابدال کے ذریعے ہوتا تو اس صورت میں دو اعلال ہوتے جو کہ ایک ہی جنس سے ہوتے اور یہی کہا گیا طَوِیَ میں عین کا باقی رکھنا بھی درست ہے اور حیی میں بھی باوجود اس کے کہ اس میں دو اعلال ہیں۔ اگر عین کلمہ کو الف سے بدل دیا جائے اس لیے فَعِلَ عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ یہ فرع ہے فَعَلَ بفتح العین کی اور وہ اصل ہے اپنے خفیف اور کثیر ہونے کی وجہ سے اور معلوم ہے یقیناً جو طوی کی طرح عین کے فتحہ کے ساتھ ہوگا رمی کی طرح اعلال کیا جائے گا، پس اگر وہ واؤ میں اعلال اس کو الف کے قلب (بدلنے) سے کرتے تو دو اعلال جمع ہوتے تو جب اصل میں اعلال نہ ہوگا تو فرع میں بھی اعلال نہ ہوگا۔

اِعْلَالَانِ: اس سے دو اعلال کے جمع ہونے کی صورت کو بیان کرتے ہیں کہ دو اعلال اس طرح جمع ہو جاتے ہیں کہ اگر حرف علت کا اعلال یاء کو الف سے بدلنے کے بعد کیا جائے یہ عمل یقیناً دو اعلال کے اجتماع کی طرف پہنچا دیتا ہے اور اس کی تفصیل ساتویں باب میں آئے گی۔

طویا: اس سے غرض ایک شبہ کا جواب دینا ہے اور وہ شبہ یہ ہے کہ مناسب یہ ہے کہ واؤ کو الف سے بدل دیا جائے اس میں اعلالین کے جمع نہ ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ لام کلمہ اصلی ہے نہ کہ کسی حرف سے بدلا ہوا۔ تو محمول علیہ سے جواب دیا کہ اس کو بھی اسی

پر ہی محمول کر دیا گیا اگر چہ اس میں اعلال لین جمع نہیں ہو رہے۔

نحو حیی :یہ مثال اس وجہ سے لائے ہیں کہ حَیِیَ جیسے کلمہ میں بھی اعلال نہیں کیا جائے گا باوجود اس کے (یاء) متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کے۔

لَا یَلْزَمَ :سے اعلال نہ کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں اس میں اعلال اس وجہ سے نہیں کیا تاکہ مستقبل میں ضمہ پر ضمہ لازم نہ آئے یعنی ناقص کے مضارع میں لام کلمہ پر رفع نہ آئے اور مضارع کے لام کلمہ کا رفع اٹھا دیا (ختم کر دیا) گیا ہے جو کہ ناقص سے ہو اور یہ حکم بالاتفاق ہے۔

حَتّٰی یُدُلَّ :اس سے مراد یہ ہے کہ اعلال نہیں کیا جائے گا اور اعلال نہ کرنے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ساتویں شرط نہیں پائی جاتی اور وہ ساتویں شرط یہ ہے کہ اعلال کو چھوڑ دیا اصل پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس بات سے اس نے اپنے جواب کی طرف اشارہ کیا جو کہ یہ ہے، ساکنا حتی یدل علی الارض تاکہ اصل پر دلالت کرے۔

اَلْاَرْبَعَةِ :اس الاربعة کے لفظ سے مراد دوسری چار قسمیں ہیں ان پندرہ میں سے جن کا ذکر پہلے ہوا یعنی وہ حروف علت جو ساکن ہوں یا متحرک ہوں فتحہ کے ساتھ یا ضمہ کے ساتھ یا کسرہ کے ساتھ۔

فِي الثَّانِيَةِ :یعنی دوسری قسم میں تخفیف کی غرض سے ساکن کیا جائے گا خواہ حرف علت ساکن ہو یا مکسور ہو یا مضموم ہو یا مفتوح ہو اور اس سے اپنے قول مَیْسَرٌ کی طرف اشارہ کیا۔

بُوع :اس میں تعلیل کا جو طریق اپنایا گیا ہے وہ بعض کے نزدیک ہے لیکن یہ لغت ردیہ ہے یعنی اس طریقہ کو اختیار نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں خفیف کو ثقیل بنایا گیا ہے۔ اس لیے واؤ یاء سے ثقیل ہے اور اس میں فساد ہے، اس لیے کہ تعلیل کی وضع تو خفت کے لیے ہوتی ہے نہ ثقل پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

اِذَا جُعِلَتْ :ان الفاظ سے غرض بعض دوسرے حضرات کے مذہب کو بیان کرنا ہے کہ انھوں نے حرف علت سے ماقبل کی حرکت کو حرف علت کی جنس کے مطابق بدلنے کو

جائز قرار دیا ہے۔ پس ان کے نزدیک یاء کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا یاء کو ساکن کرنے کے بعد تو ربیع ہو گیا۔ تو یہ لغت تخفیف کے حصول کے لیے بہت ہی فصیح ہے دو وجہوں سے ان میں سے ایک یہ کہ یاء کو ساکن کرنا اور دوسری یہ کہ یاء کے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ بنانا۔

فِي الثَّالِثَةِ: یعنی تیسری قسم یا تیسرے کلمہ میں اور یہ ہے کہ اس میں حرف علت مضموم ہو اور اس کا ماقبل بھی مضموم ہو جیسے یَغْزُوُ۔

لِلْخِفَّةِ: یعنی یَغْزُوُ کو یَغْزُوْ پڑھیں کریں تخفیف کی غرض سے واؤ پر کسرہ کے ثقیل ہونے وجہ سے ختم کر کے۔

لَا يُعَلُّ في الرابِعَةِ: یہاں سے چوتھی صورت میں اعلال کی نفی کی جا رہی ہے کہ چوتھی قسم اعلال نہیں ہوگا یعنی واؤ کو الف سے نہیں بدلا جائے گا، غرض یہ کہ حرف علت کو ماقبل کی حرکت کے موافق نہیں بدلا جائے گا، جیسے لَنْ يَدْعُوَا اس مثال میں حرف علت (واؤ) مفتوح اور ماقبل مضموم ہے۔

لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ: اعلال نہ ہونے کی وجہ فتحہ کا خفیف ہونا ہے۔ اس لیے کہ واؤ فتحہ موجود ہے جس کی وجہ سے تخفیف پہلے سے حاصل ہے۔ اور اعلال سے غرض بھی تخفیف کو حاصل کرنا ہے، تو لہٰذا اس کے باوجود اعلال کرنا گویا یہ تحصیل حاصل ہے جو کہ درست نہیں۔

((وَمِنْ ثَمَّ لَا يُعَلُّ غُيَبَةٌ وَنُوَمَةٌ اَلْاَرْبَعَةُ اِذَا كَانَ مَاقَبْلُهَا مَكْسُوْرًا نَحْوُ مِوْزَانٌ وَادْعِوَةٌ وَرَضِيُوْا وَتَرْمِيِيْنَ فَفِي الْاُوْلٰى تُجْعَلُ يَاءً لِمَا مَرَّ وَفِي الثَّانِيَةِ تُجْعَلُ يَاءً لِاسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا وَلِيْنُ عَرِيْكَةِ الْفَتْحَةِ فَصَارَ دَاعِيَةٌ وَلَا يُعَلُّ مِثْلُ دِوَلٍ لِاَنَّ الْاَسْمَاءَ الَّتِيْ لَيْسَتْ بِمُشْتَقَّةٍ مِنَ الْفِعْلِ لَا يُعَلُّ لِخِفَّتِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ عَلٰى وَزْنِ الْفِعْلِ فَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ الْاِعْلَالُ فِيْهِ وَهُوَ لَيْسَ عَلٰى وَزْنِ الْفِعْلِ وَفِي الثَّالِثَةِ تُسَكَّنُ لِلْخِفَّةِ ثُمَّ تُحْذَفُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَصَارَ رَضُوْا وَالرَّابِعَةُ مِثْلُهَا فِي الْاِعْلَالِ الثَّلٰثَةِ اِذَا كَانَ مَاقَبْلُهَا سَاكِنًا نَحْوُ يَخْوَفُ وَيَبْيِعُ وَيَقْوُلُ

تُعْطٰى حَرَكَاتُهُنَّ اِلٰى مَاقَبْلَهُنَّ لِضُعْفِ حَرْفِ الْعِلَّةِ وَقُوَّةِ حَرْفِ الصَّحِيْحِ وَلٰكِنْ يُجْعَلُ فِى يَخُوْفُ اَلِفًا لِفَتْحَةِ مَاقَبْلَهَا وَلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ الْعَارِضِى بِخِلَافِ الْخَوْفِ فَصِرْنَ يَخَافُ وَيَبِيْعُ وَيَقُوْلُ وَلَا يُعَلُّ فِى نَحْوِ اَدْوُرٍ وَاَعْيُنٍ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْاَفْعَالِ وَنَحْوُ جَدْوَلٌ حَتّٰى لَا يَبْطُلَ الْاِلْحَاقُ وَنَحْوُ قَوَّمَ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ الْاِعْلَالُ فِى الْاِعْلَالِ وَنَحْوُ الرَّمْىُ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ السَّاكِنَ فِى آخِرِ الْمُعْرَبِ وَنَحْوُ تَقْوِيْمٌ وَتِبْيَانٌ وَمِقْوَالٌ وَمِخْيَاطٌ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ السَّاكِنَانِ بِتَقْدِيْرِ الْاِعْلَالِ وَمُخِيْطٌ مَنْقُوْصٌ مِنَ الْمِخْيَاطِ فَلَا يُعَلُّ تَبْعًا لَهٗ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ تُعَلُّ الْاِقَامَةُ مَعَ حُصُوْلِ اِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ اِذًا اُعِلَّتْ كَاِعْلَالِ اَخَوَاتِهَا قُلْنَا تَبْعًا لِاَقَامَ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ لَا يُعَلُّ التَّقْوِيْمُ تَبْعًا لِقَامَ وَهُوَ ثُلَاثِىٌّ اَصِيْلٌ فِى الْاِعْلَالِ قُلْنَا اُبْطِلَ قَوْلُهٗ قَوَّمَ اِسْتِتْبَاعُ قَامَ وَاِنْ كَانَ اَصِيْلًا فِى الْاِعْلَالِ لِقُوَّةِ قَوَّمَ فِى الْاُخُوَّةِ مع التَّقْوِيْمِ وَلَا يَصْلَحُ اَقَامَ اَنْ يَّكُوْنَ مُقَوِّيًا لِقَامَ لِاَنَّهٗ لَيْس مِنْ ثُلَاثِىٍّ اَصِيْلٍ وَلَا يُعَلُّ مِثْلَ مَا اَقْوَلَهٗ وَاُغِيْلَتِ الْمَرْاَةُ وَاسْتَحْوَذَ حَتّٰى يَدُلَّنَ عَلَى الْاَصْلِ، وَتَقُوْلُ فِى اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ قَالَ، قَالَا، قَالُوْا اِلٰى آخِرِهٖ اَصْلُ قَالَ قَوَلَ فَجُعِلَ الْوَاوُ اَلِفًا لِمَا مَرَّ وَاَصْلُ قُلْنَ قَوَلْنَ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ اَلِفًا ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَصَارَ قَلْنَ ثُمَّ ضُمَّ الْقَافُ حَتّٰى يَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ وَلَا يُضَمُّ خِفْنَ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِى هٰذَا الْقَلْبِ نَقْلُ حَرَكَةِ الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ لِسُهُوْلَتِهَا وَلَا يُمْكِنُ فِى قُلْنَ لِاَنَّهٗ يَلْزَمُ فَتْحَةُ الْمَفْتُوْحَةِ وَلَا يُفْرَقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فِى الْاَمْرِ لِاَنَّهُمْ لَا يَعْتَبِرُوْنَ الْاِشْتِرَاكَ الضِّمْنِى وَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْمَعْلُوْمِ وَالْمَجْهُوْلِ وَيَكْتَفُوْنَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِى كَمَا فِى بِعْنَ اَوْ وَقَعَ مِنْ غُرَّةِ الْوَاضِعِ كَمَا فِى الْاِثْنَيْنِ وَالْجَمَاعَةِ فِى الْاَمْرِوَا لْمَاضِى فِى تَفَعَّلَ وَتَفَاعَلَ وَ تَفَعْلَلَ

وَيُفْرَقُ بَيْنَ فَعُلْنَ وَفَعَلْنَ نَحْوُ طُلْنَ وَقُلْنَ لِاَنَّهٗ يُعْلَمُ مِنَ الطَّوِيْلِ اَنَّ اَصْلَ طُلْنَ طَوُلْنَ لِاَنَّ الْفَعِيْلَ يَجِيْئُ مِنْ فَعُلَ غَالِبًا كَمَا يُعْلَمُ الْفَرْقُ بَيْنَ خِفْنَ وَبِعْنَ مِنْ مُسْتَقْبَلِهِمَا اَعْنِي يُعْلَمُ مِنْ يَخَافُ اَنَّ اَصْلَ خِفْنَ خَوِفْنَ لِاَنَّ بَابَ فَعَلَ يَفْعَلُ لَا يَجِيْئُ اِلَّا مِنْ حُرُوْفِ الْحَلْقِ وَيُعْلَمُ مِنْ يَبِيْعُ اَنَّ اَصْلَ بِعْنَ بَيَعْنَ لِاَنَّ الْاَجْوَفَ لَا يَجِيْئُ مِنْ بَابِ فَعِلَ يَفْعِلُ الْمُسْتَقْبِلُ يَقُوْلُ اِلٰى آخِرِهٖ اَصْلُهٗ يَقْوُلُ وَاِعْلَالُهٗ مَرَّ))

''اور سی وجہ سے غُيَبَةٌ اور نُوَمَةٌ میں تعلیل نہیں کی جائے گی اور ان میں سے چوتھی قسم یہ ہے کہ جب حرف علت کا ماقبل مکسور ہو جیسے مِوْزَانٌ، دَاعِوَةٌ، رَضِيُوْا اور تَرْمِيِيْنَ پس ان مثالوں میں سے پہلی مثال میں حرف علت کو یاء سے بدلا جائے گا اسی قانون اور شرط کی وجہ سے کہ جو گذر چکی ہے اور دوسری مثال میں واؤ کو یاء سے بدلا جائے گا، اس کے ماقبل کے تقاضے اور فتحہ کے تابع لین کی وجہ سے تو پس دَاعِيَةٌ ہو گیا اور دِوَلٌ کی مثل میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ وہ اسما کہ جو فعل سے مشتق نہیں ہیں۔ ان کے خفیف ہونے کی وجہ سے تعلیل نہیں کی جائے گی، مگر جبکہ وہ فعل کے وزن پر ہو پس اس وقت اس میں اعلال جائز ہے، حالانکہ وہ فعل کے وزن پر نہیں ہے۔ اور تیسری مثال میں حرف علت کو تخفیف کی غرض سے ساکن کیا جائے گا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا تو پس یہ رضو ہو جائے گا اور چوتھی مثال میں تیسری مثال جیسا ہی اعلال ہوگا جبکہ اس کا ماقبل ساکن ہو جیسے يَخْوَفُ، يَبْيِعُ، يَقْوُلُ، تو ان میں حروف علت کی حرکات اس کے ماقبل حرف کو دے دی جائیں گی حرف علت کے ضعف کی وجہ سے اور حرف صحیح کی قوت کی وجہ سے لیکن يَخْوَفُ میں واؤ کو الف سے بدلا جائے گا اس کے ماقبل کے فتحہ اور عارضی سکون کے تابع لین کی وجہ سے بخلاف الخوف کے پس وہ يَخَافُ، يَبِيْعُ اور يَقُوْل ہو جائیں گے۔ اور اَدْوُدٌ اور اَعْيُنٌ جیسی مثالوں میں تعلیل نہیں کی جائے گی تا کہ افعال

کے ساتھ التباس نہ ہو اور جیسے جدول تا کہ الحاق باطل نہ ہو اور جیسے قَوَّمَ تا کہ اعلال میں اعلال لازم نہ آئے اور جیسے اَلرَّمْیُ تا کہ معرب کے آخر میں ساکن ہونا لازم نہ آئے۔ اور جیسے تقویم، تبیان، مقوال اور مخیاط تا کہ اعلال کی تقدیر سے اجتماع ساکنین لازم نہ آئے۔ اور مخیط المخیاط سے منقوص (چھوٹا ہے تعداد حروف میں) ہے، پس اس میں اسی کے تابع سمجھتے ہوئے اعلال نہیں ہوگا۔ پس اگر یوں کہا جائے کہ اجتماع ساکنین کے باوجود الاقامة میں اعلال کیوں کیا گیا، جبکہ اعلال اس کے اخوات کے اعلال ہی طرح کیا گیا ہے، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اَقَامَ کی اتباع کرتے ہوئے۔ پس اگر یوں کہا کہ جائے التقویم میں قامَ کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کیوں نہ کی حالانکہ ثلاثی اعلال میں اصل ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قول قَوَّمَ استبتاع قَامَ کو باطل کر دیا اگر چہ وہ اصل ہے اعلال میں باوجود تقویم کے اخوات کے ساتھ اخوت قَوَّمَ کی قوت کی وجہ سے اور اقام میں صلاحیت کو قدرت نہیں ہے کہ وہ قامَ کے لیے مقوی ہو اس لیے کہ وہ ثلاثی میں اصل نہیں ہے اور ما اقوله، اغیلت المراة اور واستحوذ کی مثل کلمات میں اعلال نہیں ہوگا تا کہ وہ اصل پر دلالت کریں اور تو ضمیروں کے الحاق کے وقت یوں کہے گا۔ قال، قالا، قالوا الخ قال کی اصل قَوَلَ تھی تو واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اسی قانون کی وجہ سے کہ جو پہلے گذر چکا ہے اور قُلْنَ کی اصل قَوَلْنَ ہے، پس واؤ کو الف سے بدل ڈالا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا تو قَلْنَ ہو گیا پھر قاف کو ضمہ دے دیا تا کہ وہ واؤ پر دلالت کرے تو قُلْنَ ہو گیا جبکہ خِفْنَ میں ضمہ نہیں دیا گیا اس لیے کہ اس قلب کے اندر اصل میں نقل حرکت ہے اس واؤ کی کہ جو حذف ہو گئی ہے اس کی سہولت کے لیے، اور جبکہ یہ طریقہ قُلْنَ میں ممکن نہیں اس لیے کہ اس صورت میں مفتوح کلمے کو فتحہ دینا لازم آتا ہے اور ماضی کے جمع مؤنث اور امر کے جمع مؤنث میں کوئی فرق نہیں

ہے۔اس لیے کہ وہ ضمنی اشتراک کا اعتبار نہیں کرتے اور قُلْنَ معلوم اور مجہول دونوں میں مشترک ہے۔اور وہ تقدیری فرق پر ہی اکتفاء کرتے ہیں جیسا کہ بِعْنَ میں یا جو واضح کی غفلت سے واقع ہوا ہے جیسا کہ ماضی اور امر میں تثنیہ اور جمع میں باب تَفَعَّلَ، تفاعل اور تَفَعْلَلَ سے۔اور فَعُلْنَ اور فَعَلْنَ کے درمیان فرق کیا جاتا ہے جیسا کہ قُلْنَ اور طُلْنَ میں فرق کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ الطویل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طُلْنَ کی اصل طَوُلْنَ ہے۔اس لیے کہ فعیل اکثر اوقات فَعُلَ سے آتا ہے جیسا کہ خِفْنَ اور بِعْنَ میں فرق ان دونوں کے مضارع سے معلوم یعنی یخاف سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خِفْنَ کی اصل خَوِفْنَ ہے اس لیے کہ فَعَلَ یَفْعَلُ کے باب سے ہے اور یہ حروف حلقی کے ساتھ ہی آتا ہے اور یَبِیْعُ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بِعْنَ کی اصل بَیَعْنَ ہے اس لیے کہ اجوف فَعِلَ یَفْعِلُ مضارع کے باب سے نہیں آتا۔ یَقُوْلُ الخ اس کی اصل یَقْوُلُ ہے اور اس کی تعلیل گزر چکی ہے۔

تشریح: وَمِنْ ثَمَّ: یعنی فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے غُیَبَة اور لُوَمَة کی واؤ میں اعلال نہیں کیا جائے گا۔

اَلْاَرْبَعَة: اس لفظ سے مراد وہ مذکورہ اقسام ہیں کہ جو پہلے ذکر ہو چکی ہیں یہ چار انہی میں سے نہیں۔

ففی الْاُوْلٰی: یعنی پہلی مثال موزان جس میں واؤ ساکن ماقبل مکسور ہے۔اس وجہ سے کہ جب واؤ ساکن ہو اور ماقبل مکسور ہو تو اس واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے گا، جیسے موزان سے میزان۔

لِمَا مَرَّ: یعنی اس قانون کی وجہ سے بدلا جائے گا کہ جو گذر چکا ہے اور وہ قانون یہ ہے کہ جب حروف علت میں سے کوئی حرف ساکن ہو تو اس کو ماقبل کی حرکت کے مطابق حرف سے بدل دیتے ہیں اس ساکن کی طبیعت کے لین ہونے اور ماقبل کے تقاضا کی وجہ سے۔

تُجْعَلُ يَاءً: یعنی اس واؤ کو یاء بنا دیا جائے گا اس لیے کہ فتحہ خفیف حرکت ہے اور کسرہ قوی حرکت ہے اور ضعیف قوی کے مقابلے میں مثل معدوم کے ہے پس واؤ حکماً ساکن تصور کی جائے گی، اگرچہ وہ لفظوں میں متحرک ہے یعنی حقیقتاً متحرک ہے تو پس اس کو اسی طرح ہی یاء سے بدل دیا گیا، کہ جس طرح وہ حقیقتاً لفظوں میں ساکن ہوتے وقت بدل دی جاتی ہے۔

وَلَا يُعَلُّ مِثْلَ دِوَلٍ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں پوچھا جائے کہ آپ نے کہا کہ جب واؤ مفتوح ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو تو اس کو یاء سے بدل دیا جائے گا حالانکہ آپ نے دِوَلٌ میں اس کو باقی رکھا ہے۔ تو مصنف نے اس میں اعلال نہ ہونے کی وجہ بیان کر دی کہ و ایسے اسماء سے نہیں کہ جو افعال سے مشتق ہوتے ہیں۔

لِخِفَّةِ: یہاں سے ان اسماء میں تعلیل نہ ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ الاسماء میں تعلیل اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ ان اسماء کا فعل سے مستق نہ ہونا ہی گویا ان کے لیے خفیف ہونا ہے اس لیے کہ اسماء میں تعلیل افعال میں تعلیل ہی کی وجہ سے ہوتی ہے تو یہ اسماء ایسے افعال سے نہیں کہ جن میں اعلال ہوتا ہو تو ان اسماء میں بھی نہیں ہوگا کیونکہ اسماء جو اسماء مشتق نہ ہوں وہ اعلال کا تقاضا نہیں کرتے اور کسی اسم کا خفیف ہونا اس کی ذات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

اِلَّا اِذَا كَانَ: اس کلام سے ماقبل سے استثناء کیا جا رہا ہے اور یہ استثناء مفرغ اور اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے **ان الاسماء التي ليست بمشتقة من الفعل لا يعل في جميع الاحوال الا في كونها علي وزن الفعل فح يجوز الاعلال فيه.** یعنی وہ اسماء جو کہ فعل سے مشتق ہوں ان کے تمام احوال میں اعلال نہ ہوگا مگر جس وقت وہ فعل کے وزن پر ہوں، پس اس وقت اعلال جائز ہوگا۔

اَلرَّابِعَةُ: یہاں سے دی گئی چار مثالوں میں سے چوتھی مثال میں اعلال کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں کہ کہ جس کلمے میں یاء مکسور ہو اور اس کا ماقبل بھی مکسور ہو جیسے تَرْمِيِينَ

تو یاء کو تخفیف کی غرض سے ساکن کر دیا جائے گا، اس لیے کہ کسرہ باء پر ثقیل ہے، پھر یاء کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا تو تَرْمِیْنَ ہوگا۔

فی الاعلال: ان الفاظ سے غرض یہ بتانا ہے کہ چوتھی مثال میں اعلال مذکورہ تین مثالوں کی طرح ہی ہوگا۔ یعنی ساکن اور حذف کرنے کے اعتبار سے۔ اس لیے اس مثال میں پہلی یاء فعل کا لام کلمہ ہے، پس جب اس کے ضعف کی وجہ سے اس کو ساکن کریں گے تو اجتماع ساکنین لازم آئے گا اور وہ اجتماع دو یاؤں کا ہے یعنی ایک تو یاء ساکنہ اور دوسری وہ یاء کہ جو مؤنث کی علامت ہے پس جو یاء لام کلمہ کے مقابلے میں ہے اس کو حذف کر دیں گے نہ کہ مؤنث کی علامت کی یاء کو۔

ما قبلها ساکنا: یہاں حرف علت کے ماقبل حرف کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ ساکن ہو جبکہ حرف علت کے تعمیم ہے خواہ وہ مفتوح ہو یا مضموں ہو یا مکسور ہو۔

لضعف حرف العلة: یہاں پر حرف علت سے حرکت کو ماقبل کی طرف نقل کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں یہ حرکت کا انتقال حرف علت کے ضعف کی وجہ سے ہے۔

لفتحة: یہاں حرف علت کو الف سے بدلا گیا، فتحہ کی وجہ سے اس لیے کہ اس میں ثقل موجود ہے اس کے اصل کے اعتبار سے متحرک ہونے کی وجہ سے اور عارضی سکون کی طرف غور کرنے سے ثقل موجود نہیں ہے، پس یہاں دو جہتیں متعارض ہوگئیں تو ان میں اصلی جہت کو اس کی اصالت کی وجہ سے عارضی جہت پر ترجیح دی گئی، پس الخوف میں اعلال نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا سکون اصلی ہے، پس اس کو الف سے نہیں بدلا جائے گا۔

العارضی: یہاں سکون کو عارضی کہہ کر اعلال سے اعراض کیا گیا ہے، اس لیے اعلال تخفیف کی غرض سے ہوتا ہے، جبکہ سکون عارضی ہو تو تخفیف حاصل نہیں ہوتی اس لیے حرکت تقدیراً ثابت ہے پس اعلال کو لازم کرنا گویا اس کے خلاف ہے کہ جو اصلی ہو جیسے الخوف اس لیے کہ وہ اعلال کا محتاج نہیں ہے، یعنی اس میں اعلال کی ضرورت نہیں ہے۔ تخفیف کی غرض سے فتحہ اور سکون کی موجودگی حالت میں۔

وَلَا یُعَلُّ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر مصنف کے قول یخوف پر وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اَدْوَرُ اسم تفصیل ہے اور اَعْیَنُ اسم صفت مشبہ ہے۔ مثل یخاف کے پس مناسب یہ تھا کہ ان میں اعلال کیا جائے یخوف کے اعلال کی طرح مشترکہ علت کے پائے جانے کی وجہ سے اور علت مشترکہ حکم مشترک کا تقاضا کرتی ہے یا یہ کہ اس کے قول پر رد ہے اس تقدیر پر کہ ہوسکتا ہے کہ اَدْوُر، اعین دونوں عین کے ضمہ کے ساتھ ہیں۔ اور وہ دونوں دار اور عین کی جمع ہیں، تو پس جواب مصنف نے یہ دیا کہ ان دونوں سوالوں کے وارد ہونے سے متعلق اپنے قول حتی لا یلتبس بالافعال سے اور اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ ادور اسم تفضیل اور اعین اسم صفت میں اعلال نہیں ہوگا یخوف کے علال کی طرح اس لیے کہ اگر ان دونوں میں اعلال ہو تو وہ دونوں ادار اور اعان ہو جائیں گے جن کا باب افعال کی ماضی کے ساتھ التباس لازم آئے گا جبکہ ان کے مصادر الادارۃ اور الاعانۃ ہیں اور ان سے ماضی ادار اور اعان آتی ہے۔ جبکہ ادور اور اعین عین کلمہ کے ضمہ کے ساتھ ہوں تو ان میں اعلال نہ ہوگا اس لیے کہ اگر ان میں یقول کے اعلال کی طرح اعلال کیا جائے تو یقیناً ان کو اَدُوْر اور اعُوْنَ کہا جائے گا واؤ کے سکون کے ساتھ تو اس صورت میں ان دونوں کا التباس مضارع متکلم کے ان صیغوں سے آئے گا کہ جو الدور اور العون کے مصدر سے آتے ہیں نَصَرَ کے وزن پر لیکن اعون میں یاء کو واؤ سے بدلا جائے گا ماقبل کے ضمہ کی وجہ سے جیسا کہ ہم نے موسر میں تبدیل کرنا قرار دیا۔

لا یبطل الالحاق: الحاق والے کلمے میں بھی اعلال کی نفی کی گئی ہے۔ تاکہ الحاق باطل نہ ہو کیونکہ اگر جَدْوَلُ میں اعلال کریں گے تو الحاق کی غرض جو کہ ایک باب سے دوسرے باب میں جانا تھا وہ باطل ہو جائے گی۔

نَحْوُ قَوَّمَ: ان الفاظ سے ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ قَوَّمَ میں دوسری واؤ کی اولی کی طرف کیوں منتقل نہیں کی گئی تاکہ دوسری واؤ کو الف سے بدل دیا جائے تو اس سوال سے متعلق مصنف نے اپنے قول

حَتّٰی لَا یَلْزَمَ سے یہ جواب دیا تا کہ اعلال فی الاعلال لازم نہ آئے اس لیے کہ ادغام بھی تو ایک اعلال ہے پس اگر واؤ مدغم فیہ کی حرکت واؤ مدغم کی طرف نقل کی جاتی اور واؤ ثانی کو الف سے بدل دیا جاتا تو اس صورت میں اعلال حقیقی کا ہونا لازم آتا اعلال حکمی میں اور وہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

حَتّٰی لَا یَلْزَمَ: یہاں سے اَلرَّمْیُ میں اعلال کی نفی کی تحقیق کر رہے ہیں کہ اعلال نہ ہونے کی تحقیق یہ ہے کہ اگر یاء کو ساکن کر دیا جائے اس کی حرکت کو ماقبل کی طرف نقل کر کے تو اعراب کا توارد ہوگا اس حرف پر کہ جس کا ماقبل ساکن ہے، اس لیے کہ جو حرکت ماقبل کی طرف ساکن کر دی گئی ہے یہ وہ حرکت ہے کہ جو عوامل کے مختلف ہونے سے بدل جاتی ہے اور یاء ساکنہ اس صورت میں اپنے ماقبل کی حرکت کے تابع ہو جائے گی، یعنی ماقبل میں فتحہ ہونے کی وجہ سے الف سے بدل جائے گی اور ماقبل میں رفع ہونے کی وجہ سے واؤ سے بدل جائے گی، پس گویا کہ اعراب معرب کے وسط میں ہوگا اور وہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس طریقے سے لازم آئے گا حرف ساکن کا اسم معرب کے آخر میں ہونا پس اگر معرب کے آخر میں حرف ساکن واقع ہو جائے تو مذکورہ طریق کے علاوہ تو صحیح ہوگا معرب کے وسط میں اعراب کے وقوع لازم نہ ہونے کی وجہ سے جیسے العصاء اور الرحی پس خوب سمجھ لیجیے۔

حَتّٰی لا یجتمع الساکنان:

یہاں اجتماع نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر ان کی حرکات ان کے ماقبل کی طرف منتقل کر دیا جائے تو اس صورت میں اجتماع ساکنین ہو جائے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ دو ساکن کون کون سے ہیں، تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک وہ حرف علت ہے کہ جس کو ساکن کیا گیا اور اس کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف نقل کر دی گئی اور ان میں سے دوسرا ساکن اس کا مابعد ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں ہے تا کہ کسی کا اجحاز (رکنا) لازم نہ آئے۔

مخیط: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ

ہے کہ تبیان اجتماع ساکنین کی وجہ سے درست ہے یعنی اس کو تو درست قرار دیا لیکن مخیط میں یہ بات منعدم ہے تو پھر اس کو کیوں درست قرار دیا، تو اس کا جواب دیا کہ یہ المخیاط سے منقوص ہے۔

الاقامۃ: یہاں نقض کی صورت میں سوال وارد ہوتا ہے یعنی الاقامۃ میں اجتماع ساکنین جو متحقق ہے وہ اعلال ہی میں متحقق ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اس سے مانع نہیں ہوا، مناسب یہی کہ درست ہونا چاہیے جیسے کہ تقویم اور وہ اس لیے کہ اقامۃ کی اصل اقواما ہے پس واؤ کی حرکت اس کے ماقبل کی نقل کی اور اس کو الف سے بدل دیا تو اجتماع ساکنین ہوا اور وہ دونوں الف ہیں پس ان دونوں میں سے ایک حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض آخر میں ۃ کو لاتے تو اقامۃ ہو گیا۔

اخواتھا: یہاں اخواتھا سے مراد تقویم، تبیان، مقوال اور مخیاط ہیں۔

ابطل: یہاں ابطل کا فاعل قولہ ہے اور ہ ضمیر کا مرجع متکلم مھود ہے اور قوم مقولہ اس قول کا اور استباع ابطل کا مفعول ہے اور مصدر ہے جو کہ مضاف ہے اس کے فاعل کی طرف اور وہ قَامَ ہے۔ پس تقدیر کلام اس طرح سے ہوگی ابطل قول القائل قوم استبتاع قام التقویم فی الاعلال ہے۔

ولا یصلح: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ قوم تقویم کا بھائی ہے اور وہ اخوۃ میں قوی ہے قام سے مجرد میں ہونے کی وجہ سے۔ پس جب اقام کو اعانۃ پر لایا گیا تو وہ بھی قولی ہو گیا پس التقویم نے اس کے اعلال کو قبول کر لیا۔

لِاَنَّہٗ: اس لیے کہ اَقَامَ اصل نہیں ہے کہ جو قَامَ ثلاثی مجرد کا اصل سے ہے اس کے لیے مقوی ہو جائے۔

وَلَا یُعَلُّ: یعنی واؤ اور یاء کو الف سے نہیں بدلا جائے گا ان کی حرکت کو ماقبل کی طرف نقل کرنے کی وجہ سے بوجہ اس کے فعل تعجب ہونے کے حالانکہ اس کی گردان نہیں ہوتی اگر اس کی گردان کی جائے تو پھر وہ وضع کردہ صیغہ نہیں رہے گا اور وہی اس سے

مقصود ہے۔

حَتّٰی یَدُلُلْنَ: یہاں سے ایک سوال کا جواب دے رہے لیکن اور وہ سوال یہ ہے کہ استحوذ میں اعلال کیوں نہیں کیا گیا باوجود مقتضی کے نہ ہونے کے اس لیے کہ مزید میں تعلیل ثلاثی مجرد میں اعلال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور فعل ثلاثی متحقق نہیں ہے، پس تعلیل نہ کیے جانے سے کوئی حرج نہیں ہے۔

تَقُوْلُ فِي الْحَاقِ: جب مصنف رحمہ اللہ افعال معتل العین کے کلام کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو ان کی ذات کی طرف نظر وفکر کرتے ہوئے تو اب وہ ان کے ساتھ ضمائر کے اتصال کو بیان کرنے میں شروع ہو رہے ہیں۔

قَالَ: یہاں سے ایک بات کو ذکر کرتے ہیں کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ قالا اور قالوا کا ذکر مستقیم ہے اس لیے کہ ان دونوں میں ضمیر ملحق ہے جبکہ قال کا ذکر اس محل میں اس کے مقام پر واقع نہیں اس لیے کہ اس میں ضمیر غیر ملحق ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ الحاق ادخال ہی ہے اور وہ بغیر ثلاثی کے ذکر کے متصور نہیں ہوتا حرف الحاق سے پس ضروری ہے کہ اس کا ذکر الحاق کی تحقیق کے لیے مجرد کے بعد ہی ہو۔

قُلْنَ: ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ قلن میں باوجود اجتماع ساکنین لازم آنے کے اعلال کیوں کیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں قال کی موافقت کی وجہ سے جیسا کہ گذر چکا جیسا تَعِدُ، اَعِدُ، نَعِدُ میں گذرا ہے۔

لَا یُضَمَّ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ جس طرح قُلْنَ میں واؤ پر دلالت کرنے کے لیے ضمہ دیا گیا ہے اسی طرح مناسب یہ تھا کہ خفن میں بھی واؤ محذوفہ پر دلالت کرنے کے لیے ضمہ دیا جاتا۔

لِسَهُوْلَتِهَا: اس کلمہ میں ھا ضمیر واؤ کی حرکت کے نقل کرنے اور مضاف الیہ کے اعتبار سے ان دونوں کی تانیث کی طرف لوٹتی ہے۔ اگر اس نے کہا ہوتا کہ اعلال میں اصل واؤ کی حرکت کو نقل کرنا ہے اس کی سہولت کے لیے تو یہ اولیٰ تھا اور زیادہ واضح تھا۔ پس خوب سمجھ لیجئے۔

فتحة المفتوحة: مفتوح کلمہ کو فتحہ دینا لازم آتا ہے اس لیے کہ واؤ کی حرکت بھی فتحہ ہے اور وہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے اور خفن میں یہ لازم نہیں آتا اس لیے کہ واؤ کی حرکت کسرہ اور خاء کی حرکت فتحہ ہے وہاں اس قانون کی رعایت رکھنا زیادہ ممکن ہے جبکہ یہاں دوسرے قانون کی رعایت کی گئی ہے اور وہ واؤ کے ماقبل پر ضمہ کا ہونا اس وجہ سے ہے تاکہ اس واؤ پر دلالت کرے جو حذف کر دی گئی ہے۔

((فَحُذِفَ الْوَاوُ فِي يَقُلْنَ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ اَلْاَمْرُ قُلْ الخ اَصْلُهُ اَقْوُلْ ثُمَّ حُذِفَ الْوَاوُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ ثُمَّ حُذِفَ الْاَلِفُ لِانْعِدَامِ الْاِحْتِيَاجِ اِلَيْهَا وَتُحْذَفُ الْوَاوُ فِي قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ السَّاكِنَانِ لِاَنَّ الْحَرْكَةَ فِيهِ حَصَلَتْ بِالْخَارِجِي فَيَكُوْنُ فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ تَقْدِيرًا بِخِلَافِ قُوْلَا وَقُوْلَنَّ لِاَنَّ الْحَرْكَةَ فِيهِمَا حَصَلَتْ بِالدَّاخِلِيَيْنِ وَهُمَا اَلِفُ الْفَاعِلِ وَنُوْنُ التَّاكِيدِ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّاخِلِي وَمِنْ ثَمَّ جَعَلُوْا مَعَهُ آخِرَ الْمُضَارِعِ مَبْنِيًّا نَحْوُ هَلْ يَفْعَلَنَّ وَتُحْذَفُ الْاَلِفُ فِي دَعَتَا وَاِنْ حَصَلَ الْحَرْكَةُ بِاَلِفِ الْفَاعِلِ لِاَنَّ التَّاءَ لَيْسَتْ مِنْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ بِخِلَافِ اللَّامِ فِي قُوْلَا وَتَقُوْلُ بِنُوْنِ التَّاكِيدِ قُوْلَنَّ، قُوْلَانِّ، قُوْلُنَّ، قُوْلِنَّ قُوْلَانِّ، قُلْنَانِّ وَبِالْخَفِيفَةِ قُوْلَنْ قُوْلُنْ قُوْلِنْ اَلْفَاعِلُ قَائِلٌ اِلَى آخِرِهِ اَصْلُهُ قَاوِلٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ اَلِفًا لِتَحَرُّكِهَا وَفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا كَمَا فِي كِسَاءٍ وَلَا اِعْتِبَارَ لِاَلِفِ الْفَاعِلِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِحَاجِزَةٍ حَصِينَةٍ فَاجْتَمَعَ الْاَلِفَانِ وَلَا يُمْكِنُ اِسْقَاطُ الْاُوْلَى لِاَنَّهُ يَلْتَبِسُ بِالْمَاضِي وَكَذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ فَحُرِّكَتْ فَصَارَتْ هَمْزَةً وَيَجِيءُ فِي الْبَعْضِ بِالْحَذْفِ نَحْوُ هَاعٍ وَلَاعٍ وَالْاَصْلُ هَائِعٌ وَلَائِعٌ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ اَيْ هَائِرٍ وَيَجِيءُ بِالْقَلْبِ نَحْوُ شَاكٍ وَاَصْلُهُ شَاوِكٌ وَحَادَ اَصْلُهُ وَاحِدٌ وَيَجُوْزُ الْقَلْبُ فِي كَلَامِهِمْ نَحْوَ الْقِسِيِّ اَصْلُهُ قُوُوْسٌ فَقُدِمَ السِّيْنُ فَصَارَ قُسُوْوًا نَحْوُ

عَصُوْوٌ ثُمَّ جُعِلَ قُسِيًّا لِوَقُوْعِ الْوَاوَيْنِ فِي الطَّرْفِ ثُمَّ كُسِرَ الْقَافُ اِتْبَاعًا لِمَا بَعْدَهَا كَمَا فِي عِصِي وَمِنْهُ اَيْنُقٌ اَصْلُهُ اَنْوُقٌ ثُمَّ قُدِّمَ الْوَاوُ عَلَى النُّوْنِ فَصَارَ اَوْنُقٌ ثُمَّ جُعِلَ الْوَاوُ يَاءً عَلٰى غَيْرِ قِيَاسٍ، اَلْمَفْعُوْلُ مَقُوْلٌ اَصْلُهُ مَقْوُوْلٌ فَاعِلٌ كَاِعْلَالِ يَقُوْلُ فَصَارَ مَقُوْوْلٌ فَاجْتَمَعَ السَّاكِنَانِ فَحُذِفَ الْوَاوُ الزَّائِدُ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ لِاَنَّ حَذْفَ الزَّائِدِ اَوْلٰى وَالْوَاوُ الْاَصْلِي عِنْدَ الْاَخْفَشِ لِاَنَّ الزَّائِدَ عَلَامَةٌ وَالْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ وَقَالَ سِيْبَوَيْهِ فِي جَوَابِهٖ لَا تُحْذَفُ الْعَلَامَةُ اِذَا لَمْ تُوْجَدْ عَلَامَةٌ اُخْرٰى وَفِيْهِ تُوْجَدُ عَلَامَةٌ اُخْرٰى وَهُوَ الْمِيْمُ فَيَكُوْنُ وَزْنُهُ عِنْدَهُ مَفُعْلًا وَعِنْدَ الْاَخْفَشِ مَفُوْلًا وَكَذَا مَبِيْعٌ يَعْنِي اُعِلَّ اِعْلَالَ يَبِيْعُ فَصَارَ مَبُيْوُعًا وَبِالْوَاوِ وَالْيَاءِ السَّاكِنَتَيْنِ فَحُذِفَ الْوَاوُ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ فَصَارَ مَبُيْعًا ثُمَّ كُسِرَ الْبَاءُ حَتّٰى تُسْلَمَ الْيَاءُ وَعِنْدَ الْاَخْفَشِ حُذِفَ الْيَاءُ فَاُعْطِيَ الْكَسْرَةُ لِمَا قَبْلَهَا كَمَا فِي بِعْتُ فَصَارَ مَبُوْعًا ثُمَّ جُعِلَ الْوَاوُ يَاءً كَمَا فِي مِيْزَانٍ فَيَكُوْنُ وَزْنُهُ مَفِعْلًا عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ وَعِنْدَ الْاَخْفَسِ مَفِيْلًا اَلْمَوْضِعُ مَقَالٌ اَصْلُهُ مَقْوَلٌ، فَاعِلٌ كَمَا فِي يَخَافُ وَكَذَالِكَ مَبِيْعٌ اَصْلُهُ مَبْيِعٌ فَاعِلٌ كَمَا فِي يَبِيْعُ وَاكْتُفِيَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِيِّ مِنَ الْمَوْضِعِ وَبَيْنَ اِسْمِ الْمَفْعُوْلِ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُمْ كَمَا فِي الْفُلْكِ اِذَا قَدَّرْتَ سُكُوْنَهُ كَسُكُوْنِ اُسْدٌ يَكُوْنُ جَمْعًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ وَاِذَا قَدَّرْتَ سُكُوْنَهُ كَسُكُوْنِ قُرْبٍ يَكُوْنُ وَاحِدًا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ وَالْمَجْهُوْلُ قِيْلَ اِلٰى آخِرِهٖ اَصْلُهُ قُوِلَ فَاُسْكِنَ الْوَاوُ لِلْخِفَّةِ فَصَارَ قُوْلَ وَهُوَ لُغَةٌ ضَعِيْفَةٌ لِثِقْلِ الضَّمَّةِ وَالْوَاوِ فِي كَلِمَةٍ وَفِي لُغَةٍ اُخْرٰى اُعْطِيَ كَسْرَةُ الْوَاوِ اِلٰى مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قِوْلَ ثُمَّ صَارَ الْوَاوُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قِيْلَ وَفِي لُغَةٍ يُشَمُّ حَتّٰى يُعْلَمَ اَنَّ اَصْلَهَا

مَضْمُوْمًا وَكَذَا بِيعَ وَاُخْتِيرَ وَانْقِيْدَ وَقُلْنَ وَبِعْنَ يَعْنِي يَجُوْزُ فِيهِنَّ ثَلٰثُ لُغَاتٍ وَلَا يَجُوْزُ الْاِشْمَامُ فِي اُقِمَ لِاِنْعِدَامِ ضَمَّةِ مَاقَبْلَ الْيَاءِ وَلَا يَجُوْزُ بِالْوَاوِ اَيْضًا لِاَنَّ جَوَازَ الْوَاوِ لِاِنْضِمَامِ مَاقَبْلَ حَرْفِ الْعِلَّةِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ وَسِوَى فِي مِثْلِ قُلْنَ بَيْنَ الْمَعْلُوْمِ وَالْمَجْهُوْلِ اِكْتِفَاءً بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِيْ وَاَصْلُ يُقَالُ، يُقْوَلُ فَاُعِلَّ مِثْلُ اِعْلَالِ يَخَافُ))

''پس قُلْنَ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کیا جائے گا اور اس سے امر قُلْ الخ آتا ہے جس کی اصل اُقْوُلْ ہے پھر واؤ کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر الف کو اس کی طرف احتیاج نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اور واؤ کو قل الحق میں حذف کیا گیا ہے، اگرچہ اس میں اجتماع ساکنین نہیں ہوا اس لیے کہ اس میں جو حرکت حاصل ہوئی ہے وہ خارجی ہے پس وہ تقدیراً سکون (ساکن) کے حکم میں ہی ہوگا۔ بخلاف قُوْلَا اور قُوْلَنَّ کے ان دونوں میں حرکت داخلی طور پر حاصل ہوتی ہے اور وہ دونوں الف فاعل اور نون تاکید نہیں۔ اور وہ بمنزل داخلی کے ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے مضارع کے آخر کو مبنی بنایا ہے۔ جیسے هَلْ يَفْعَلَنَّ اور الف کو حذف کیا گیا ہے دَعَتَا میں اگرچہ فاعل کے الف کی وجہ سے حرکت حاصل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ تاء نفس کلمہ کی نہیں ہے، بخلاف اس لام کے کہ جو قولا میں ہے۔ اور تو نون تاکید کے ساتھ یوں کہے گا قُوْلَنَّ، قُوْلَانِّ، قُوْلُنَّ، قُوْلِنَّ، قُوْلَانِّ قُلْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ تو یوں کہے گا قُوْلَنْ قُوْلُنْ قُوْلِنْ ہے۔ اور فاعل اس سے قَائِلٌ الخ آتا ہے، اس کی اصل قَاوِلٌ ہے، پس واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے جیسے کہ كِسَاءٌ میں ہے۔ اور الف فاعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ کوئی قوی مانع نہیں ہے، پس دو الف جمع ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک کو گرانا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ماضی کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا اور اسی طرح دوسری الف میں ہے پس اس

کو حرکت دی گئی تو وہ ہمزہ ہو گئی اور بعض میں الف کے حذف کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے هَاعٍ اور لَاعٍ اور ان دونوں کی اصل هَائِعٍ اور لَائِعٍ ہے۔ اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ اَیْ هَائِرٍ اور اسم فاعل قلب کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے شَاكٌ کہ اس کی اصل شَاوِكٌ اور حَادٍ اس کی اصل واحد ہے اور ان کی کلام میں قلب جائز ہے جیسے قِسِيٌّ کہ اس کی اصل قُوُوْسٌ ہے۔ پس اس میں سین کو مقدم کیا گیا تو قسووا ہو گیا نحو عصوو پھر قُسِيًّا ہوا دو واؤں کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے پھر قاف کو اس کے مابعد کی اتباع کرتے ہوئے کسرہ دے دیا گیا جیسا کہ عِصِيٌّ میں ہے اور اسی سے اَيْنُقٌ ہے کہ اس کی اصل اَنْوُقٌ ہے، پھر واؤ کو مقدم کیا گیا نون پر تو اَوْنُقٌ ہو گیا پھر واؤ کو یاء کر دیا گیا بغیر قیاس کے۔ باقی اس سے مفعول مَقُوْلٌ الخ آتا ہے کہ جس کی اصل مَقْوُوْلٌ آئی ہے پس اس میں یقول کے اعلال کی طرح اعلال کیا گیا تو مقوول ہو گیا تو اجتماع ساکنین ہوا تو واؤ زائدہ حذف کر دیا گیا سیبویہ کے نزدیک اس لیے زائد کا حذف اولیٰ ہے۔ اور اخفش کے نزدیک واؤ اصلی کو حذف کیا جائے گا اس لیے کہ واؤ زائد علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی تو سیبویہ نے اس کے جواب میں کہا کہ علامت کو حذف نہیں کیا جائے گا، جب کوئی دوسری علامت نہ پائی جائے اور یہاں دوسری علامت پائی جاتی ہے اور وہ علامت میم ہے، پس ان کے نزدیک وزن مَفُعْلٌ ہوگا اور اخفش کے نزدیک مَفْعُوْلٌ ہوگا اور اسی طرح ہی مَبِيْعٌ میں اعلال کیا گیا يَبِيْعُ کے اعلال کی طرح تو مُبيوعًا ہو گیا واؤ اور یاء کے ساکن ہونے کے ساتھ پھر سیبویہ کے نزدیک واؤ کو حذف کر دیا گیا تو مبيعٌ ہو گیا پھر باء کو کسرہ دے دیا گیا تا کہ یاء سلامت رہے اور اخفش کے نزدیک یاء کو حذف کر دیا گیا اور اس کے ماقبل کو کسرہ دے دیا گیا جیسا کہ بِعْتُ میں ہوا تو مبوع ہو گیا پھر یاء کو واؤ کر دیا گیا جیسا کہ مِيْزَانٌ میں ہوا تو اس کا وزن مَفِعْلٌ ہو گیا سیبویہ

کے نزدیک اور اخفش کے نزدیک اس وزن مَفِیْلٌ ہو گیا اور اس اس اسم ظرف مَقَالٌ آتا ہے جس کی اصل مَقْوَلٌ ہے۔ پس اس میں یخاف کی طرح تعلیل کی گئی اور اسی طرح مَبَاعٌ ہے کہ اس کی مَبْیَعٌ ہے پس اس یُبْیَعُ کی طرح تعلیل کی گئی اور اسم فاعل اور اسم ظرف کے درمیان صرف فرق تقدیری پر ہی اکتفاء کیا اور ان کے نزدیک وہی معتبر ہے جیسے کہ الفلك میں ہے، جب اس کے سکون کو مقدر کر دیا گیا اُسْدٌ کے سکون کی طرح تو یہ جمع ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے حَتّٰٓی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ اور جب مقدر کر دیا گیا اس کے سکون کو قرب کے سکون کی طرح تو یہ واحد ہوگا جیسے اللہ کا قول فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ اور اس سے مجہول قِیْلَ الخ آتا ہے اس کی اصل قُوِلَ ہے۔ اس میں واؤ کو ساکن کیا گیا تخفیف کی غرض سے تو قُوْل ہو گیا اور یہ ضعیف لغت ہے ضمہ کے ثقل کی وجہ سے اور واؤ کے ایک کلمہ میں ہونے کی وجہ سے اور دوسری لغت میں واؤ کا کسرہ اس کے ماقبل کو دیا گیا تو قِوْل ہو گیا پھر واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا تو قِیْلَ ہو گیا اور ایک لغت میں یہ ہے کہ اشمام کیا جائے گا، میں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کی اصل مضموم ہے اور اسی طرح بِیع، اُختِیر اُنقِیْدَ، قُلْنَ، بِعْنَ ہیں یعنی ان میں تینوں لغات جائز ہیں اور اشمام جائز نہیں ہے۔ اُقِیْمَ میں یاء سے ماقبل کے ضمہ کے منعدم ہونے کی وجہ سے اور واؤ کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے اس لیے کہ واؤ کا جواز حرف علت کے ماقبل کو مضموم کرنے کے لیے ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔ سوائے معلوم اور مجہول کے قُلْنَ کے صرف فرق تقدیری پر اکتفاء کرتے ہوئے اور یُقَالُ کی اصل یُقْوَلُ ہے، پس اس میں یخاف کے اعلال کی طرح کی اعلال ہوگا۔

تشریح: اِلَیْهَا: اس مراد یہ ہے، ہمزہ وصلی کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ الف کو حذف کر دیا اس لیے کہ اس کو ابتدائے نطق کے مشکل ہو جانے کی وجہ سے لاتے ہیں کیونکہ ساکن سے ابتدائے نطق محال ہے اور یہ عذر اور مشکل اس حرکت کے نقل کرنے کی وجہ سے زائل

ہو گیا اور اس سے ہمزہ وصلی سے استغناء حاصل ہو گیا۔

تُحْذَفُ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ حذف کی علت اجتماع ساکنین ہے، حالانکہ وہ تو قل الحق میں حرکت کی وجہ سے مفقود ہے تو پس مناسب یہ ہے کہ محذوف کو لوٹایا جائے قُوْلَا میں جیسا کہ دَعَا میں لوٹایا گیا۔

بالخارجی: حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ یہ التقائے ساکنین ایک امر خارجی کی وجہ سے ہوا ہے اور وہ امر خارجی التقائے ساکنین ہے ان میں سے ایک پہلے کلمہ کے آخر میں ہے جو کہ لام اصلی ہے اور دوسرا دوسرے کلمے کے شروع میں ہے اور وہ لام تعریف ہے۔

فیکون: اس عبارت سے غرض یہ بتانا ہے عارضی حرکت کو التقائے ساکنین کی وجہ سے لایا گیا ہے اس کے سواء کسی دوسرے حکم میں اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ جو ضرورت سے ثابت ہو اس کو ضرورت کے مطابق ہی رکھا جاتا ہے، لہٰذا محذوف کو نہیں لوٹایا جائے گا۔

بخلاف: یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب اور سوال کرنے وجہ یہ ہے کہ قُوْلَا اور قُوْلَنَّ میں لام کی حرکت ہے جو کہ ایک عارضی امر کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور عارضی امر الف کا پہلے میں لاحق کرنا ہے اور نون کو دوسرے میں پس مناسب یہ ہے کہ واؤ محذوفہ کو پہلے نہ لوٹایا جائے طوق سے پہلے جیسا کہ قل الحق میں نہیں لوٹائی گئی۔

بِالدَّاخِلِيْنَ: اس عبارت سے واؤ محذوفہ کو نہ لوٹانے کی وجہ بیان کی جا رہی کہ یہاں پر حرکت داخلی امر کی وجہ سے آئی ہے جبکہ تقدیراً سکون ہے تو اس لیے تقدیراً سکون کی وجہ سے محذوف کو نہیں لوٹایا جائے گا اگرچہ وہ ظاہر میں متحرک ہے۔

وَهُمَا: اس سے مراد الف فاعل اور نون تاکید ہیں یہاں پر الف ضمیر فاعل ہے اور اس کو فاعل سے تعبیر کیا گیا ہے اور فاعل فعل کا جز ہے تو پس وہ اس میں داخل ہوا نہ کہ خارج۔

وَمِنْ ثَمَّ: اس سے مراد یہ ہے کہ اسی وجہ سے نون تاکید بھی امر داخلی کے ہے۔ یعنی بمنزل کلمہ کے جز کے ہے۔

تحذف الالف: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر

یوں کہا جائے کہ دعتا میں تاء کی حرکت امر داخلی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور وہ الف ضمیر ہے پس مناسب یہ ہے کہ الف کو نہ لوٹایا جائے دعتا میں میں جیسا کہ قولا میں واوٗ محذوفہ کو لوٹایا گیا ہے۔

التَّاء لَيْست: یہاں سے تاء کی وضاحت کر رہے ہیں کہ دَعَتَا میں تاء حکما ساکن ہے اگرچہ متحرک ہے اس لیے کہ تائے تانیث کلمہ سے خارج ہے اور فعل میں ساکن ہی ہوتی ہے اگر اس کو حرکت دی جائے تو حرکت عارضی دی جاتی ہے اور حرکت عارضیہ مثل حرکت کے نہ ہوتے ہوتی ہے، پس اس کو شمار نہیں کیا جائے گا، بخلاف لام کے کہ جو قولا میں ہے وہ نفس کلمہ سے ہے وہ لفظاً اور حکماً متحرک ہے، پس اس صورت میں قولا میں واوٗ کے لوٹنے سے دعتا میں الف کا لوٹنا لازم نہیں آتے۔ اور دونوں کے درمیان ایک جدا معاملے کی وجہ سے۔

نفس الكلمة: اس عبارت غرض یہ بتانا ہے کہ یہ تاء نفس کلمہ کی نہیں ہے بلکہ فاعل کی تانیث کو بتانے کے لیے لائی گئی ہے، پس اس کی حرکت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، پس اس کی حرکت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، پس اجتماع ساکنین تقدیراً ہوگا اگرچہ ظاہری طور پر اجتماع نظر نہیں آتا۔

بخلاف اللام: اس عبارت سے قولا میں لام کلمے سے متعلق بتا رہے ہیں، کہ اس سے احتراز کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ نفس کلمہ سے ہے پس اس کی حرکت کا اعتبار کیا گیا ہے، پس تقدیراً اجتماع ساکنین نہیں ہوا یعنی حرکت اور متحرک حرف دونوں دعتا میں عارضی ہیں، پس حرکت سکون کے حکم میں ہوگی اگرچہ وہ عارضی ہے۔ قولا میں لیکن متحرک عارضی نہیں ہے بلکہ وہ اصلی ہے پس حرکت کا قوی ہونا اس کے معروض کی وجہ سے ہے پس وہ سکون کے حکم میں نہ ہوگی۔

فِي كِسَاءٍ: اس کی اصل كِسَاوٌ واوٗ کے ساتھ ہے جیسے كَسَوْتُ عَمْرًوا جُبَّةً پس واوٗ کو اس کی راء پر الف سے بدل دیا گیا، پس دو الف جمع ہو گئے پس دوسرے الف کو حذف کے متعذر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اس وجہ سے کہ وہ صورۃ ماضی کے

التباس کے ملتبس ہوتا ہے۔ تو کِسَاءٌ ہو گیا۔

وَلَا اِعْتِبَارَ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اس کا ماقبل مفتوح ہے اس لیے واؤ کا ماقبل الف فاعل ہے پس اس کا ماقبل مفتوح متحقق نہ ہوا۔

بحاجزة: یہاں الف کو حاجز یعنی قوی مانع نہیں کیا گیا اس لیے کہ الف مثل مردہ کے ہے۔ اس لیے کہ وہ ہمیشہ ساکن ہوتی ہے اور مردہ کسی چیز کو منع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ مانع قوی ہو۔

فَاجْتَمَعَ الْاَلِفَانِ: ان دو الفوں سے مراد ایک الف فاعل ہے اور دوسری وہ الف جو کہ واؤ سے بدلی گئی ہے۔

فِي الْبُعْضِ: یعنی بعض کلمات کی بناء میں آتا ہے۔

لَائِع هَائِعٌ یاء مکسورہ کے ساتھ تھے پھر ان میں یاء کو الف سے بدلا گیا تو دو الف ساکن جمع ہو گئے تو پھر ان میں سے فعل میں عین کلمے والی کو حذف کر دیا اور ہمزہ سے نہ بدلا گیا تو هَاعٍ اور لَاعٍ ہو گیا۔ پس یہ نقل کیا گیا ہے کہ فعل کے عین کلمہ کو حذف کیا گیا الف زائدہ کو حذف کیوں نہ کیا گیا باوجود اس کے کہ زائدہ کو حذف کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے یوں کہا کہ زائدہ کو حذف اس لیے نہیں کیا کیونکہ زائدہ علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی۔ پس اگر یوں کہا جائے کہ الف کو ہمزہ سے بدلنے سے پہلے کیوں حذف کیا گیا اور اس سے پہلے ہمزہ کو حذف کیوں نہیں کیا گیا تا کہ دونوں دلیلوں کا عمل ہو جاتا تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں اگر الف کے تبدیل کرنے کے بعد ہمزہ کو بدلا جاتا تو متحرک کلمہ کا حذف کرنا لازم آتا نہ کہ ساکن کا۔ اور حذف ساکن کے لیے زیادہ مناسب ہے نہ کہ متحرک کے لیے اس لیے کہ ساکن معدوم کی طرح ہے اور حذف بھی اعدام یعنی معدوم کرنا ہی ہے اور اعدام معدوم سے کرنا زیادہ اولیٰ ہے اور وہ ساکن ہے۔

هَائِرٍ: یہ یائے مکسورہ کے ساتھ تھا، تو یاء کو الف سے بدلا گیا تو دو ساکن جمع ہو گئے پھر دوسرے الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا تو هَارٍ ہو گیا۔

شَاوِكٌ: یہ واؤ مکسورہ کے ساتھ ہی ہے، اس لیے کہ یہ الشوکة سے ہے، پس اس میں فعل کے عین کلمے کے ساتھ بدل دیا گیا اور وہ واؤ سے لام کی جگہ اور وہ کاف یعنی کاف کی جگہ پر واؤ اور واؤ کی جگہ پر کاف کو لایا گیا تو شَاكِوٌ ہو گیا واؤ مضمومہ کے طرف میں واقع ہونے کے ساتھ پھر واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اس کے کسرہ کے بعد طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے تو شَاكِيٌ ہو گیا یائے مضمومہ کے ساتھ پھر یاء پر ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے یاء کو ساکن کر دیا گیا تو اجتماع ساکنین ہو گیا ان میں سے ایک یاء اور دوسرا تنوین تھا تو یاء کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا تو شاك ہو گیا جیسے کہا جاتا ہے شاك الرجل شوكاً۔

وَاحِد: اس میں واؤ کو لام کی جگہ پر نقل کیا گیا اور الف کے ساتھ ابتداء ممکن نہیں پس اس پر حاء کو مقدم کیا گیا تو حَادِوٌ ہو گیا پس واؤ کو یاء سے بدل دیا تو حادی ہو گیا پھر قاضی کے اعلال کی طرح اعلال کیا گیا تو حَادٍ ہو گیا۔

مَقْوُوْلٌ: دو واؤں کے ساتھ ان میں سے پہلی فعل کا عین کلمہ ہے اور دوسری مفعول کی غرض سے زائد کی گئی ہے، پھر واؤ کا ضمہ قاف کی طرف نقل کر دیا گیا تو مَقُوْلٌ ہو گیا اول واؤ کو حذف کرنے کے ساتھ۔

فی جوابه: اس سے مراد یہ ہے کہ اخفش کی دلیل کے جواب میں کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ واؤ مفعول کی علامت ہے بلکہ ضمہ کا اشباع ہے مَفْعل میں ان کے رفض کی وجہ جیسا کہ گذر چکا ہے اور علامت اس میں میم ہے مفعل ہونے کی فقط۔ اور وہ مزید فیہ میں بھی مفعول کی علامت ہونے پر دلالت کرتی ہے بغیر واؤ کے اور اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ واؤ علامت ہے۔ تو پھر ہم یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کریں کہ علامت حذف نہیں کی جاتی۔

مَقُوْلاً: یہاں سے ایک سوال اور اس کا جواب پیدا ہوتا ہے وہ سوال یہ ہے کہ جب زائد حرف اصلی حرف کے ساتھ جمع ہو جائے تو اس وقت حذف اصلی ہی کو کیا جائے گا جیسے کہ نماز میں یاء کو تنوین کے ساتھ ہی حذف کیا گیا ہے اور جب التقائے ساکنین

ہو جائے تو اور پہلا حرف حرف مدہ ہو تو پہلے حرف کو ہی حذف کیا جائے گا جیسا کہ قُلْ، بِعْ اور خَفْ میں ہوا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس وقت ہوں اُس وقت ہوں گے کہ جب ساکنین میں سے دوسرا حرف حرف صحیح ساکن ہو جب کہ یہاں پر ایسا نہیں ہے بلکہ وہ دونوں حروف علت ہیں۔

مَبِيْع: یہ بھی مقول کی طرح ہی ہے اس لیے کہ اس میں حذف کیا جانے والا حرف اخفش کے نزدیک فعل کا عین کلمہ ہے اور سیبویہ کے نزدیک مفعول کی واؤ کو حذف کیا جائے گا۔

اُعِلَّ: یہاں سے تعلیل کی صورت کو بیان کرنا ہے کہ اس میں تعلیل اس طرح ہوگی کہ یاء کے ضمہ کو باء کی طرف نقل کریں گے مبیوع میں اور یاء کے کسرہ باء کی طرف نقل کریں گے مبیع میں۔

بالفرق: اس فرق کی وضاحت یہ ہے کہ مبیع کا صیغہ اگر چہ استعمال مشترک ہے مفعول اور اسم ظرف میں ظاہری طور پر تقدیراً مشترک نہیں ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ مبیع اسم مفعول ہے جس کی اصل مبیوع ہے یاء کے ضمہ کے ساتھ۔ اور اس کے بعد واؤ ساکنہ ہے اور مبیع جو کہ اسم ظرف ہے اس کی اصل مَبْيِعٌ ہے باء کے سکون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ۔

قُدِّرَتْ: یعنی فُلْك فاء کے ضمہ کے سات اور لام کے سکون کے ساتھ واحد اور جمع کے درمیان مشترک ہے، پس جب اس کے سکون کو اُسْدٌ کے سکون کی طرح بنایا جائے گا وہ جمع بن جائے گا۔

وَجَرَيْنَ: اس میں جَرَيْنَ بِهِمْ فُلْك کی ضمیر کی طرف مسند ہے جمع کے لحاظ سے۔

والمجهول: جب مصنف رحمہ اللہ فعل معروف کی مثالوں کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب وہ فعل مجہول کی امثلہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں اجوف کے باب سے یعنی اس فعل کو کہ جس کا فاعل مقرر نہیں ہوتا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مابعدها: اس سے مراد یہ ہے کہ اس حرف کی حرکت کے حذف کرنے کے بعد

اگر چہ اس کو ذکر نہ کیا گیا ہو اس لیے کہ اس کو حرکت ضروری ہے، تو پس اس سے التزام معلوم ہو گیا اور عکس میں استلزام نہ ہونے کی وجہ سے عکس نہیں کیا گیا۔

ولا یجوز الاشمام: اس کے ظاہر پر ہونے والے سوال کا جواب ہے، یعنی مصنف کے قول اُخْتِيْرَ الخ پر سوال یہ ہوتا ہے اگر یوں کہا جائے کہ اُقِيْمَ اُخْتِيْرَ کی طرح ہی ہے اور اس میں تین صورتیں جائز نہیں ہیں جیسا کہ اُخْتِيْرَ میں جائز ہیں۔ اس لیے کہ اُقِيْمَ کی اصل اُقْوِمَ ہے۔ واؤ کے کسرہ کو قاف کی طرف نقل کیا گیا تو واؤ یاء ہو گئی تو اُقِيْمَ ہو گیا۔

وَلَا يَجُوْزُ: یعنی یہ جائز نہیں ہے اُقِيْمَ میں اس کو اصل حالت میں واؤ ساکن ماقبل مضموم حالت میں پڑھا جائے اُقْوْمَ جیسا کہ اختیر میں جائز ہے۔

بالفرق: فرق تقدیری پر اکتفاء اس وجہ سے کیا کہ قُلْنَ ماضی معروف کے اندر اصل میں قَوَلْنَ تھا، واؤ کے فتحہ کے ساتھ پس واؤ کو الف سے بدل دیا گیا، پھر الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا تو قَلْنَ ہو گیا، پھر قاف کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ واؤ کے حذف ہونے پر دلالت کرے، تو قُلْنَ ہو گیا اور جبکہ وہ قُلْنَ جو کہ ماضی مجہول سے ہے وہ اصل میں قُوِلْنَ تھا۔ قاف کے ضمہ اور واؤ کے کسرہ کے ساتھ پس واؤ کو ساکن کر دیا گیا تو دو ساکن اکٹھے ہو گئے تو واؤ کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو قُلْنَ ہو گیا پس وہ تقدیراً جدا ہو گئے اگر چہ ظاہری لفظوں میں وہ دونوں ایک طرح ہی ہیں۔

يُقْوَلُ: یعنی واؤ مفتوحہ کے ساتھ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ مضارع میں مبنی للمفعول کا عین کلمہ مفتوحہ ہے جیسے يُضْرَبُ تو پس یہاں بھی ایسے ہی ہے۔

اِعْلَال: یہاں اعلال سے مراد یہ ہے کہ واؤ کا فتحہ قاف کی طرف نقل کی گئی جو کہ اس سے پہلے ہے پھر اس کو الف سے بدل دیا گیا اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے پس وہ یقال ہو گیا جیسا کہ جیسا کہ یخاف میں واؤ کی فتحہ اس کے ماقبل کی طرف نقل کی گئی تھی۔

چھٹا باب:

اَلْبَابُ السَّادِسُ فِی النَّاقِصِ
چھٹا باب ناقص کے بیان میں

((یُقَالُ لَہٗ نَاقِصٌ لِنُقْصَانِہٖ فِی الآخِرِ وَذُوْالْاَرْبَعَۃِ لِاَنَّہٗ یَصِیْرُ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَحْرُفٍ فِی الْاِخْبَارِ نَحْوُ رَمَیْتُ وَھُوَ لَا یَجِیْئُ مِنْ بَابِ فَعِلَ یَفْعِلُ تَقُوْلُ فِی اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ رَمٰی رَمَیَا رَمَوْا اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُ رَمٰی رَمَیَ فَقُلِبَتِ الْیَاءُ اَلِفًا کَمَا فِی قَالَ اَصْلُہٗ قَوَلَ وَاَصْلُ رَمَوْا رَمَیُوْا فَقُلِبَتْ الْیَاءُ اَلِفًا فَاجْتَمَعَ السَّاکِنَانِ فَحُذِفَتِ الْاَلِفُ وَکَذَالِکَ رَضُوْا اِلَّا اَنَّہٗ ضُمَّ الضَّادُ فِیْہِ بَعْدَ الْحَذْفِ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَۃِ اِلَی الْوَاوِ وَاَصْلُ رَمَتْ رَمَیَتْ فَحُذِفَ الْیَاءُ کَمَا فِی رَمَوْا وَتُحْذَفُ فِی رَمَتَا وَاِنْ لَمْ یَجْتَمِعِ السَّاکِنَانِ لِاَنَّہٗ یَجْتَمِعُ السَّاکِنَانِ تَقْدِیْرًا وَتَمَامُہٗ مَرَّ فِی قُوْلَا وَلَا یُعَلُّ رَمَیْنَ کَمَا مَرَّ فِی الْقَوْلِ اَلْمُسْتَقْبَلُ یَرْمِی الخ اَصْلُہٗ یَرْمِیُ اُسْکِنَتِ الْیَاءُ لِثِقْلِ الضَّمَّۃِ وَلَا یُعَلُّ فِی تَرْمِیَانِ لِاَنَّ حَرْکَتَہٗ خَفِیْفَۃٌ اَصْلُ یَرْمُوْنَ یَرْمِیُوْنَ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ وَضُمَّ الْمِیْمُ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَۃِ اِلَی الضَّمَّۃِ وَسُوِّیَ بَیْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِی مِثْلِ یَعْفُوْنَ اِکْتِفَاءً بِالْفَرْقِ التَّقْدِیْرِیِ لِاَنَّ الْوَاوَ فِی النِّسَآءِ اَصْلِیَّۃٌ وَالنُّوْنَ عَلَامَۃُ التَّانِیْثِ وَمِنْ ثَمَّ لَا تُسْقَطُ فِی قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلَّا اَنْ یَعْفُوْنَ وَاَصْلُ تَرْمِیْنَ تَرْمِیِیْنَ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ وَھُوَ مُشْتَرَکٌ فِی اللَّفْظِ مَعَ جَمَاعَۃِ النِّسَاءِ وَاِذَا دُخِلَتِ

الْجَازِمِ تَسْقُطُ الْيَاءُ عَلَامَةً لِلْجَزْمِ نَحْوُ لَمْ يَرْمِ وَمِنْ ثَمَّ تَسْقُطُ فِي حَالَةِ الرَّفْعِ عَلَامَةٌ لِلْوَقْفِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ وَتُنْصَبُ إِذَا دَخَلَتِ النَّاصِبُ نَحْوُ لَنْ يَرْمِيَ وَلَمْ يُنْتَصَبْ فِي مِثْلِ لَنْ يَخْشَى لِأَنَّ الْأَلِفَ لَا يَحْتَمِلُ الْحَرْكَةَ اَلْأَمْرُ اِرْمِ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ اِرْمِي فَحُذِفَتِ الْيَاءُ عَلَامَةً لِلْوَقْفِ وَأَصْلُ اِرْمُوْا اِرْمِيُوْا فَأُسْكِنَتِ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَأَصْلُ اِرْمِي اِرْمِيِي فَأُسْكِنَتِ الْيَاءُ الْأَصْلِيَّةُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَبِنُوْنِ التَّاكِيْدِ اِرْمِيَنَّ اِرْمِيَانِّ اِرْمُنَّ اِرْمِنَّ اِرْمِيَانِّ اِرْمِيْنَانِّ وَبِالْخَفِيْفَةِ اِرْمِيَنْ اِرْمُنْ اِرْمِنْ))

’’اس کے آخر میں حرف کی کمی ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناقص کہتے ہیں اور اس کو ذو الاربعة یعنی چار حرفوں والا بھی کہتے ہیں اس لیے کہ وہ بوقت اخبار چار حرفوں والا بن جاتا ہے، جیسے رَمَيْتُ اور یہ ناقص فَعِلَ يَفْعِلُ کے باب سے نہیں آتا اب اس کے آخر میں ضمیر کے الحاق کے ساتھ یوں کہیں گے رَمٰی، رَمَيَا رَمُوْا الخ رَمٰی کی اصل رَمَیَ تھی تو یاء کو الف سے بدل دیا گیا جیسا کہ قَالَ میں ہوا کہ اس کی اصل قَوَلَ تھی اور رَمَوْا کی اصل رَمَيُوْا تھی پس یاء کو الف سے بدل دیا گیا تو اجتماع ساکنین ہوا تو الف کو حذف کر دیا گیا، اور ایسے ہی رَضُوْا میں ہوا مگر یہ کہ وہاں ضاد کو ضمہ دیا گیا حذف کے بعد تاکہ خروج لازم نہ آئے کسرہ سے واؤ کی طرف اور رَمَتْ کی اصل رَمَيَتْ ہے، پس یاء کو حذف کیا گیا جیسا کہ رَمُوْا میں حذف کیا گیا اور رَمَتَا میں بھی یاء حذف کی گی اگر چہ اجتماع ساکنین نہیں اس لیے کہ اس میں اجتماع ساکنین تقدیراً ہے اور اس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی ہے قُوْلَا کی بحث میں۔ اور رَمَيْنَ میں تعلیل نہیں کی جائے گی جیسا کہ القول کے مضارع میں ہوتی۔ يَرْمِي اس کی اصل يَرْمِيُ ہے یاء کو ضمہ کے ثقل کی وجہ سے ساکن کر دیا گیا اور تَرْمِيَان میں بھی تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ اس کی حرکت خفیف ہے۔ يَرْمُوْنَ کی اصل يَرْمِيُوْنَ تھا

ہے پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اس کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور میم کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ خروج کسرہ سے ضمہ کی طرف لازم نہ آئے۔

اور رجال اور نساء (مذکر اور مؤنث) میں برابری رکھی گئی یَعْفُوْنَ کی مثل میں فرق تقدیری پر اکتفاء کرتے ہوئے اس لیے کہ واؤ نساء میں اصلی ہے اور نون تانیث کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمان "اِلَّا ان یَّعْفُوْنَ" میں نہیں گرائی جائے گی اور تَرْمِیْنَ کی اصل تَرْمِیِیْنَ ہے پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہوا تو حذف کر دیا گیا اور وہ مشترک ہے لفظ ہونے میں باوجود جمع مؤنث ہونے کے اور حرف جازم داخل کیا جائے تو یاء علامت جزمی کی وجہ سے گر جائے گی جیسے لَمْ یَرْمِ اور اسی وجہ سے حالت رفع میں بھی وقف کرنے کے لیے گرائی جاتی ہے اللہ کے فرمان وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ اور نصب دیا جاتا ہے کہ جب کوئی حرف ناصب داخل ہو جائے جیسے لَنْ یَرْمِیَ اور لَنْ یَخْشٰی کی مثل فعل میں نصب نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ الف حرکت کا احتمال نہیں رکھتی۔ اور اس سے امر اِرْمِ الخ آتا ہے۔ اس کی اصل اِرْمِیْ ہے پس یاء کو علامۃ وقف کی غرض سے حذف کر دیا گیا اور اِرْمُوا کی اصل اِرْمِیُوْا ہے۔ پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور اِرْمِیْ کی اصل اِرْمِیْ ہے۔ پس اس سے یاء اصلی کو ساکن کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اور نون تاکید کے ساتھ یہ اس طرح استعمال ہوتا ہے اِرْمِیَنَّ، اِرْمِیَانِّ، اِرْمُنَّ، اِرْمِنَّ، اِرْمِیَانِّ، اِرْمِیْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ یوں استعمال ہوتا ہے۔ اِرْمِیَنْ، اِرْمُنْ اِرْمِنْ۔"

تشریح: لِنُقْصَانِہٖ: کلمہ کے آخر میں حروف کے کم ہو جانے کی وجہ سے جیسے کہ فعل حرکت کے لحاظ سے کم ہونے مثال جیسے یَدْعُوْ اور یَرْمِیْ اور اسم میں معرف باللام حالت رفع اور حالت جر میں جیسے جاء نی القاضي مررت بالقا ضی جبکہ حرف کے اعتبار سے فعل میں کمی کی مثال جیسے دعت اور رمت اور مضارع میں حالت جزم میں

جیسے لَمْ یَدْعُ اور لَمْ یَرْمِ اور امر میں جیسے اُدْعُ اور اِرْمِ اور اسم جو تنوین والا ہو حالت رفع اور حالت جر میں جیسے جَاءَ قَاضٍ اور مَرَرْتُ بِقَاضٍ۔

فَحُذِفَتْ : یعنی وہ الف جو کہ یاء سے بدل کر آئی تھی اس کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا نہ کہ واؤ جمع کو اس لیے کہ وہ علامت ہے۔ اور علامت حذف نہیں کی جاتی۔

كَذَالِكَ : یعنی اسی طرح ہی یاء کو رضوا میں التقائے ساکنین کی وجہ سے ساکن کیا گیا پس اگر کہا جائے کہ اس رموا دو اعلال جمع ہو گئے اور وہ یاء کا الف سے بدلنا اور پھر یاء تبدیل شدہ الف کا حذف کرنا اور دو اعلال کا جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ دو اعلال کا اجتماع ایسے دو حروف میں ممتنع ہے کہ جو متصل ہوں اور یہاں پر ایسا نہیں ہے کہ جبکہ دو اعلال کا ایک ہی حرف میں جمع ہونا جائز ہے جیسا کہ یُدْعَی میں ہوا۔ اس لیے کہ اس میں الف کو یاء سے بدلا گیا اور پھر یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا۔

اِلَى الْوَاوِ : اس عبارت سے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یاء کو حذف کرنے کے بعد واؤ کا ماقبل اپنے حال پر باقی رہ جائے تو علامت کا تبدیل ہونا لازم آئے گا، بوجہ واؤ کے یاء ہونے کے اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے اس شرط پر تامل اور تدبر کی صورت میں واحد کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

فَحُذِفَ : یعنی یاء کو اس کے متحرک ہونے کی اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلنے کے بعد حذف کیا پھر الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا جو کہ الف اور تاء کے اندر ہوا۔ اور حذف کے لیے الف ہی کو متعین کیا گیا اس لیے کہ تاء علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی۔

وَتُحْذَفُ : یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مناسب یہ ہے کہ الف کو رَمَتَا سے حذف نہ کیا جائے اس میں حذف کے سبب کے فقدان کی وجہ سے اور وہ التقائے ساکنین ہے۔

تَقْدِيرًا : یہاں اجتماع ساکنین تقدیراً ہے نہ کہ لفظاً اس لیے کہ تاء سکون کے حکم میں ہے کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے، پس اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

رَمَیْنَ: یعنی اس تعلیل نہ ہوگی اس دلیل کی وجہ سے کہ جو القول کے بارے میں گذر چکی ہے اس وجہ سے کہ وہ حرف علت ہے اگر ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو فتحہ کی خفت کی وجہ سے تعلیل نہ کی جائے گی۔

کَمَا مَرَّ: یعنی یہ بات گذر چکی ہے کہ جب حروف علت ساکن ہوں تو ان کو ماقبل کی حرکت کے مطابق جنس سے ہی بدل دیا جاتا ہے مگر جبکہ ماقبل میں فتحہ ہو تو پھر اس وقت فتحہ اور سکون کی خفت کی وجہ ایسا نہیں ہوگا۔

فِی الْقَوْلِ: اس لفظ پر ایک تنبیہ ہے، یوں نہ کہا جائے کہ مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے جیسا کہ البیع میں ہے اس لیے یائی پر قیاس ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ البیع مذکور نہیں ہے جبکہ القول مذکور ہے، پس تنبیہ یا قیاس اس چیز کے ساتھ کرنا کہ جو مذکور ہو زیادہ اچھا ہے۔

لِثِقْلِ الضَّمَّةِ: پس اگر یوں کہا جائے کہ یہاں ضمہ کا ذکر کرنا غیر مستقیم ہے اس لیے کہ ضمہ مبنی کے کے القاب سے ہے اور مضارع معرب پس اگر کہا جاتا لِثِقْلِ الرَّفْعِ تو یہ زیادہ اچھا ہوتا اس لیے کہ رفع معرب کے القاب سے ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ جو مصنف نے کہا وہ درست ہے۔ اس شخص کے قول پر کہ جو ضمہ، فتحہ اور کسرہ کو اسم بنائے معرب اور مبنی جیسی حرکات کے لیے اور جبکہ اس شخص کے قول پر کہ جو ان کو اسم بتائے حرکات بنائیہ کے لیے خاص کر تو اس وقت ضمہ رفع کے لیے مستعار ہوگا۔

حُذِفَتْ: یعنی حذف کرنے کے بعد میم کو ضمہ دیا جائے گا تاکہ کسرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے جیسا کہ رضوا میں ہوا اور یہاں رضوا میں ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے کچھ نہیں کیا۔

لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ: یعنی یاء کو ساکن کرنے کے بعد اجتماع ساکنین ہوگیا تو اس یاء کو حذف کر دیا تو یَرْمُوْنَ ہوگیا یعنی ہم کے کسرہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ پھر میم کے کسرہ کو ضمہ سے بدل دیا گیا واؤ جمع کو بچانے کے لیے اور مصنف کی کلام یہاں پر اعلال

اول کو ظاہر کر رہی ہے جس سے کسرہ سے ضمہ کی طرف ابدال سے تعرض لازم نہیں آتا مگر وہ دوسرا احتمال بھی رکھتا ہے اس کے قول "فی اعلال راموں" کے قرینہ کی وجہ سے پھر واؤ کو ضمہ دے دیا اس کے ماقبل مضموم کے مطالبے کی وجہ سے۔

لِاَنَّ الْوَاوَ: یہاں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمع مذکر کے صیغوں میں علامت واؤ ہے، اس لیے کہ یعفون کی اصل اسی تقدیر پر یعفوون ہے پہلی واؤ کے ضمہ کے ساتھ پس اس پر ضمہ ثقیل تھا تو اس کو گرا دیا گیا، پہلی تو ان دونوں واؤں کے درمیان التقائے ساکنین ہوا تو پہلی واؤ کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ وہ فعل کا لام کلمہ ہے اور وہی تبدیلی کا محل ہے اور اس لیے کہ دوسری واؤ فاعل کی علامت ہے اور نون اعراب کی علامت ہے اور فعل معرب ہے پس اس کا وزن یَعْفُون ہے فاء کے سکون اور عین کے ضمہ کے ساتھ۔

اَصْلِیَّۃٌ: اس کو اصلی اس وجہ سے کہا کہ وہ فعل کا لام کلمہ ہے اور نون جمع کی ضمیر ہے اور فعل اس کے باوجود مبنی ہے اور اس کا وزن یَفْعُلْنَ ہے۔ یَنْصُرْنَ کی طرح۔

عَلَامَۃُ التَّانِیْثِ: یعنی یَعْفُوْنَ میں واؤ ضمیر جمع رجال کے لیے علامت ہے اور نون علامت رفع ہے جو کہ نصب اور جزم میں گر جاتی ہے اور اس کا لام کلمہ محذوف ہے جس کی اصل یَعْفُوْوْن پس پہلی واؤ کو ساکن کیا گیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، اور اسی وجہ سے جمع مؤنث میں نون جمع مؤنث کی علامت ہے نہ کہ رفع کی علامت تاکہ مذکر اور مؤنث کی علامت میں فرق باقی رہے۔

لِلْوَقْفِ: وقف کا بیان یہ ہے کہ موقوف علیہ (جس پر وقف کیا جائے) وہ ساکن ہی ہوتا ہے جس طرح کہ مجزوم (جزم والا حرف) وہ صرف جزم والا ہی ہوتا ہے۔ پس وقف کا عمل یہ ہے کہ موقوف علیہ ساکن کرنا۔ جیسا کہ جازم کا عمل مجزوم کو ساکن کرنا ہے اور جب معتل میں آخر سے حرف علت کو حذف کر دیا جاتا ہے تو وہ حذف ہونا ہی معتل کے لیے جزم کی علامت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وقف میں بھی حذف کیا جاتا ہے وقف کی علامت کے لیے ان دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر محمول کرنے کے لیے

اور ان دونوں کے درمیان جامع علامت جس کا ہر ایک آخر میں تقاضا کرتا ہے۔

((اَلْفَاعِلُ رَامٍ الخ اَصْلُهٗ رَامِيٌ فَاُسْكِنَتِ الْيَاءُ فِي حَالَتَيِ الرَّفْعِ وَالْجَرِّ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَلَا تُسْكَنُ فِي حَالَةِ النَّصْبِ اَصْلُ رَامُوْنَ رَامِيُوْنَ فَاُسْكِنَتِ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ ثُمَّ ضُمَّ الْمِيْمُ لِاِسْتِدْعَاءِ الْوَاوِ وَاِذَا اُضِفْتَ التَّثْنِيَةَ اِلٰى نَفْسِكَ فَقُلْتَ رَامِيَايَ فِي حَالَتَيِ الرَّفْعِ وَرَامِيَّ فِي حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ بِاِدْغَامِ عَلَامَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ فِي يَاءِ الْاِضَافَةِ وَاِذَا اَضَفْتَ الْجَمْعَ فَقُلْتَ رَامِيَّ فِي جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَاَصْلُهٗ فِي حَالَةِ الرَّفْعِ رَامُوْيَ فَاُدْغِمَتْ لِاَنَّهٗ اِجْتَمَعَ الْحَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فِي الْعِلْيَةِ وَجُعِلَ الْوَاوُ يَاءً لَا الْيَاءُ وَاوًا لِلْخِفَّةِ وَلِاِسْتِدْعَاءِ الْمُدْغَمِ فِيْهِ ثُمَّ قُلِبَتْ ضَمَّةُ مَا قَبْلَهَا كَسْرَةً لِلْمُوَافَقَةِ وَلِئَلَّا يَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الضَّمَّةِ اِلَى الْيَاءِ الْمَفْعُوْلِ مَرْمِيٌّ الخ اَصْلُهٗ مَرْمُوْيٌ فَاُدْغِمَ كَمَا اُدْغِمَ فِي رَامِيَّ وَاِذَا اَضَفْتَ التَّثْنِيَةَ اِلَى الْيَاءِ الْمُتَكَلِّمِ فَقُلْتَ مَرْمِيَايَ فِي الرَّفْعِ وَفِي حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ مَرْمِيَّ بِاَرْبَعِ يَاآتٍ وَاِذَا اَضَفْتَ الْجَمْعَ فَقُلْتَ مَرْمِيَّ اَيْضًا بِاَرْبَعِ يَاآتٍ فِي كُلِّ الْاَحْوَالِ اَلْمَوْضِعُ مَرْمًى اَلْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ يَاْتِيَ عَلٰى وَزْنِ مَفْعِلٍ اِلَّا اَنَّهُمْ فَرُّوْا عَنْ تَوَالِي الْكَسَرَاتِ اَلْآلَةُ مِرْمًى اَلْمَجْهُوْلُ رُمِيَ يُرْمٰى الخ وَلَا يُعَلُّ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَاَصْلُ يُرْمٰى يُرْمَيُ فَقُلِبَتِ الْيَاءُ اَلِفًا كَمَا فِي رَمٰى وَحُكْمُ غَزَا يَغْزُوْا مِثْلُ رَمٰى يَرْمِي فِي كُلِّ الْاَحْكَامِ اِلَّا اَنَّهُمْ يُبَدِّلُوْنَ الْوَاوَ يَاءً فِي نَحْوِ اَغْزَيْتُ تَبَعًا لِيَغْزِي مَعَ اَنَّ الْيَاءَ مِنْ حُرُوْفِ الْاِبْدَالِ وَحُرُوْفُهَا قَوْلُكَ اَسْتَنْجِدُهٗ يَوْمَ صَالَ زَطٌّ اَلْهَمْزَةُ اُبْدِلَتْ وُجُوْبًا مُطَّرِدًا مِنَ الْاَلِفِ بَعْدَ الْاَلِفِ فِي نَحْوِ صَحْرَاءِ وَهَمْزَتُهَا اَلِفٌ فِي الْاَصْلِ كَاَلِفِ سُكْرٰى ثُمَّ زِيْدَتْ قَبْلَهَا اَلِفٌ لِمَدِّ الصَّوْتِ ثُمَّ جُعِلَتْ هَمْزَةً لِوُقُوْعِهَا طَرَفًا بَعْدَ اَلِفًا

زَائِدَةٌ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ جَعْلُهَا هَمْزَةً فِي صَحَارٰى يَعْنِي لَوْ كَانَتْ فِي الْاَصْلِ هَمْزَةٌ لَجَازَ صَحَارِئ بِالْهَمْزَةِ فِي صُوْرَةٍ مَّا كَمَا يَجُوْزُ فِي نَحْوِ خَطِيْئَةٌ وَمِنَ الْوَاوِ وَجُوْبًا مُطَّرِدًا فِي نَحْوِ اَوَاصِلُ فِرَارًا عَنْ اِجْتِمَاعِ الْوَاوَاتِ وَنَحْوُ قَائِلٌ كَمَا مَرَّ وَنَحْوُ كِسَاءٌ لِوُقُوْعِ الْحَرَكَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ عَلَى الْوَاوِ مِنَ الْيَاءِ وَجُوْبًا مُطَّرِدًا نَحْوُ بَائِعٌ كَمَا مَرَّ وَجَوَازُ مُطَّرِدًا عَنِ الْوَاوِ الْمَضْمُوْمَةِ نَحْوُ اُجُوْهٌ وَاَدْوُرٌ لِثِقْلِ الضَّمَّةِ عَلَى الْوَاوِ وَمِنَ الْوَاوِ غَيْرِ الْمَضْمُوْمَةِ نَحْوُ اِشَاحٌ وَاَحِدٌ اَحَدٌ فِي الْحَدِيْثِ وَمِنَ الْيَاءِ فِي قَطَعَ اللّٰهُ اَدَيْهِ لِثِقْلِ الْحَرَكَةِ عَلَى الْيَاءِ وَمِنَ الْهَاءِ نَحْوُ مَاءٌ اَصْلُهٗ مَاهٌ وَمِنْ ثَمَّ يَجِيُّ جَمْعُهٗ مِيَاهٌ وَمِنَ الْاَلِفِ نَحْوُ فَقَدْ هِيْجَتْ شَوْقَ الْمُشْتَاقِ وَنَحْوُ قِرَاءَةُ مَنْ قَرَأَ وَلَا الضَّاۤلِّيْنَ، وَمِنَ الْعَيْنِ نَحو اَبَابَ اَصْلُهٗ عَبَابٌ اَىْ اِجْتِمَاعُ الْمَاءِ فِي نَحْوِ اَبَابِ بَحْرٍ ضَاحِكٍ زَهُوْقٍ لِاِتِّحَادِ مَخْرِجِهِنَّ))

"اور اس سے فاعل رام آتا ہے، اس کی اصل رَامِیٌ ہے، پس یاء کو ساکن کر دیا رفع اور جر دونوں حالتوں میں پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا اور حالت نصب میں نصب کے خفیف ہونے کی وجہ سے ساکن نہیں کیا گیا۔

اور رَامُوْنَ کی اصل رَامِیُوْنَ تھی۔ پس یاء کو ساکن کر دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر میم کو واؤ مطالبہ کرنے کی وجہ سے ضمہ دے دیا تو رَامُوْن ہو گیا۔ اور جب آپ تثنیہ کے کلمہ کو اپنی طرف یعنی یائے متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو آپ یوں کہیں گے رامیای حالت رفع میں اور رامی حالت نصب اور حالت جر میں با دغام کے ساتھ، یعنی نصب اور جر کی حالت میں کلمہ کی یاء کا یائے متکلم میں ادغام ہوگا۔ اور جب جمع کے کلمہ کی اضافت کریں گے یائے متکلم کی طرف تو یوں کہیں گے رامیَّ تمام احوال میں اور اس کی اصل حالت رفع میں راموی ہے، پس ادغام کر دیا گیا اس لیے دو حرف ایک جنس

کے حروف علت میں جمع ہو گئے اور واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا واؤ کے خفیف ہونے اور ماقبل کے مدغم فیہ ہونے کے مطالبے کی وجہ سے پھر اس کے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا، موافقت کی وجہ سے تا کہ ضمہ سے یاء کی طرف خروج لازم نہ آئے۔ اور اس سے مفعول مرمی آتا ہے اس کی اصل مَرْمُوْیٌ ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح بھی ادغام کیا گیا کہ جس طرح رَامِیٌّ کیا گیا اور جب آپ تثنیہ کے کلمے کی یائے متکلم کی طرف اضاف کریں گے تو یوں کہیں گے مرمیای حالت رفع میں جب کہ نصب اور جر کی حالت میں مرمیَّ کہیں گے چار یاؤں کے ساتھ اور جب جمع کے کلمے کی اضافت کریں گے تو آپ یوں کہیں گے مرمی یہ بھی چار یاؤں کے ساتھ آئے تمام احوال میں اور اسم ظرف اس سے مَرمیً آتا ہے اس میں اصل یہ ہے کہ یہ مفعل کے وزن پر آتا ہے مگر یہ کہ وہ لوگ لگا تار کسروں سے بچنے کی دوسری جانب چلے گئے اور اسم آلہ اس سے مِرمیً آتا ہے اور مجہول اس سے رُمی یُرمی الخ آتا ہے۔ اور فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے اعلال نہیں ہوگا۔ اور یُرْمٰی کی اصل یُرْمَیُ تھی۔ پس یاء کو الف سے بدل دیا گیا جیسا کہ رَمَیَ میں تھا اور غزا یغزو کا حکم رمی یرمی کی طرح ہی ہے تمام احکام میں۔ مگر یہ کہ انہوں نے واؤ کو یاء سے تبدیل کیا ہے۔ اغزیت جیسی مثالوں میں لیغزی کی اتباع کرتے ہوئے باوجود اس کے کہ یاء حروف ابدال میں سے ہے اور اس کے حروف آپ کے قول کے مطابق اس طرح ہیں۔

استنجده یوم صال زطٌّ: ہمزہ کو وجوباً بدل دیا جاتا ہے الف سے الف کے بعد واقع ہونے کے وقت جیسے کہ صحراء میں اور اس کا ہمزہ الف ہے اصل میں الف ہے سکری کے الف کی طرح پھر اسی سے پہلے آواز کو لمبا کرنے کی وجہ سے الف کو زیادہ کر دیا گیا پھر اس کو ہمزہ بنا دیا گیا طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے الف زائدہ کے بعد اور اسی وجہ سے اس کا ہمزہ بنانا صحاری میں جائز

نہیں ہے یعنی اگر اصل میں ہوتا تو صحاریٔ میں جائز تھا کسی صورت میں۔
جیسا کہ خطیئة میں جائز ہے اور واؤ سے بدلا جاتا ہے وجوباً موافقت کی وجہ
سے اَوَاصِل جیسی مثال میں واوات کے اجتماع سے احتراز کرتے ہوئے اور
جیسے قَائِلٌ جیسا کہ گذر چکا ہے اور جیسے کِسَاءٌ میں واؤ پر مختلف حرکات داخل
ہونے کی وجہ سے اور یاء سے وجوباً بدلا جاتا ہے بائع جیسی مثال کی موافقت میں
جیسا کہ گذر چکا ہے اور مطرداً کا جواز واؤ مضمومہ سے جیسے اُجُوهٌ اور اَدْوُرٌ
واؤ پر ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے اور واؤ سے بدلا جاتا ہے غیر مضموم ہونے کی
حالت میں جیسے اِشَاحٌ اور اَحّد جیسے کہ اَحّدْ حدیث میں بھی آیا ہے اور یاء
سے بدل دیا گیا ہے قطع الله ادیه میں یاء پر حرکت کے ثقیل ہونے کی وجہ سے
اور ہاء سے بدل دیا جاتا ہے جیسے مَاءٌ کہ اس کی اصل مَاهٌ اور اسی وجہ اس کی جمع
مِیَاهٌ آتی ہے اور الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے هيحت شوق المشتاق
اور اس شخص کی قراءت کہ جس نے وَلَا الضَّآلِّيْنَ عین سے بدلا جاتا ہے جیسے
اباب کہ اصل جمع ہونا ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے۔''

لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْن: یعنی یاء اور نون تنوین کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اس لیے
کہ نون ساکنہ دوسری حرکت کی اتباع کرتی ہے لا کی حرکت کے بعد جیسا کہ حسن کی نون
یہ یقیناً حرکت سے پہلے ہے جب میم آخر میں ہوگئی تو وہ اس کی حرکت کی اتباع کرے گی
اور اس کے بعد آئے گی اور طرف کے عارضہ کی وجہ سے نہیں ہے جیسے کہ بَلْ کی حرکت وہ
ایک مستقل حرف ہے اس کی علامت تمکن کی وجہ سے زیادہ کی گئی ہے اور علامت حذف
نہیں کی جاتی ہے۔

لَا رَامِیٌّ: یعنی یاء مشددہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ اس لیے کہ اس کی اصل نصب
اور جر کی حالت میں رَامِيِيْنِ ہے۔ پس یاء کو ثقل کی وجہ سے ساکن کر دیا اور اس کے
ضعف کی وجہ سے۔ پھر اس کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا۔ تو رامین ہوگیا،
پس جب اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی گئی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو پھر دو

یاء اکٹھے ہوگئے ان میں سے اول یاء ساکن تھی اور دوسری یاء متحرک تھی تو اول کا ثانی میں ادغام کردیا تو رَامِيٌّ ہوگیا۔

فِي الْعِلِّيَةِ: یعنی ان میں سے ہر ایک کی طرف اعتبار سے نظر کرتے ہوئے کہ دونوں حروف علت ہی ہیں ان میں ایک دوسرے کے بعد سے سکون کے ساتھ پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا، جیسا کہ قاعدہ وقانون ہے تو رَامِيٌّ پھر میم کو کسرہ دے دیا گیا تو رامی ہوگیا جبکہ حالت نصب اور جر میں اس کی اصل رامیین ہے جب اس کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف کی گئی تو نون کو گرادیا تو رامیی ہوگیا پھر یاء اول کا یاء ثانی میں ادغام کر دیا گیا۔ تو رَامِيٌّ ہوگیا۔

جُعِلَ الْواو: یہ بات اس کے ظاہر پر نہیں ہے، پس یہ یقیناً اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہر وہ جگہ کہ جہاں واؤ اور یاء جمع ہو جائیں یا یاء اور واؤ جمع ہو جائیں تو مناسب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا جائے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جہاں کہیں واؤ اور یاء جمع ہو جائیں اور ان میں سے اول ساکن ہو اور ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے حرف سے بدلا ہوا نہ ہو ان میں سے واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے گا۔ خواہ واؤ مقدم ہو یا مؤخر ہو اس لیے کہ یاء واؤ کی نسبت زیادہ خفیف ہے اور مطلوب وہی تخفیف ہی ہے پس یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا پس پھر اس کے ماقبل کی طرف غور کیا جائے گا اگر وہ مضموم ہو تو اس کو ضمہ دیا جائے گا ورنہ اس کو اس کے حال پر باقی رکھا جائے گا۔

مَرْمِيَایَ: یہ اصل میں مَرْمِیان تھا پس جب آپ نے اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف (یائے متکلم کی طرف) کی تو نون بوجہ اضافت کرگئی تو یہ مرمیای ہوگیا۔

بار بع یاآت: یعنی لگاتار چار یاء جمع ہوگئیں ان میں سے پہلی وہ یاء کہ جو مفعول کی واؤ سے بدل کر آئی اور دوسری یاء فعل کے لام کلمہ کی اور تیسری تثنیہ کی علامت کی اور چوتھی یاء یاء متکلم کی کہ جس کی طرف اضافت کی گئی۔ اصل میں مَرْمِيِيْنَ تھا، جب اس کی اضافت کی گئی تو نون اضافت کی وجہ سے گرگئی۔ تو مرمِیِیٌّ ہوگیا تو آخر میں موجود دو

یاؤں کا آپس میں ادغام کر دیا تو مرمیی ہو گیا۔

فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ: یعنی ہر حال میں تو پس حالت نصب اور جر میں ظاہر ہے اس لیے کہ نصب اور جر میں مَرْمِيِيْنَ ہے، جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی گئی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گئی۔ پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو مَرْمِيّ ہو گیا، میم مکسور اور آخر میں یاء مشددہ کے ساتھ اور آخر میں یاء مشدد پر اعراب فتحہ ہو گا اور جبکہ حالت رفع میں اس کی اصل مَرْمِيُوْن ہے جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی گئی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو رامیوی مکسور کر دیا آخر میں یاء کو مشدد مفتوح کر دیا تو رامیی ہو گیا۔

فَرُّوْا: اس سے فرار اختیار کیا اس لیے کہ یاء دو کسروں کا نام ہے پس انہوں نے عین کلمہ کو ناقص کے ظرف میں فتحہ دیا برابر ہے۔ کہ اس کے مضارع کا عین مکسور ہو یا مفتوح ہو یا مضموم ہو اسی وجہ سے۔

وَلَا يُعَلُّ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ رُمِيَ میں یاء مفتوحہ پائی جاتی ہے تو مناسب یہ تھا کہ اس کو بھی سکون سے بدل دیا جاتا یاء پر کسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، تو اس کا جواب یہ دیا کہ توالیٔ کسرات سے بچتے ہوئے ایسا نہیں کیا۔

لخفة الفتحة: یعنی تغیر کے سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ اس کا ماقبل مکسور ہے اور کسرہ یاء کے موافق ہے پس تغیر کا سبب متحقق نہ ہوا اور فتحہ خفیف حرکت ہے پس وہ ساکن نہیں کی جائے گی۔

رَمٰى يَرْمِي: یعنی جس طرح یرمی کی یاء اپنے متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل گئی ہے تو اسی طرح ہی غزو میں واؤ الف سے بدل گئی تو غزا ہو گیا اور جیسا کہ یرمی میں یاء کو ضمہ کے ثقل کی وجہ سے اور اس کے ضعف کی وجہ سے ساکن کر دیا تو بالکل اسی طرح ہی یعزو میں ہوا اور جس طرح اِرْمِ میں یاء کو حذف کر دیا گیا اسی طرح اُغْزِ میں واؤ کو حذف کر دیا۔

حروف الابدال: یعنی ان کلمات کے حروف کہ جن میں سے بعض دوسرے بعض حروف سے بدل جاتے ہیں۔

صحراء: جان لو کہ صحراء میں جو ہمزہ ہے وہ اس الف سے بدل کر آیا ہے کہ جو تانیث کے لیے ہے جیسے حُبْلٰی کی الف اور سُکْرٰی کی الف اور اس الف مقصورہ تانیث کے لیے ہے تو اہل صرف نے اس قبل ایک اور الف زائدہ کی مد کی غرض سے لغت میں وسعت دینے کے لیے اور مؤنث کو زیادہ کرنے کی غرض سے تاکہ مؤنث کے لیے ممدودہ اور مقصوہ علامت بن جائیں۔ تو اس صورت میں دو الف اکٹھے ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ پہلی مد کے لیے ہے اور دوسری تانیث کے لیے پس اس کو حذف کرنا اس کے مدلول میں مخل ہونا ہے اور پہلی کو حرکت دینا ممکن نہیں اگر اس کو حرکت دی جائے تو اس کو مد جدا کر دے گی پس متعین ہو گیا کو حرکت دینا، پس صحراء ہو گیا اور اس کے قول بعد الف زائدہ سے بھی یہی مراد ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ: یعنی اسی وجہ سے صحراء کا ہمزہ تانیث کی الف سے بدل کر آیا ہے نہ کہ اصلی ہے۔ اس کو ہمزہ کی صورت جمع میں باقی رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو اس کی اصل کی طرف لوٹایا جائے گا جہاں کہیں صحاری کہا گیا ہے الف کے بعد راء مفتوحہ کے ساتھ صحراء کی جمع میں نہ کہ صحارئ ہمزہ کے ساتھ را مکسورہ کے بعد پس اگر ہمزہ صحراء میں اصلی ہو تو جمع میں بھی باقی رہے گا اور جب وہ باقی نہیں رہا تو معلوم ہوا کہ ہمزہ اس میں الف اصلی سے بدل کر آیا ہے، پس اگر ہوتا اصلی تو اس کو ظرف کے صیغوں میں لانا بھی جائز تھا، جیسا کہ خطیئة میں دو یاؤں کے ساتھ لانا جائز ہے ان میں سے ایک یاء کا دوسری یاء میں ادغام کر دیا اور خطیئة ایک یاء کے ساتھ ہمزہ کے بعد اگر ہو تو یہ اس کی اصل کی طرف غور کرتے ہوئے جائز ہے اس لیے کہ وہ اصل میں خطیئة تھا یاء ساکنہ اور اس کے بعد ہمزہ تھا اور اس بات پر شاہد (ثبوت) یہ ہے کہ خطیئة کی جمع ایک طریقے سے الخطیات لائی جاتی ہے ہمزہ کو یاء سے بدل کر اور یاء کا یاء میں ادغام کرنے کے ساتھ اور دوسرے طریقے سے الخطیات لائی جاتی ہے یاء ساکنہ اور بعد

میں ہمزہ کے ساتھ صحراء کے خلاف اس لیے کہ اس کی جمع صحارِیٔ راء کے ساتھ ہمزہ کے بعد نہیں بالکل نہیں لائی جاتی۔ پس اگر اصلی ہوتا خطیئۃ کے ہمزہ کی طرح تو جمع مکسر میں بھی ضرور ہمزہ کے ساتھ آتا۔

صحارَی: یعنی راء کے فتحہ کے ساتھ صحراء کی جمع پس جب آپ ارادہ کریں اس بات کا کہ اس کی جمع بنائیں تو آپ حاء اور راء کے درمیان الف کو داخل کریں اور راء کو کسرہ دے دیں جیسا کہ مساجد اور جعافر میں پس اس الف کو یاء سے بدلا گیا جو کہ راء کے بعد تھی اس کسرہ کی وجہ سے جو کہ اس کے ماقبل میں تھا، تخفیف غرض سے کیونکہ اس کی وجہ سے جمع میں ثقل پیدا ہو رہا تھا، پس ضروری ہوا راء کو فتحہ دینا تو صحارٰی ہو گیا۔

اَحِّدْ اَحِّدْ: اس کی اصل وَحِّدْ وَحِّدْ ہے، پس ہمزہ کو تخفیف کی غرض سے واؤ سے بدلا گیا اور اس حدیث کے ورود کا سبب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سعید بن وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی دو انگلیوں کے ساتھ تشہد میں اشارہ کر رہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اَحِّد اَحِّد یعنی ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کرو۔

المشتاق: تاء کے بعد ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، اس لیے کہ یہ اسم فاعل ہے اور اس کی اصل مشتاق ہے الف خالصہ کے ساتھ اور اس کی اصل مشتوق ہے واؤ مکسورہ کے ساتھ پس واؤ کو الف سے اور الف کو ہمزہ سے بدلا گیا تو مشتاق ہو گیا۔

((اَلسِّيْنُ اُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ اِسْتَخَذَ اَصْلُهٗ اِتَّخَذَ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ لِقُرْبِهِمَا فِي الْمَهْمُوْسِيَةِ التَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ تُخْمَةٍ وَاُخْتٍ لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا وَمِنَ الْيَاءِ نَحْوُ ثِنْتَانِ وَاسْنَتُوْا حَتّٰى لَا يَقَعُ الْحَرْكَةُ عَلَى الْيَاءِ وَمِنَ السِّيْنِ نَحْوُ سِتٌّ اَصْلُهٗ سُدُسٌ وَنَحْوُ عُمَرُ بْنُ يَرْبُوْعٍ اَشْرَارُ النَّاتِ

وَمِنَ الصَّادِ نحو لَصْتُ لِقُرْبِهِنَّ فِي الْمَهْمُوْسِيَةِ.

وَمِنَ الْبَاءِ نَحْوُ اَلذَّعَالَةُ النُّوْنُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ صَنْعَانِي لِقُرْبِ

النُّوْنِ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَمِنَ اللَّامِ نَحْوُ لَعَنَّ لِقُرْبِهِمَا فِي الْمَجْهُوْرِيَةِ
الْجِيْمِ اُبْدِلَتْ مِنَ الْيَاءِ الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ اَبُوْ عَلِجٍّ حَتّٰى لَايَقَعَ
الْحَرَكَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ عَلَى الْيَاءِ وَمِنْ غَيْرِ الْمُشَدَّدَةِ حَمْلًا عَلَى
الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ لَاهُمَّ اِنْ كُنْتَ قبلتَ حُجَّتِج: فَلَا يَزَالُ شَاحِج
يَاتِيْكَ بِجِ اَلدَّالُ اُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ فُزْدُوْا اِجْدَمَعُوا الْقُرْب
مَخْرَجِهِمَا اَلْهَاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْهَمْزَةِ نَحْوُ هَرَقْتُ وَمِنَ الْاَلِفِ نَحْوُ
حَيَّهَلَهْ وَاَنَّهْ وَمِنَ الْيَاءِ فِي هٰذِهِ اَمَةُ اللّٰهِ لِمَنَا سِبَتِهَا بِحُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِي
الْخِفَاءِ وَمِنْ ثَمَّ لَا تُمْنَعُ الْاِمَالَةُ فِي مِثْلِ لَنْ يَضْرِبَهَا وَتُمْنَعُ فِي
اَكَلْتُ عِنَبًا وَمِنَ التَّاءِ وُجُوْبًا مُطَّرِدًا نَحْوُ طَلْحَةٌ لِلْفَرْقِ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ
التَّاءِ الَّتِيْ فِي الْفِعْلِ الْيَاءِ اُبْدِلَتْ مِنَ الْاَلِفِ وُجُوْبًا مُّطَّرِدًا مُفَيْتِيْحٌ
وَمِنَ الْوَاوِ وُجُوْبًا مُطَّرِدًا نَحْوُ مِيْقَاتٌ لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا وَمِنَ الْهَمْزَةِ
جَوَازًا مُطَّرِدًا نَحْوُ ذِيْبٌ وَمِنْ اَحَدِ حَرْفِي التَّضْعِيْفِ نَحْوُ تَقَضّٰي
لِمَا مَرَّ وَمِنَ النُّوْنِ نَحْوُ اَنَاسِيٌّ وَدِيْنَارٌ لِقُرْبِ الْيَاءِ مِنَ النُّوْنِ وَمِنَ
الْعَيْنِ نَحْوُ ضِفَادِيَ لِثِقْلِ الْعَيْنِ وَكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا وَمِنَ التَّاءِ نَحْوُ
اِيْتَصَلَتْ لِاَنَّ اَصْلَهٗ وَاوٌ وَمِنَ الْبَاءِ نَحْوُ الثَّعَالِي وَمِنَ السِّيْنِ نَحْوُ
السَّادِي وَمِنَ الثَّاءِ نَحْوُ الثَّالِي لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا اَلْوَاوُ اُبْدِلَتْ مِنَ
الْاَلِفِ نَحْوُ ضَوَارِبُ لِقُرْبِهِمَا فِي الْعِلِّيَةِ وَاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَمِنَ
الْيَاءِ نَحْوُ مُوْقِنٌ لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازًا مُطَّرِدًا نَحْوِ لَوْمٌ
لِمَا مَرَّ اَلْمِيْمُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ فَمٌ اَصْلُهٗ فَوْهٌ لِاِتِّحَادِ مَخْرَجِهِمَا
وَمِنَ اللَّامِ نَحْوُ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنِ امْبِرِّ امْصِيَامُ
فِي امْسَفَرِ لِقُرْبِهِمَا فِي الْمَجْهُوْرِيَةِ وَمِنَ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ عَمْبَرَ
وَ مِنَ الْمُتَحَرِّكَةِ فِي نَحْوِ وَكَفَكَ اَلْمُخْضِبُ الْبَنَامُ لِقُرْبِهِمَا فِي
الْمَجْهُوْرِيَةِ وَمِنَ الْبَاءِ نَحْوُ مَازِلْتُ رَاتِمًا لِاِتِّحَادِ مَخْرَجِهِمَا اَلصَّادُ

اُبْدِلَتْ مِنَ السِّيْنِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَصْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا اَلْاَلِفُ اُبْدِلَتْ مِنْ اُخْتَيْهِمَا وَجُوْبًا مُطَّرِدًا قَالَ وَبَاعَ وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازًا مُطَّرِدًا نَحْوُ رَاْسٌ كَمَا مَرَّ اَللَّامُ اُبْدِلَتْ مِنَ النُّوْنِ نَحْوُ اَصِيْلَالٍ وَمِنَ الضَّادِ نَحْوُ اِلْطَجَعَ لِاِتِّحَادِ هِنَّ فِي الْمَجْهُوْرِيَّةِ اَلزَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ السِّيْنِ نَحْوُ يَزْدَلُ وَمِنَ الصَّادِ نحو قَوْلُ الْحَاتِمِ هٰكَذَا فُزْدِيْ اَلطَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ وَجُوْبًا مُطَّرِدًا فِي الْاِفْتِعَالِ نَحْوُ اِضْطَرَبَ وَفِي فَحَصْطٍ لِقُرْبِهِمَا وَالْمَوْضِعُ الَّذِيْ لَمْ يُقَيَّدْ فِيْهِ مِنَ الصُّوَرِ الْمَذْكُوْرَةِ يَكُوْنُ جَائِزٌ غَيْرَ مُطَّرِدٍ))

''اور سین تاء سے بدل دی جاتی ہے جیسے استخذاس کی اصل اتخذ ہے سیبویہ کے نزدیک مہموسیت میں دونوں کے قرب کی وجہ سے۔

اور تاء واؤ سے بدل دی جاتی ہے جیسے تخمة اور اخت ان دونوں کے مخرج میں قربت کی وجہ سے۔ اور یاء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے ثنتان اور اسنتو، تا کہ یاء پر حرکت واقع نہ ہو اور سین سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے سِتٌّ کہ اس کی اصل سُدْسٌ ہے اور جیسے شعر عمر بن یربوع اشرار النات اور صاد سے بھی بدل دی جاتی ہے، جیسے لصت مہموسیت میں ان کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ اور باء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے الذعالة،

اور نون واؤ سے بدل دی جاتی ہے جیسے صنعانی نون کے حروف علت کے قریب ہونے کی وجہ سے اور لام سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے لَعَنَّ ان دونوں کے مجہوریت میں قریب ہونے کی وجہ سے۔

اور جیم یائے مشددہ سے بدل دی جاتی ہے جیسے اَبُوْ عَلِجٌّ تا کہ مختلف حرکات یاء پر واقع نہ ہوں اور غیر مشددہ سے بھی بدل دی جاتی ہے مشددہ پر محمول کرتے ہوئے جیسے لاهم ان كنت قبلت حجتج، فلا يزال شاجح ياتيك بج

اور دال تاء سے بدل دی جاتی ہے جیسے فزد اجد معوا ان دونوں کے مخرج

کے قریب ہونے کی وجہ سے۔

اور ھاء، ہمزہ سے بدل دی جاتی ہے جیسے ھرقت اور الف سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے حیھلہ وانہ اور یاء سے بھی بدل دی جاتی ہے، جیسے فی ھذہ امۃ اللہ حروف علت کے ساتھ خفاء میں مناسبت کی وجہ سے اور اسی وجہ سے امالا منع نہیں کہا جاتا لن یضربھا کی مثل میں اور اکلت عنبا کی مثل میں امالہ منع کیا جائے گا، اور تاء سے بدلا جاتا ہے وجوبا مطردا طلحۃ جیسی مثال میں اس کے درمیان اور اس تاء کے درمیان کے جو فعل میں ہوتی ہے۔

اور یاء الف سے وجوبا مطردا بدل دی جاتی ہے، جیسے مُفَیْتِیْحٌ اور واؤ سے وجوبا مطردا بدل دی جاتی ہے، جیسے میقات اپنے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے اور ہمزہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جوازی طور پر جیسے ذیب کہ اس کی اصل ذئب تھی۔ اور تضعیف کے دو حروف میں سے کسی ایک سے بدل دی جاتی ہے۔ جیسے تقضی اسی اصول کے مطابق کہ جو مضاعف کے باب میں گذر چکا ہے اور نون سے بھی بدل دی جاتی ہے، جیسے اَنَاسِیّ اور دینار یاء کے نون کے قریب ہونے کی وجہ سے اور عین سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے ضفادی عین کے ثقل اور ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے اور تاء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے ایتصلت اس لیے کہ اس کی اصل واؤ ہے اور باء سے بھی بدل دی جاتی ہے، جیسے الثعالی کہ اس کی اصل الثعالب ہے اور سین سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے السادی کہ اس کی اصل السادس ہے۔ اور تاء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے الثالی اس کے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے۔

اور واؤ الف سے بدل دی جاتی ہے جیسے ضوارب حروف علت میں ان دونوں کے قرب کی وجہ سے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے اور یاء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے موقن اپنے ماقبل کے ضمہ کی وجہ سے اور ہمزہ سے موافقت کی وجہ سے جوازاً بدل دی جاتی ہے جیسے لوم کہ اس کی اصل لُؤْمٌ ہے۔ اس اصول کے

مطابق کہ جو گذر چکا ہے۔مہموز کے باب میں۔

اور میم واؤ سے بدل دی جاتی ہے جیسے فَمٌ کہ اس کی اصل فوہ ہے ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے اور لام سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے آپ ﷺ کا قول "ولیس من امبرا مصیام فی امسفر" ان دونوں کے مجہورہ ہونے میں قرب کی وجہ سے۔اورنون ساکنہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے عَمْبَرٌ کہ اس کی اصل عَنْبَرٌ ہے،اورنون متحرکہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے وکفك المخضب البنام لقربهما ان دونوں یعنی نون اور میم کے مجہورہ ہونے کی قربت کی وجہ سے اور باء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے مَازِلْتُ رَاتِمًا ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے۔

اور صاد سین سے بدل دی جاتی ہے جیسے فرمان باری ہے: واصبغ علیکم نعمه ان دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے۔

اور الف اپنے اختین (واؤ اور یاء) سے موافقت کی وجہ سے وجوبًا بدل دی جاتی ہے، جیسے قال اور باع اور یہ الف ہمزہ سے موافقت کی وجہ سے جوازًا بدل دی جاتی ہے جیسے راس کہ اصل میں رأس تھا، جیسا کہ مہموز کی بحث میں گزر چکا ہے۔

اور لام کو نون سے بدل دیا جاتا ہے جیسے اصیلال جو کہ اصل میں میں اصیلان تھا، اور ضاد سے بھی بدل دیا جاتا ہے جیسے الطجع ان کے مجہورہ ہونے میں متحد ہونے کی وجہ سے۔اور زاء سین سے بدل دیا جاتا ہے۔جیسے یزدل جو کہ اصل میں یسدل تھا، اور صاد سے بھی بدل دیا جاتا ہے، جیسے کہ حاتم کا قول هكذا فزدی۔

اور طاء تاء سے بدل دی جاتی ہے باب افتعال میں موافقت کی وجہ سے وجوبًا جیسے اضطرب اور فحصط میں یعنی ف، ح، ص، ط کے حروف میں قرب کی وجہ سے اور وہ جگہ کہ جہاں ابدال مقید نہ کیا گیا ہو مذکورہ صورت سے کسی صورت سے تو وہاں بغیر موافقت کے جائز ہوگا۔"

تشرِیح: اتخذ: یہ التاخذ سے ماخوذ ہے نہ کہ الاخذ سے اور وہ دونوں ایک ہی معنیٰ میں ہیں۔

عند سیبویه: یعنی سیبویہ کے دو قول میں سے ایک قول کے مطابق اس لیے کہ انہوں نے مفصل میں اس کی تفسیر بیان کی ہے اور بعض اہل عرب کا قول کہ استخذ فلان ارضه'' تو اس میں سیبویہ کے دو مذہب ہیں ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی اصل استخذ ہو پس دوسری تاء کو حذف کر دیا گیا اور دوسرا یہ ہے کہ اس کی اصل اتخذ ہو پس سین کو پہلی جگہ پر تبدیل کر دیا گیا۔

المهموسية: مہموسیۃ میں شریک اس وجہ سے قرار دیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک حروف مہموسہ میں سے ہے اور حروف میں یہ ہیں ''ستشحثه خصفه'' اور ان حروف کا نام مہموسہ اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کا حروف کا تکلم کرنے کے وقت متکلم کی آواز ہلکی ہو جاتی ہے۔

تخمة: اس کی اصل وخمة اور التخمة کہتے ہیں کھانے کا معدے میں ہضم نہ ہونا۔
اُخْتٍ: اس کی اصل اخو ہے پس واؤ کو مؤنث میں تا سے بدل دیا یا خاء کو ساکن کر دیا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تاء تانیث کے لیے نہیں اس لیے کہ تائے تانیث کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ اور ہمزہ کی حرکت ضمہ کے ساتھ بدل دی جاتی ہے۔
ثنتان: اس کی اصل ثنیان ہے اس لیے کہ وہ تنیث سے ہے۔ بمعنی دوگنا کرنے کے۔
سِتٌّ: اس کی اصل سدس ہے اس دلیل کے ساتھ کہ اس کی تصغیر سُدَيْسٌ آتی ہے اور اس کی جمع تکسیر اسداس آتی ہے۔
سدس: پس آخری سین کو تاء سے بدل دیا تو دال اور تاء اکٹھے ہو گئے پس دال کو تاء سے بدل دیا گیا تو اب دو حرف ایک ہی جنس کے یعنی دو تاء اکٹھے ہو گئے تو ان میں سے ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا گیا۔ تو سِتٌّ ہو گیا۔
نحوع: یعنی جیسے شاعر کا قول ہے۔
النات: مکمل شعر کچھ اس طرح سے ہے:

ما قاتل الله بنی اسعلات
عمر بن یربوع اشرار النات
من غیر اعفاء ولا اکیات

النات: یہ اصل میں الناس تھا اور اکیات اور اکیاس جمع اکیاس کی ہیں۔ بمعنی بہت زیادہ سمجھدار اور منادی یہاں محذوف ہے یعنی یاقوم اور اسعلات سے مراد خبیث عورتیں اور اشرار الناس یہ صفت ہے عمر کی اور عمر یہاں پر ایک قبیلہ کا نام ہے اور اشرار جمع شریر کی ہے اور اعفاء جمع عفیف کی ہے اس سے اس بات کا ارادہ کیا گیا ہے کہ "اے قوم جس جماعت کو اللہ نے قتل کیا یہ لوگوں میں سے بہت زیادہ شریر لوگ ہیں اور غیر پاکدامن ہیں اور بالکل بے سمجھ اور بے عقل ہیں۔

الصاد: یعنی تاء صاد سے بدل دی جاتی ہے۔

لصت: اس کی اصل لصص ہے اور اس سے مراد چور ہے لصوص کی دلیل کے ساتھ اور اللص لام کی حرکات کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

لِقُرْبِهِنَّ: یعنی صاد، سین اور تاء کے مہموسیۃ میں قرب کی وجہ سے۔

الذعالة: اس کی اصل الذعالب ہے جو کہ الذعالیب کا مخفف ہے۔ اور یہ ذعلوب کی جمع ہے۔

صنعانی: یہ منسوب ہے صنعاء گاؤں کی طرف جو کہ یمن کی بستیوں میں سے ہے اس کی اصل صنعاوی ہے اور یہ قیاسی ہے۔

من اللام: یعنی نون کو لام سے بدل دیا جاتا ہے۔

لَعَنَّ: اس کی اصل لَعَلَّ ہے صاحب شافیہ نے شافیہ میں کہا ہے لام کا عین میں بدل دیا جانا ضعیف ہے، اس کی شرح میں لَعَلَّ فصیح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو لغتیں ہیں حروف میں تصرف کی قلت کی وجہ سے۔

الیاء المشددہ: یہاں پر یاء مشددہ سے تبدیلی کو جیم اور یاء کے جہر اور مخرج میں مشترک ہونے کی وجہ سے جائز قرار دیا، اس وجہ سے کہ وہ دونوں وسط لسان سے ادا

ہوتے ہیں اور تشدید یہ ہے کہ یاء کو بھی جیم کے مشارک بنادیا جائے شدت (سختی) میں۔

لَاهُمَّ: اس کی اصل اَللّٰهُمَّ ہے، اور الشاجع سے مراد یہاں پر بہت اونچی آواز والا خچر ہے، تو اسی سفر پر قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے یہ اس کی کنیت بن گئی ہے، اور حجتج کی اصل ویح حجتی ولی ہے۔ پھر جیم مخففہ کو یاء مخففہ سے بدل دیا گیا۔

فلا یزال یعنی ہمیشہ آئے گا تیرے پاس آواز پیدا کرنے والے گدھے کا سوار۔

فُزْدُ: اس کی اصل فُزْتُ واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ جو کہ اَلْفَوْزُ سے ہے۔

اِجْدَمَعُوْا: اس کی اصل اجتمعوا ہے، فعل ماضی جمع مذکر غائب۔

مخرجهما: یعنی دال اور تاء کا دونوں کا مخرج۔

هَرَقْتُ: اس کی اصل اَرَقْتُ ہے، الاراقة سے بمعنی گرانا ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے۔

حَيَّهله: اس کی اصل حَيُّهَلَا یعنی اِيْتِ ہے۔

هٰذِهٖ: اس کی اصل هذی ہے، اس کو اس وجہ سے اصل بنایا کہ یہ تانیث کے لیے خاص ہے جیسے تَضْرِبِيْنَ میں ہے۔

لا تمتع: نہیں منع کیا جائے گا یعنی اس وجہ سے کہ هاء خفیفہ ہے جو کہ هاء کے ساتھ امالہ کو نہیں روک سکتی تو یاء کے ساتھ بھی منع کیا جاتا ہے۔

مِثْل لَنْ يَضْرِبَهَا: یعنی جب اس پر کوئی حرف ناصب داخل ہو جائے گا تو آپ کہیں گے لَنْ يَضْرِبَهَا جب اس کا (هاء) ماقبل مضموم ہو۔ تو اس وقت اس امالہ جائز نہیں ہے جیسے هُوَ يَضْرِبُهَا اسی طرح شرح شافیہ میں ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ امالہ سات اشیاء میں کسی ایک کا نہیں ہوتا الف سے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے جیسے کتاب وغیرہ۔ پس جب یہ بات ثابت ہوگئی تو جان لیجئے کہ ها اپنے خفیف ہونے کی وجہ سے معدوم ہی کی طرح ہے۔ پس الف کا ماقبل باء تھا لَنْ يَضْرِبَهَا کے اندر اور باء سے ماقبل مکسور تھا۔ پس امالہ شذوذ کے طریق پر جائز ہوگا۔ بخلاف عِنَبًا کے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے باء ہے اور وہ خفیفہ نہیں ہے۔ پس جائز نہیں ہے کہ اس کو مثل معدوم کے

بنایا جائے، پس اسی وجہ سے اَکَلْتُ عِنَبًا میں امالہ جائز نہیں ہے۔ عین کے کسرہ کی طرف غور کرتے ہوئے جیسا کہ انہوں نے لن یَضْرِبَهَا کی مثل میں راء کے کسرہ کی طرف غور کرتے ہوئے امالہ جائز قرار دیا ہے، پس غور کر لیجئے۔

و من: یہاں سے عطف ہے مصنف کی کلام من الھمزۃ پر۔

التاء: یعنی وقف کی حالت میں تاء ھاء میں بدل جائے گی۔

طلحة: یہ ایک آدمی کا نام ہے ھاء ساکنہ کے ساتھ اس کی اصل طلحة ہے۔ تاء متحرکہ کے ساتھ۔

بینھا: یعنی تاء اور اسم کے درمیان فرق کرنے کے لیے۔

مُفَیْتِیْحٌ: یہ مِفْتَاح کی تصغیر ہے، پس جب اس کی تصغیر کا ارادہ کیا گیا تو اس کے حرف اول کو ضمہ دیا گیا اور یاء تصغیر داخل کی گئی اس کے دوسرے حرف کے بعد اور اس کے تیسرے حرف کو کسرہ دیا گیا تو مُفَیْتَاحٌ ہو گیا۔ الف ساکنہ اور اس کے ماقبل حرف کے مکسور ہونے کے ساتھ تو ماقبل کسرہ کی وجہ سے اور خود اس الف کے ساکن ہونے کی وجہ سے اس کو یاء سے بدل دیا تو مُفَیْتِیْحٌ ہو گیا۔

الواو: یعنی یاء واؤ سے بدل دی جاتی ہے۔

میقات: اس کی اصل مِوْقَاتٌ ہے۔ اس لیے کہ الوقت سے ہے۔

من الھمزۃ: یعنی یاء کو ہمزہ سے بدل دیا جائے گا۔

اَحَدِ حَرْفَی: یعنی یاء تضعیف کے دو حرفوں میں سے کسی ایک سے بدل جاتی ہے۔

تَقَضّٰی: یہ اصل میں تقضض تھا آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا گیا تو تقضی ہو گیا یاء مفتوحہ کے ساتھ تو پھر یاء کو الف سے بدل دیا تو تقضیٰ ہو گیا۔

لِمَا مَرَّ: یعنی اس دلیل کی وجہ سے کہ جو پہلے گزر چکی ہے اور وہ اجتماع المتجانسین ہے۔

النون: یعنی یاء نون سے بدل دی جاتی ہے۔

اناسی: اس کی اصل اناسین ہے، اس لیے کہ اس جمع انسان ایسے ہے کہ جیسے سراحین جمع ہے سرحان کی پس نون کو یاء سے بدل دیا گیا اور پھر ادغام کر دیا گیا تو

اناسی ہوگیا۔

دینار :اس کی اصل دِنّارٌ ہے،تنوین کے ساتھ اس لیے کہ اس کی جمع دنانیر لائی جاتی ہے اور اس کی تصغیر دُنَیْنِیْرٌ آتی ہے۔

مِنَ العین :یعنی یاء عین سے بدل دی جاتی ہے۔

ضِفَادی :اس کی اصل ضِفَادِعُ ہے جو کہ ضِفْدَعٌ کی جمع ہے بمعنی مینڈک کے۔

من التاء :یعنی یاء تاء سے بدل دی جاتی ہے۔

ایتصلت :اس کی اصل اتصلت ہے، صاحب مفصل نے اپنی کتاب مفصل میں کہا: ایتصلت بمثل ضوء الفرقد اگر بدل دیا جائے یاء کو پہلی تاء سے ایتصلت ہو جاتا ہے۔

اَصْلُهٗ :اس کی اصل اِوْ تَصَلَ ہے، واؤ ساکنہ اور ماقبل مکسور کے ساتھ اس لیے کہ وہ وصل سے ہے، پس واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا تو اتتصل ہوگیا دو تاؤں کے ساتھ تو پہلی تاء کو یاء سے بدل دیا تو ایتصل ہوگیا۔

اَلتَّعَالِی :اس کی اصل الثعالب ہے اور باء کے قرب کی وجہ سے یاء بدل دیا یاء کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ اس لیے کہ یاء کا مخرج وسط لسان اور تالو ہے اور باء کا مخرج دونوں ہونٹوں کا درمیان ہے۔

و من السین : یعنی یاء سین سے بدل دی جاتی ہے۔

اَلسَّادِی :اس کی اصل السادس ہے اور اسی پر شاعر کا قول ہے۔ اذا ما عد ا، بعة فسال—— فزوجك خامس وابوك سادی الفسال جمع فسل کی اور اس سے مراد گھٹیا آدمی ہے یعنی جب قوم کے رذیل لوگوں میں چار کو شمار کیا جائے تو تیرا شوہر پانچویں نمبر پر ہے اور تیرا باپ چھٹے نمبر پر ہے۔

اَلثَّالِی :اس کی اصل الثالث ہے۔ اور اسی سے شاعر کا قول ہے۔

قَدْ مَرَّ یَوْمَانِ وَھٰذَا الثَّالِی   وَاَنْتَ فِی الھجران لَا تُبَالِی

”یقیناً دو دن گزر گئے اور یہ تیسرا دن ہے اور تو جدائی میں ہے اور تو میری پرواہ

نہیں کرتی۔"

ضَوَارِبُ: یہ جمع ہے ضَارِبَۃٌ کی پس او او الف سے بدلی ہوئی ہے پس جب ضَارِبَۃٌ سے جمع تکسیر کا ارادہ کیا تو اس کی تیسری جگہ الف علامت جمع تکسیر داخل کر دی گئی تو ضاربة ہو گیا دو ساکن الف علی غیر حدھما کے ساتھ پس ان دونوں میں واحد اور جمع کے درمیان ایک التباس کی غرض سے کسی ایک کو حذف نہیں کیا گیا۔ تو ان میں پہلی الف کو واؤ سے بدل دیا گیا تو ضَوَارِبٌ ہو گیا۔

اجتماع الساکنین: یعنی حذف کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ وہ واحد اور جمع کے درمیان التباس کا تقاضا کرتا ہے۔

من الیاء: یعنی واؤ یاء سے بدل دی جائے گی۔

نحو موقن: یہ الایقان سے اسم فاعل ہے اس کی اصل میقن ہے اس میں یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا اس کے ساکن ہونے اور اس کے ماقبل کے مضموم ہونے کی وجہ سے۔

من الھمزۃ: یعنی واؤ ہمزہ سے بدل دی جائے گی۔

فُوْہٌ: یعنی واؤ کے سکون کے ساتھ ثَوْبٌ کی طرح اس دلیل کے ساتھ کہ اس کی جمع افواہ آتی ہے جیسا کہ اثواب جمع ہے ثوب کی تو اس کی واؤ متحرک تھی الف سے بدل دی گئی جیسا کہ ماہ میں بدل دی گئی کہ اس کی اصل مَوْہٌ ہے۔

مخرجھما: یعنی واؤ اور میم اس لیے کہ دونوں شفوی حروف ہیں۔

من امبّر: ای لیس من البر الصیام فی السفر یعنی سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے۔

المجھوریۃ: یعنی دونوں حروف مجہورہ میں سے ہیں۔

النون: یعنی میم نون ساکنہ سے بدل دی جائے گی۔

نحو و کفک: اس شعر کا پہلا حصہ یہ ہے۔

یا ھال ذات المنطق التمتام   و کفک المخضب البنام

یہاں ھال منادی رخم ہے اس کی اصل ھالۃ ہے جو کہ ایک عورت کا نام ہے اور

التمتام سے مراد وہ ہے کہ جو اپنی کلام میں تاء کو کثرت سے استعمال کرے اور و کفك میں واؤ قسم کے لیے ہے عطف کے طریقے پر حالانکہ حقیقت میں قسم نہیں ہے اور المخضب الخضاب سے ہے جو کہ کفك کی صفت ہے اور البنام کی طرف مضاف ہے البنان ہے یعنی انگلیوں کے کنارے۔ ''یعنی تو نے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو انگلیوں کے کناروں تک رنگین کیا ہوا ہے۔

البنام: اس کی اصل البنان ہے انگلیوں کے کناروں کو کہتے ہیں۔

ما زلت راتما: یعنی میں ہمیشہ اس کام کے لیے تیار رہا۔

رَاتِمًا: اس کی اصل راتبا ہے جو کہ الرتوب سے مشتق ہے اور جس کا معنیٰ ہے ثابت رھنا قائم رہنا ڈٹے رہنا۔

لاتحادھما: یعنی وہ دونوں شفوی ہونے کی وجہ سے متحد ہیں۔

اَصْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ: اس کی اصل اَسْبَغَ ہے اَلْاِسْبَاغ سے جس کا معنیٰ مکمل گھیر لینا یا مکمل خبر گیری کرنا، تو اس عبارت کا معنیٰ ہوا اس تم پر اپنی نعمتیں بے حساب نازل کیں۔

نحو قَالَ وَبَاعَ: ان کا اعلال اور اصل بمع شرائط اعلال کے اجوف کے باب میں گذر چکا ہے۔

من الھمزۃ یعنی الف کو ہمزہ سے بدلا گیا جوازی ابدال پر قیاس کرتے ہوئے۔

رَاسٌ: اس کی اصل رأس ہے اس کی جمع کی دلیل کے رُؤُسٌ کے ساتھ جیسے فَلْسٌ کی جمع فلوس آتی ہے۔

اِصِیْلَالٌ: اس کی اصل امیلان ہے جو کہ اصلان کی تصغیر ہے۔ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ اُصُیْلٍ کی جمع ہے جیسے کہ بعیر اور بعران ہیں اور الاصیل عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

اَلْطَجَعَ: اس کی اصل اِضْطَجَعَ ہے جو کہ اَلْاِضْطِجَاعُ سے ہے۔ اس کا معنیٰ ہے زمین پر چت لیٹنا۔

الزاء: الازہری میں الزای اور الزاء دونوں لغتیں موجود ہیں مگر صحاح میں الف

کے بعد یاء کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

یَزْدَل :اس کی اصل یَسْدَلُ ہے، اَلسُّدل کسرہ اور ضم کے ساتھ بمعنی پردہ اسدال اور سدول جمع آتی ہے۔

الصاد :یعنی زاء صاد سے بدل دی جاتی ہے۔

فزدی :اس کی اصل فصدی ہے۔ فصد رگ کٹوانے کو کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کو حاتم طائی نے اپنے کلام میں یوں ادا کیا:

((قَالَهٗ حَاتِمٌ الطَّائِي اِذَا اُسِرَ وَقُيِّدَ تَحْتَ خَيْمَةٍ وَنَزَلَ عِنْدَ مَنْ اَسَرَهٗ ضَيْفٌ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ طَعَامٌ لِيُضَيِّفَ الضَّيْفَ بِهٖ فَاَمَرَ حَاتِمًا اَنْ يَفْصُدَ لَهٗ جَمَلًا لِيَشْتَوِيَ اللَّحْمَ وَيُطْعِمُ الضَّيْفَ فَاِذَا حَاتِمٌ نَحَرَ ذٰلِكَ الْجَمَلَ فَقَالَ الْاٰمِرُ مَا اَمَرْتُكَ بِالنَّحْرِ بَلْ بِالْفَصْدِ فَلِمَ نَحَرْتَهَا فَقَالَ اتحاتِمُ هٰكَذَا فَزْدِىْ اَنَّهٗ مِنْ غَايَةِ كَرَمِي اَنْ لَّا اَفْصُدَ بَلْ اَنْحَرَ لِلضَّيْفِ فَقَالَ لَهٗ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ اَنَا حَاتِمٌ فَخَلَّى سَبِيْلَهٗ))

''یعنی ایک واقعہ کے اندر حاتم طائی نے فُزْدِیْ کہا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حاتم طائی کو ایک دفعہ کسی نے گرفتار کر کے ایک خیمہ میں قید کر دیا تو اتنے میں اس قید کرنے والے کے پاس ایک مہمان آ گیا تو اس کے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی کہ مہمان کی ضیافت کرے، تو اس قید کرنے والے نے حاتم کو کہا کہ مہمان کے لیے ایک اونٹ کو فصد لگاؤ تا کہ وہ اس کے گوشت کو بھون کر مہمان کو کھلائے، پس جب حاتم نے اونٹ کو نحر کیا تو اس مالک نے کہا کہ میں نے تجھے فصد لگانے کو کہا نہ کہ نحر کرنے کو تو تو نے نحر کیوں کیا تو حاتم نے کہا ھکذا فزدی یعنی میرا فصد اسی طرح ہی ہوتا ہے، میری انتہائی سخاوت کی وجہ سے کہ میں مہمان کے لیے نحر کرتا ہوں نہ کہ فصد لگاتا ہوں پس اس مالک نے پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا میں حاتم ہوں تو اس نے حاتم کا راستہ چھوڑ دیا یعنی آزاد کر دیا۔''

اضطرب :اس کی اصل اِضْتَرَبَ ہے باب افتعال سے۔

فحصط: اس کی اصل فَحَصْتُ ہے یعنی واحد متکلم کا صیغہ جو کہ الفحص سے ہے، اس کا معنیٰ ہے بحث کرنا اور اسی سے ہے۔ التفحص

لم یقید: یعنی موافقت کی وجہ جواز یا وجوب کی قید نہیں لگائی۔

غیر مطرد: یعنی سماعی ہے، اس پر قیاس نہیں کیا گیا مگر موقن کی مثل اس لیے کہ اس میں دو واؤں کا ابدال موافقت کی وجہ سے واجب ہے باوجود یکہ اس کو اس کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔ بعنوان دیگر شاذ ہے، خلاف قیاس ہے۔

ساتواں باب:

اَلْبَابُ السَّابِعُ فِي اللَّفِيْفِ
ساتواں باب لفیف کے بیان میں

((يُقَالُ لَهُ اللَّفِيْفُ لِلَفِّ حَرْفَيِ الْعِلَّةِ فِيْهِ وَهُوَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ مَفْرُوْقٌ وَمَقْرُوْنٌ الْمَفْرُوْقُ مِثْلُ وَقٰى يَقِي حُكْمُ فَائِهَا كَحُكْمِ وَعَدَ يَعِدُ وَحُكْمُ لَامِهَا كَحُكْمِ رَمٰى يَرْمِيْ وَكَذَالِكَ حُكْمُ اَخَوَاتِهَا، اَلْاَمْرُ قِ، قِيَامُوْا، قِيْ، قِيَا، قِيْنَ وَبِنُوْنِ التَّاكِيْدِ قِيَنَّ قِيَانِّ قُنَّ قِنَّ قِيَانِّ قِيْنَانِّ وَبِالْخَفِيْفَةِ قِيَنْ قُنْ قِنْ اَلْفَاعِلُ وَاقٍ اَلْمَفْعُوْلُ مَوْقِيٌّ اَلْمَوْضِعُ مَوْقًى الآلة مِيْقًى اَلْمَجْهُوْلُ وُقِيَ يُوْقٰى وَالْمَقْرُوْنُ نَحْوُ طَوٰى يَطْوِيْ اِلٰى آخِرِهِمَا حُكْمُهُمَا كَحُكْمِ النَّاقِصِ وَلَا يُعَلُّ عَيْنُهُمَا لِمَامَرَّ فِي بَابِ الْاَجْوَفِ اَلْاَمْرُ اِطْوِ، اِطْوِيَا، اِطْوُوْا، اِطْوِيْ، اِطْوِيَا، اِطْوِيْنَ وَبِنُوْنِ التَّاكِيْدِ اِطْوِيَنَّ، اِطْوِيَانِّ، اِطْوُنَّ، اِطْوِنَّ اِطْوِيَانِّ، اِطْوِيْنَانِّ وَبِالْخَفِيْفَةِ اِطْوِيَنْ، اِطْوُنْ، اِطْوِنْ وَتَقُوْلُ مِنَ الرَّيِّ اِرْوِ، اِرْوِيَا اِرْوُوْا، اِرْوِيْ، اِرْوِيَا، اِرْوِيْنَ، وَبِنُوْنِ التَّاكِيْدِ اِرْوِيَنَّ، اِرْوِيَانِّ، اِرْوُوُنَّ، اِرْوِيَنَّ، اِرْوِيَانِّ، اِرْوِيْنَانِّ بِالْخَفِيْفَةِ اِرْوِيَنْ، اِرْوُوُنْ، اِرْوِيَنْ، وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَعْرِفَ اَحْكَامَ نُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فِي النَّاقِصِ وَاللَّفِيْفِ فَانْظُرْ اِلٰى حُرُوْفِ الْعِلَّةِ اِنْ كَانَتْ اَصْلِيَّةً مَحْذُوْفَةً تُرَدُّ لِاَنَّ حَذْفَهَا لِلسُّكُوْنِ وَهُوَ انْعَدَمَ بِدُخُوْلِ النُّوْنِ وَتُفْتَحُ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ نَحْوُ اِطْوِيَنْ، وَاغْزُوَنْ، وَارْوِيَنْ، كَمَا فِي اِطْوِيَا وَاِنْ كَانَتْ ضَمِيْرًا فَانْظُرْ فِيْمَا قَبْلَهَا اِنْ كَانَ مَفْتُوْحًا تُحَرِّكُ لِطُرُوِّ حَرَكَتِهَا وَخِفَّةِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ اِرْوُوُنْ، وَارْوِيَنْ

كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ مَفْتُوْحٍ تُحْذَفُ لِعَدَمِ الْخِفَّةِ فِيمَا قَبْلَهَا نَحْوُ اَطْوُنْ كَمَا فِي نَحْوِ اغْزُوْا الْقَوْمَ وَيَا اِمْرَأَةٌ اِغْزِي الْقَوْمَ، اَلْفَاعِلُ طَاوٍ وَلَا يُعَلُّ وَاوُهُ كَمَا فِي طَوٰى وَتَقُوْلُ مِنَ الرِّي، رَيَّانِ، رَيَّانَانِ، رِوَّاءٌ، رَيَّا رَيَّيَانِ اَيْضًا وَلَا تُجْعَلُ وَاوُهَا يَاءً كَمَا فِي سِيَاطٍ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ الْاِعْلَالَانِ قُلِبَ الْوَاوُ الَّتِي هِيَ عَيْنُ يَاءً وَقُلِبَ الْيَاءُ الَّتِي هِيَ لَامُ هَمْزَةٍ وَتَقُوْلُ فِي تَثْنِيَةِ الْمُؤَنَّثِ فِي النَّصَبِ وَالْخِفْضِ رِيَّيَيْنِ مِثْلُ عَطْشَيَيْنِ وَاِذَا اُضِفْتَ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ قُلْتَ رَيَّيَّ بِخَمْسِ يَاءَ اتِ الْاُوْلٰى مُنْقَلِبَةٌ عَنِ الْوَاوِ الَّتِي هِيَ عَيْنُ الْفِعْلِ وَالثَّانِيَةُ لَامُ الْفِعْلِ وَالثَّالِثَةُ مُنْقَلِبَةٌ عَنْ اَلِفِ التَّانِيْثِ وَالرَّابِعَةُ عَلَامَةُ النَّصَبِ وَالْخَامِسَةُ يَاءُ الْمُتَكَلِّمِ الْمَفْعُوْلُ مَطْوِيٌّ وَالْمَوْضِعُ مَطْوًى وَالْاٰلَةُ مِطْوًى وَالْمَجْهُوْلُ طُوِيَ يُطْوَى وَحُكْمُ لَامِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ كَحُكْمِ النَّاقِصِ وَحُكْمُ عَيْنِهِنَّ كَحُكْمِ طَوٰى يَطْوِي فِي الَّتِي اجْتَمَعَ اِعْلَالَانِ بِتَقْدِيرِ اِعْلَالِهَا وَفِي الَّتِي لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ اِعْلَالَانِ يَكُوْنُ حُكْمُهَا اَيْضًا كَحُكْمِ طَوٰى لِلْمُتَابَعَةِ نَحْوُ طَوِيَا طَاوِيَانِ))

''اس میں دو حروف علت کے ہونے کی وجہ سے اس کو لفیف کہا جاتا ہے اور لفیف دو قسم پر ہے۔ مفروق اور مقرون مفروق جیسے وقی یقي اس کے فاء کلمے کا حکم وَعَدَ يَعِدُ کی طرح ہے جبکہ اس کے لام کلمے کا حکم رَمٰی یَرْمِی کی طرح ہے، اور اسی طرح ہی اس کے اخوات (فاعل، مفعول وغیرہ) کا حکم ہے۔ اور اس سے امر قِ، قِیَا، قُوْا، قِیْ، قِیَاقِیْنَ اور نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ قِیَنَّ، قِیَانِّ، قُنَّ، قِنَّ، قِیَانِّ، قِیْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ قِیَنْ، قُنْ، قِنْ اور اس سے فاعل واق جبکہ مفعول مَوْقِیٌّ اور ظرف موقی اور آلہ مِیْقٰی اور مجہول وُقِیَ یُوْقٰی آتا ہے۔ جبکہ لفیف مقرون جیسے طوی یطوی ان دونوں کے آخر تک اور ان دونوں کا حکم ناقص کے حکم کی طرح ہے اور ان دونوں کے عین کلمہ

کی تعلیل نہیں کی جائے گی۔اسی دلیل کی وجہ سے جو کہ اجوف کے باب میں گذر چکی ہے۔اور اس سے امر اِطْوِ، اِطْوِیَا، اِطْوُوْا، اِطْوِیْ، اِطْوِیَا، اِطْوِیْنَ اور نون تاکید کے ساتھ اِطْوِیَنَّ، اِطْوِیَانِّ، اِطْوُنَّ، اِطْوِنَّ اِطْوِیَانِّ، اِطْوِیْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ اِطْوِیَنْ، اِطْوُنْ، اِطْوِنْ اور الرَّیُّ سے آپ امر اس طرح کہیں گے اِرْوِ، اِرْوِیَا، اِرْوُوْا، اِرْوِیْ، اِرْوِیَا، اِرْوِیْنَ اور نون تاکید کے ساتھ اِرْوِیَنَّ، اِرْوِیَانِّ، اِرْوُوُنَّ، اِرْوِیَنَّ، اِرْوِیَانِّ، اِرْوِیْنَانِّ اور نون خفیفہ کے ساتھ اِرْوِیَنْ، اِرْوُوُنْ، اِرْوِیَنْ اور جب آپ اس بات کا ارادہ کریں کہ آپ ناقص اور لفیف میں نون تاکید احکام کی پہچان حاصل کریں تو پس آپ حروف علت کی طرف غور کریں اگر حروف علت بالکل حذف کر دیئے گئے ہوں تو واپس لوٹ آئیں گے، اس لیے کہ ان کا حذف ساکن ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ اس وقت منعدم ہونے نون کے داخل ہونے کی وجہ سے اور اس کو فتحہ دیا جائے گا فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے اطوین واعزون واروین جیسا کہ اطویا میں تھا، اگر حرف علت مضمر ہوں پس پھر آپ اس سے ماقبل میں غور کریں، اگر وہ مفتوح ہو تو اس کی حرکت کے تابع حرکت دی جائے گی اور اس کے ماقبل کے خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے اروون، اروین جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ میں ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ اور گر وہ مفتوح نہ ہو تو خفت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے ماقبل میں حذف کر دیا جائے، جیسے اطون جیسا کہ اغزوا القوم اور یا امراۃ اغذی القوم میں ہے اور اسم فاعل طاوٍ آتا ہے اور اس کی واؤ میں تعلیل نہیں کی جائے گی جیسا کہ طوی میں گذرا، اور آپ الرَّیُّ سے یوں کہیں گے، ریان، ریانان، رواء، ریا ریبان بھی آتا ہے اور اس کی واؤ کو یاء سے نہیں بدلا جائے گا جیسا کہ سیاط میں ہوا تا کہ دو اعلال جمع نہ ہوں اس واؤ کو بدلا جائے گا کہ جو عین کلمے کے مقابلے میں ہو اس کو یاء سے بدلا جائے گا اور اس یاء کو ہمزہ سے بدلا جائے گا کہ جو لام کلمہ کے مقابلے میں

ہو۔ اور آپ تثنیہ مؤنث میں نصب اور جر کی حالت میں کہیں گے ریبین عطشین کی مثل۔ اور جب آپ یاء متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو آپ رَیَّیَّ کہیں گے۔ پانچ یا آت کے ساتھ، ان میں سے پہلی یاء وہ ہے کہ جو واؤ سے بدل کر آتی ہے اور وہ فعل کا عین کلمہ ہے اور دوسری یاء فعل کا لام کلمہ ہے اور تیسری یاء الف تانیث سے بدل کر آئی ہوئی ہے، اور چوتھی یاء نصب کی علامت ہے اور پانچویں یاء متکلم کی ہے، جو کہ مضاف الیہ بن رہی ہے اور اس سے مفعول مطوی اور ظرف مطوی اور آلہ مطوی جبکہ مجہول طُوِیَ یُطْوَی اور ان اشیاء کے لام کلمہ کا حکم ناقص کے حکم کی طرح ہی ہے اور ان کے عین کلمہ کا حکم طوی یطوی کے حکم کی طرح ہے کہ جس میں دو اعلال جمع ہو گئے تھے اس کے تقدیراً اعلال کی وجہ سے اور اس حکم کی طرح کہ جو اس میں ہے کہ جس میں دو اعلال جمع نہیں ہوئے تو اس کا حکم بھی طوی ہی کی طرح ہوگا۔ متابعت کی وجہ سے جیسے طویا، طاویان۔"

تشرِیح: **اللفیف**: یہ مضاف الیہ ہے اور اسم کا مضاف محذوف ہے اصل میں تقدیر عبارت یوں ہے "ای فِی بَیَانِ اَحْکَامِ اللَّفِیفِ" باقی السابع یہ اسم فاعل ہے۔ السبع سے جس کا معنیٰ ہے ساتواں ہونا اور یہ باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے ہے باقی رہی یہ بات کہ لفیف کو باقی سب ابواب سے مؤخر کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مثل مرکب کے ہے اور معتل ایک حرف علت کے ساتھ مثل مفرد کے ہے اور مفرد سابق ہوتا اور مرکب مسبوق ہوتا ہے اور اس کو لفیف اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو حروف علت لیے پائے جاتے ہیں۔

عَلٰی ضربین: یہ حصر عقلی ہے۔ اس لیے کہ دو حرف علت کلمہ ثلاثی میں ہوں گے یا تو ان دونوں کے درمیان حرف صحیح ہوگا یا نہیں، پس اگر پہلی صورت ہو یعنی حرف صحیح دونوں ہروف علت کے درمیان میں ہو تو اس کا نام مفروق رکھا جاتا ہے، ان دونوں کے درمیان فارق کے پائے جانے کی وجہ سے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی حرف صحیح درمیان میں نہ ہو بلکہ دونوں حروف علت سے ایک طرف ہو تو اس کا نام مقرون رکھا جاتا

ہے، اس لیے کہ دونوں حروف علت ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

مَفْرُوق ومقرون: مفروق کو مقرون پر مقدم کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خفیف ہے اور خفیف کلام میں اصل ہے اور اصل مقدم ہوتا ہے فرع سے تو پس مفروق اصل ہوا اور مقرون اس کی فرع ہوئی۔

حُکْمُ فَائِہا: یعنی وقی کا حکم وَعَدَ کے حکم کی طرح ہی ہے اور یقی کا حکم واؤ کے گرنے میں یَعِدُ کے حکم ہی کی طرح۔

لَامِہَا: وقی میں الف کے ساتھ تبدیلی میں لام کلمہ کا حکم رَمٰی کے حکم کی طرح ہے اور یقی میں ساکن ہونے کا حکم یَرْمی کے حکم ہی کی طرح ہے۔

اخواتہا: اس کے اخوات سے مراد اسم فاعل اور اسم مفعول کا فاء کلمہ مراد ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو کلمہ بھی ان کے حکم کے ساتھ مماثلت رکھتا ہو فاء کلمہ کے اعتبار سے یہاں اس حکم کی نفی ہے اور جو کہ واقٍ کے فاء کلمہ کے حکم کی طرح ہو یا موقی کے حکم کی طرح ہو اور واعد اور موعود کے فاء کلمہ کا حکم اور اس کے لام کلمہ کا حکم رام اور رمی کے حکم کی طرح ہے۔

اَلْاَمْرُ: ان صیغوں کی اصل اِوْقِ، اِوْقِيَا، اِوْقِيُوْا، اِوْقِیْ، اِوْقِيَا اور اِوْقِيْنَ ہے۔

وَاقٍ: اس کی اصل وَاقِیٌ ہے، پس یاء پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے یاء کو ساکن کر دیا گیا تو تنوین اور یاء کے درمیان التقائے ساکنین ہو گیا، تو التقائے ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا تو وَاقٍ ہو گیا۔

مَوْقِيٌّ: اس کا حکم مَرْمِيٌّ کے حکم کی طرح ہی ہے ان دونوں میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہے۔

مَوْقیً: میم کے فتحہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ اور اصل میں قاف کے فتحہ کے ساتھ۔ اور یہ حقیقت میں مُوْقَیٌ ہے یاء کے ضمہ کے ساتھ تو یاء کو الف سے بدلا گیا اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے اور اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے۔ پس التقائے ساکنین ہوا الف اور نون کے درمیان تو الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے

حذف کر دیا تو مُوْقِیٌ ہو گیا۔

مِیْقِی: اس کی اصل مِوْقِیٌ ہے، میم کے کسرا اور واؤ کے سکون کے ساتھ واؤ کو اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے تو مِیْقِی ہو گیا۔

عَیْنُهُمَا: یعنی ماضی اور مضارع دونوں کا عین کلمہ مراد ہے۔

لِمَا مَرَّ: یعنی اس دلیل کی بناء پر کہ جو پہلے گزر گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پے در پے ہونے کی صورت میں دو اعلالوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے کہنے والے کے لیے یہ کہ جو وہ کہے اگر عین کلمہ میں اعلال کیا جائے اور طوی میں لام کلمہ کو صحیح قرار دیا جائے تو پھر دو اعلال جمع نہیں ہوتے اور یہی اولیٰ ہے اس لیے کہ واؤ کا ثقل زیادہ ہے بہ نسبت یاء کے ثقل کے پس اس وقت کہا جائے گا طای تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس میں دو امر لازم آتے ہیں ایک تو مضارع کے لام کلمہ کا رفع اور وہ متروک ہے۔ پس اس کے مضارع میں کہا جائے گا، یطای اور دوسرا امر یہ ہے کہ وہ اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ اطراف میں اعلال کرنا اَسْبَق ہے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے خطرے، آفت اور اس تبدیلی کا گمان کرنا اولیٰ ہے جبکہ عین کلمہ وہ ایک قوی محل ہے پس اس میں واقع ہونے والا تغیرات سے محفوظ ہو گا۔ قوت کے اعتبار سے۔

اَلْاَمْرُ: یعنی امر حاضر طوٰی یَطْوِیْ سے۔

اِطْوُوْا: پس اگر یوں کہا جائے کہ واؤ کا ضمہ اس کے ماقبل کی طرف نقل کیوں نہیں کیا گیا باوجود اس کے کہ ضمہ حروف علت میں سے واؤ پر ثقیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ضمہ قِیُوْا میں یاء سے نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ واؤ کے بغیر بھی ثقل میں ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرق واضح ہے وہ اس طرح کہ قیوا میں کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آتا تھا، بخلاف اطوو کے۔

بنون التاکید: یعنی امر حاضر کے نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ اتصال کے وقت طَوَی یَطْوِی سے۔

بالخفیفه: یعنی امر حاضر کے نون تاکید خفیفہ کے ساتھ اتصال کے وقت طوی یطوی ہے۔

اَلرِّیُّ: کسرہ کے ساتھ، سیراب ہونا، تازگی حاصل ہونا جیسے کہ کہا جاتا ہے مِنْ اَیْنَ ریکم یعنی تمہاری سیرابی کہاں سے ہے۔ اور الرَّیُّ فتحہ کے ساتھ ای من این یری الماء کہ پانی کہاں دیکھا گیا۔

ارووا: یہ اصل میں اِرْوَیُوْا تھا۔ اِسْمَعُوْا کے وزن پر تو یاء کو الف سے بدل دیا گیا اس کے متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے تو اجتماع ساکنین ہوا ان میں ایک واؤ ضمیر جمع مذکر تھی اور دوسرا لام کلمہ تھا۔ اور وہ الف ہے جو کہ یاء سے بدل کر آئی ہوئی ہے، پس الف کو حذف کر دیا گیا تو اِرْوُوْا بروزن اِفْعُوْا ہو گیا۔

اِذَا اِرَدْتَ: جب مصنف رحمہ اللہ نے ناقص اور لفیف کے احکام کو بیان کیا تو اس کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کے متصل ہونے کے وقت حذف، اثبات اور متحرک ہونے کو ان دونوں میں بیان کر چکے تو اب ایک ایسا کلی ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ جس کے ذریعے ان حروف علت کے احوال معلوم ہو سکیں گے کہ جو ناقص اور لفیف کے آخر میں ہوتے ہیں ان کے حذف ہونے اور ان کے ثابت رہنے کے اعتبار سے اور نون تاکید ثقیلہ کے اتصال کے وقت ان حروف علت کا واپس لوٹ آنا اور اتصال کی وجہ سے ان کا متحرک ہونا بیان کرنا معلوم ہوگا، تو اسی وجہ سے کہا اِذَا اَرَدْتَ الخ

حروف العلة یعنی وہ حروف علت جن کے ساتھ نون تاکید متصل ہو لفظا یا تقدیرًا۔

تُرَدّ: یعنی نون تاکید کے اتصال کے وقت محذوف حرف علت واپس لوٹ آتا ہے اس عذر کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے کہ جس کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا۔

بِدُخُولِ النون: یہ اس لیے کہ کہا کہ نون تاکید کا ماقبل متحرک ہی ہوتا ہے۔ تاکہ اجتماع ساکنین نہ ہو سکے۔

تُفْتَحُ: یعنی حرف علت کو فتحہ دی جائے گی جبکہ مفرد مذکر ہو خواہ حاضر ہو یا غائب ہو فتحہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور مفرد کے ثقل کی وجہ سے۔

اطوین الخ: یہاں پر تین مثالیں لائے ہیں اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ محذوف کا ماقبل متحرک ہو کسی بھی حرکت کے ساتھ مفتوح ہو یا مضموم یا مکسور تو بہرحال جو صورت بھی ہو حرف علت ہر حال میں لوٹ آئے گا۔

اطویا: یعنی اطویا میں حرف علت لوٹایا گیا ہے جبکہ اطو میں سکون کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا تھا۔ پس جب سکون داخلی کا عذر زائل ہو گیا تو محذوف واپس لوٹ آیا۔ اور اسی طرح ھی اطوین میں ہے، سکون ہی کی وجہ سے حذف کیا گیا اور جب نون تاکید ثقیلہ کے اتصال کے وقت سکون زائل ہو گیا تو محذوف واپس لوٹ آیا۔

مفتوحا: حرف علت وہ ضمیر ہے الف کے علاوہ پس الف باقی رہا اپنے حال پر جیسے ارویان۔

کما فی قولہ تعالی الخ:

یعنی اس کو حرکت دی جائے گی مثل حرکت دینے اللہ کے فرمان اقدس کی طرح وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ تو یہاں پر لَا تَنْسَوُا صیغہ معتل اللام ہے اور یہ نہی ہے نسی ینسی سے اصل میں لَا تَنْسَوْا تھا واؤ کے سکون کے ساتھ پس جب فضیلت (الفضل) کا اتصال ہوا تو واؤ اور لام کے درمیان التقائے ساکنین ہوا تو واؤ کو ضمہ کی حرکت دے دی گئی اس کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے اور حرکت کی اتباع کرتے ہوئے اور ماقبل کے خفیف ہونے کی وجہ سے۔

تُحْذَفُ: یعنی وہ حرف علت جو کہ ضمیر ہے۔

نحو اطون: یہ اصل میں اطووا تھا، پس واؤ ضمیر حذف کر دی گئی ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اس بات پر دلالت کرنے کی وجہ سے کہ یہاں پہلے واؤ موجود تھی۔ پس اگر پوچھا جائے کہ واؤ علامت ہے اور علامت تو حذف نہیں کی جاتی ہے بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اس واؤ کو حذف کرتے کہ جو عین کلمہ کے مقابلے میں تھی تو اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ حذف ایک تغیر ہے اور تغیر آخر کے زیادہ لائق ہے۔ اور اسی وجہ سے کلمہ کے آخر میں اعلال نہیں کیا گیا تو اس کے وسط میں بھی اعلال نہیں کیا جائے گا اس کے توسط کی

وجہ سے محفوظ ہونے سے باقی رہی یہ بات کہ علامت کا حذف کرنا تو جائز نہیں ہے یہ اس وقت ہے کہ جب اس کے حذف پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس وقت اس کے حذف کوئی چیز دلالت کرنے والی موجود ہو تو پھر اس کا حذف جائز ہے جس طرح کے واؤ کے حذف ہونے ضمہ دال ہوتا ہے اور یاء کے حذف ہونے پر کسرہ دال ہوتا ہے۔

اعزوا القوم: یعنی اس حرف علت کو حذف کرنا کہ جو ضمیر ہو نون تاکید کے داخل ہونے کے وقت التقائے ساکنین سے بچنے کی وجہ سے جیسا کہ نون تاکید کے علاوہ کسی دوسرے ساکن کے ساتھ اتصال کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے لیکن وہ صرف تلفظ کرنے میں حذف ہوتا ہے لکھنے میں حذف نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے اور فرق یہ ہے کہ نون تاکید کلمہ میں داخل (کلمہ کا جز) ہونے کے حکم میں شامل ہے، پس کلمہ اس کی وجہ سے مبنی ہوگا جیسے کہ مرکب بخلاف مفعول کے۔ اس لیے کہ وہ کلام میں فضلہ ہے۔

وَلَا یُعَلُّ: اعلال نہیں ہوگا یعنی اس کو الف سے نہیں بدلا جائے گا۔ جیسا کہ قائل اور بائع میں گذرا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور حرف سے بدلا جائے گا۔

طوی: یعنی جس طرح طوی یطوی میں اعلال نہیں ہوا اس میں بھی نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اعلال فعل کے تابع ہو کر کیا جاتا ہے، پس جب اصل میں اعلال صحیح ہوگا۔ تو تابع (فرع) میں بھی صحیح ہوگا۔

ریان: یعنی اسم فاعل الری سے ریان آتا ہے۔ فعلان کے وزن پر اس لیے کہ صیغہ صفت روی یروی سے ماضی میں عین کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور اس کے فتحہ کے ساتھ مضارع میں فعلال کے وزن پر آتا ہے اور تثنیہ فعلانان کے وزن پر ہے۔ جیسا کہ کہے گا تو رجل ریان، رجلان ریانان مذکر کی بحث میں جبکہ مؤنث کی بحث میں پس مفرد اس سے فعلاء کے وزن پر اور تثنیہ فعلیان کے وزن پر آتا ہے جیسا کہ امرأۃ ریا، امراتان ریبان، نسوۃ رواء باقی رہی یہ بات کہ اس کی اصل رویان ہے، پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا واؤ اور یاء کے اجتماع کی وجہ سے ان دونوں میں سے اول ساکن تھا۔ تو یاء کا یاء میں ادغام کر دیا۔

ایضاً: یعنی مصدر پر نصب ہے اس کی تقدیر اض ایضًا ہے۔ یعنی رَجَعَ رَجُوْعًا مؤنث کے لفظ پر۔

وَلَا تُجْعَلُ: یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ مناسب یہ ہے کہ اس کی واؤ کو یاء سے بدلا جائے یاء کے ساتھ قلب کی علت کی وجہ سے اور وہ واؤ کا ساکن ہونا ہے واحد میں اور جمع میں اس کا کسرہ کے بعد الف سے پہلے واقع ہونا ہے۔

كما فِي سِيَاط: کاف یہاں پر محلاً منصوب ہے اس وجہ سے کہ وہ صفت ہے مصدر محذوف کی یا واؤ کو بالکل یاء نہیں بنایا جائے گا، جیسا کہ اس کو سیاط میں بنایا گیا ہے۔

قلب الواو: بدل البعض ہے بدل الکل سے۔

قلب الیاء: پس اگر آپ یوں کہیں کہ دونوں اعلال جائز نہیں ہیں جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی حرف نہ ہو، اور جب ان کے درمیان کوئی حرف موجود ہو تو پھر جائز ہے، جیسا کہ يَقِي میں ہوا اس لیے کہ اس کی اصل یوقی ہے پس واؤ کی تعلیل حذف کے ساتھ کی گئی اور یاء کی تعلیل ساکن کرنے کے ساتھ ان دونوں کے درمیان قاف کے آ جانے کی وجہ سے تو میں کہتا ہوں کہ الف ایک کلی واسطہ ہے اس کے سکون کے لزوم کی وجہ سے اور اس لیے کہ وہ اصلی نہیں ہے اور واسطہ وہی معتبر ہوتا ہے کہ جو اصلی ہو۔

عطشین: یعنی وزن میں اس لیے کہ وہ دو یاؤں کے ساتھ ہے۔

رَبَّيَّ: یعنی یا مشددہ مفتوحہ بھی آتی ہے اور مخففہ مفتوحہ بھی آتی ہے۔ پھر یاء مشددہ مفتوحہ جب کہ تثنیہ کے کلمہ کے ساتھ ہو اور اس کی اضافت کی جائے حالت نصب میں یائے متکلم کی طرف اور اگر اس کی جگہ یوں کہا جائے کہ جب تو اس کو اپنی ذات کی طرف یعنی یائے متکلم کی طرف مضاف کرے تو یہ زیادہ مختصر ہوگا۔

مطوِیّ: یا مشددہ کے ساتھ واؤ مکسورہ کے بعد کہ اس کی اصل مطووی ہے پس دوسری واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو مطوی ہو گیا۔

الموضع: اس سے مراد ظرف مکان اور ظرف زمان دونوں مراد ہیں۔ طوی

یطوی کے میم کے فتحہ اور واؤ کے بھی فتحہ کے ساتھ جبکہ طاء کے سکون کے ساتھ ہوگا۔اور اس یاء کو الف سے بدل دیا گیا کہ جو قلب کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے الف کے ساتھ اور یاء کا متحرک ہونا اور اس کے ماقبل کا مفتوح ہوتا ہے۔

مِطْوًی: میم کے کسرہ طاء کے سکون اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور اس یاء کو الف سے بدل دیا گیا الف کے ساتھ قلب کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے اور علت یاء کا متحرک ہونا اور اس کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے اور کسی مانع سے خالی ہونا ہے۔

یُطْوِی: یعنی جس طرح یاء کو ساکن کیا گیا اور حذف کیا گیا ہے رَامٍ کے اندر تو بالکل اسی طرح طاوٍ اندر بھی ساکن کیا گیا اور حذف کیا گیا۔اور جس طرح یاء کو مرمی میں اپنی حالت پر رکھا گیا اسی طرح ہی مطوی میں یاء کو باقی رکھا گیا اور جس طرح یاء کو مَرمِی و مَرمًی میں بدلا گیا اسی طرح مَطوی اور مِطوی میں بھی بدلا گیا۔

الّتی: یعنی اس کلمہ میں جو کسی صیغہ میں ہو ان اشیاء کے صیغوں کی طرح اور اس میں تقدیراً عین کے اعلال کی طرح دو اعلال جمع نہ ہوں، جیسا کہ طاؤیان میں جو کہ طاوٍ فاعل کا تثنیہ ہے اور طاوٍ فاعل ہے طوی یطوی سے۔

اِجْتَمَعَ: یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم آلہ اعلال اور تصحیح یعنی اعلال نہ ہونے کے حق میں برابر ہیں۔

طَوِیَا: پس اگر طویا کے عین کلمہ میں اعلال کیا جائے تو اعلالین (دو اعلالوں) کا اجتماع لازم آئے گا مگر یہ طوی کی اتباع کرتے ہوئے اس میں اعلال نہیں کیا جائے گا اور بالکل اسی طرح طاویان ہے، اس لیے کہ اگر اس میں واؤ کا اعلال ہو الف کے ساتھ بدلنے میں یا اس کو ساکن کرنے کے ساتھ اس پر کسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے تو اس صورت میں دو اعلال جمع نہ ہوں گے مگر یہ کہ اس کو طَوِیَ پر محمول کرتے ہوئے اعلال نہ کیا گیا۔

تمت بعون اللہ (رجسٹرڈ)

کتاب نمبر ——————